

# دیوانِ میر (فارسی)

مع اردو ترجمہ

از

افضال احمد سید



اؤکسفرڈ

دیوانِ میر

(فارسی)

# دیوانِ میر

(فارسی)

میر تقی میر

ترجمہ: انضال احمد سید

OXFORD  
UNIVERSITY PRESS

اکسفورڈ یونیورسٹی پریس

لڑائی۔ ۱۳۹۰ء۔ پاکستان سے شائع کی۔

غیر مسعود کے لیے

# ترتیب

مقدمہ	معین الدین چیلی	ح
تعارف	افضال احمد سیّد	ذ
غزلیات		ا
ردیف (الف)	غزل ۵۱۵۱	۴
ردیف (پ)	غزل ۵۷۵۴	۴۴
ردیف (ت)	غزل ۱۳۲۵۸	۴۸
ردیف (ث)	غزل ۱۳۳	۱۱۴
ردیف (ج)	غزل ۱۳۴	۱۱۴
ردیف (چ)	غزل ۱۳۵	۱۱۴
ردیف (ح)	غزل ۱۳۶	۱۱۴
ردیف (خ)	غزل ۱۳۸۵۱۳۷	۱۱۴
ردیف (د)	غزل ۲۸۰۵۱۳۹	۱۵۳
ردیف (ر)	غزل ۲۹۵۵۲۸۱	۲۱۸
ردیف (ز)	غزل ۳۰۴۵۲۹۹	۲۳۰
ردیف (س)	غزل ۳۰۷۵۳۰۳	۲۳۹
ردیف (ش)	غزل ۳۲۳۵۳۰۸	۲۴۸
ردیف (ص)	غزل ۳۲۴	۲۵۴
ردیف (ض)	غزل ۳۲۵	۲۵۴
ردیف (ط)	غزل ۳۴۷۵۳۲۶	۲۵۴

۲۵۲	غزل ۳۲۸	ردیف (ط)
۲۵۳	غزل ۳۳۰ ۳۳۲۹	ردیف (ع)
۲۵۶	غزل ۳۳۲ ۳۳۳۱	ردیف (غ)
۲۵۶	غزل ۳۳۴	ردیف (ف)
۲۵۶	غزل ۳۳۵ ۳۳۳۳	ردیف (ق)
۲۶۰	غزل ۳۳۹ ۳۳۳۶	ردیف (ک)
۲۶۴	غزل ۳۳۸ ۳۳۳۰	ردیف (ل)
۲۷۰	غزل ۳۳۳ ۳۳۳۹	ردیف (م)
۳۲۸	غزل ۳۴۱ ۳۴۳۴	ردیف (ن)
۳۵۶	غزل ۳۵۶ ۳۳۳۲	ردیف (و)
۳۷۲	غزل ۳۷۵ ۳۴۵۷	ردیف (ز)
۳۸۶	غزل ۵۲۰ ۳۴۷۶	ردیف (ی)

۳۲۳ ..... ضمیمه ردیف (ا) اشعار منسوخ

۳۲۶ ..... ضمیمه ردیف (د) اشعار منسوخ

۳۲۹ ..... رباعیات

۳۷۳ ..... مثنوی

۳۹۵ ..... مسدس

## مقدمہ

اردو کے جن کلاسیکی شعراء پر ناقدین اور محققین نے کما حقہ توجہ دی ہے ان میں جانر طور پر میر تقی میر کا نام بھی سر فہرست ہے۔ اس ضمن میں ناقدین کے مطالعے اور تجزیے کا موضوع زیادہ تر میر کی شاعری کی خصوصیات و انفرادیت، فن اور اس کا امتیاز اور عہد و معاشرت کی اثر پذیری پر مرکوز رہا ہے، جب کہ محققین نے میر کے احوال، عہد و معاصرین اور آثار و اثرات کو موضوع بنایا ہے۔ آثار کے ضمن میں میر کی تصانیف کی جستجو و دریافت، تدوین و ترتیب اور صحیح متن کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔

گزشتہ پندرہ دو صدیوں میں میر کا اردو کلام مجھے متداول دواوین کی صورت میں بارہا شائع ہوا ہے اور کلام کے متن کی صحیح و تدوین کا حق بھی خوب ادا کیا گیا ہے، جو میر کے کلام کی خوبیوں اور میر کی مقبولیت کا ثبوت بھی تھا۔ اسی تحقیق کے ضمن میں یہ دریافت بھی سامنے آئی ہے کہ میر کا کل کلام چھ نہیں بلکہ سات دواوین پر مشتمل ہے، جن میں سے اب تک صرف چھ دواوین دستیاب رہے ہیں اور شائع ہوئے ہیں، جب کہ کلام میر کا دواوین ہفتم بھی موجود ہے جو اب تک عام دسویں میں نہیں بلکہ عبدالرحمن ہار کے ذاتی کتب خانے میں موجود رہا، لیکن اب یہ ان کے کتب خانے کی نذر سے کوالا لپور، ملیشیا میں ”انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی“ کے ”انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سولیا کریشن اینڈ قیاس“ کے کتب خانے میں منتقلی اور اس کے ذخیرہ ہارک میں محفوظ اور کسی محقق کی صحیح و تدوین اور اشاعت کا منتظر ہے۔

اردو کلام کے علاوہ میر کی تمام تخلیقات و تصانیف: تذکرہ میر، فیض میر، نکات الشعراء اور مجموعہ نیاز قاری میں ہیں۔ (آخر الذکر اہم اور غیر معروف اور تا حال غیر مطبوعہ تصانیف کے لیے دیکھیے راقم الحروف کا مقالہ: ”میر تقی میر: ایک گمشدہ بیاض کی دریافت“، مطبوعہ: معیار مجلہ شعبہ اردو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، ص: ۱۸۹ تا ۲۱۳)۔ ان نثری قاری تصانیف کے علاوہ میر نے قاری شاعری میں بھی طبع آزمائی بھی کی تھی جس کا مجموعہ انھوں نے بصورت دواوین ۱۱۶۳ھ میں مرتب کیا تھا، لیکن اس دواوین کے قلمی نسخے جو مسودہ طور پر متعدد ذخیروں: مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ؛ کتاب خانہ درگاہ شاہ عثمانیہ دہلوی، گوالیار؛ کتاب خانہ ریاست راجپور، ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد؛ کتاب خانہ شاہانہ لاہور، گھنٹہ گھر لاہور؛ کتاب خانہ مسعود حسن



رضوی ادیب، لکھنؤ میں محفوظ تھا یہ ۱۱۹۴ھ اور ۱۲۰۳ھ کے مکتوب ہیں۔ کئی اکابر ادیب: عزیز لکھنوی، ابوالیث صدیقی، محمود حسن قیصر، وزیر الحسن عابدی، اختر علی سلمیٰ اور اکبر حیدری کا شہسری وغیرہ نے مختلف وقتوں میں اپنے طور پر اگرچہ اس کے تعارف و مطالعے کا حق بھی ادا کیا، لیکن یہ اگست ۱۹۸۳ء میں نقوش کے ”میر نمبر“ (۳) کی اشاعت سے قبل تک منظر عام پر نہ آ سکا۔ اس کی اشاعت کا احترام پہلی مرتبہ اس مجلے نے کیا اور یہ پیر مسعود رضوی کے تعارف و قرأت اور اکبر الدین صدیقی کی کاوش سے اس مجلے میں شائع ہوا۔

میر کی حیثیت و عظمت کے تعین کے لیے جہاں ان کی اردو شاعری اور دیگر تخلیقات ناگزیر ہیں وہیں میر کو سمجھنے کے لیے ان کا فارسی کلام بھی بے حد اہم ہے۔ یہ اس لیے بھی اہم ہے کہ مسلمہ طور پر میر جنوبی ایشیا میں فارسی شاعری کے دور آخری مسلم لیکن دم توڑتی ہوئی روایت کے نمائندہ اور اہم شاعر ہیں۔ پھر ان کی فارسی شاعری کا مطالعہ و تجزیہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ایک محفوظ رائے کے مطابق ان کی فارسی اور اردو شاعری کا ایک حصہ ایک دوسرے کا پرتو ہیں اور ایسے متعدد خیالات و جذبات جو انھوں نے اردو میں نظم کیے وہ فارسی میں بھی دہرائے ہیں اور یہ عمل شاید اس کے برعکس بھی ہوا ہے۔ اس حوالے سے میر کے فارسی کلام کا مطالعہ سائنسی اور فلسفیانہ اور ادبی و فنی ہر اعتبار سے اہم سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب میر نے اپنی عمر (پیدائش: ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۷۷۳ء یا ۱۷۷۴ء) کے قریب ۲۸ سال کے عرصے میں، یعنی ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۴۸ء میں اپنا فارسی دیوان مکمل کر ڈالا تھا تو پھر انھوں نے بعد کی اپنی عمر (وفات: ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء) کے ۲۶ سالوں میں مستقل مزاجی سے فارسی میں شاعری کیوں نہ کی؟ اگر کی ہو تو پھر ہمیں میر کے مزید فارسی دیوان یا دوایں کی دریافت کا منتظر رہنا چاہیے۔ قرآن بھی ظاہر کرتے ہیں کہ میر نے بعد کے عرصے میں فارسی میں مستقل مزاجی سے شاعری نہیں کی اور وہ صرف اردو کے ہو کر رہ گئے۔

زیر نظر اشاعت اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ یہ میر کا فارسی دیوان ہے اور پہلی مرتبہ مکمل کتابی صورت میں منظر عام پر آ رہا ہے۔ اسے فی الواقعہ ”میریات“ کے ضمن میں ایک بہت اہم اضافہ سمجھا جانا چاہیے کہ جو بطور متن و ماخذ اس صورت میں اب عام دسترس میں ہے۔ پھر اس اشاعت کی ایک مزید اہمیت اور خوبی یہ بھی ہے کہ اصل فارسی متن کے ساتھ ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی متن کے مقابل پیش کیا گیا ہے کہ اس طرح اصل مکمل متن بھی قائل مطالعہ ہے اور آج کے اس دور میں جب فارسی زبان سے شد بد بھی اب عام نہیں ہے، عام شائقین کے لیے اس کا فہم بھی ممکن ہو

کیا ہے، جس کے بغیر حقیقتاً میر کے ایک جامع مطالعے کا پورا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک اور خوبی اس اشاعت کی یہ بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ قاری معن کا ترجمہ افضل احمد سید نے کیا ہے، جو آج ان محدودے چند افراد میں شامل ہیں جو ایک جانب جدید ادبی رجحانات و افکار سے بھی مستفید ہیں اور دوسری جانب مشرقی شعری روایات اور ان کے حسن سے بھی واقف بلکہ فیض یافتہ ہیں۔ قاری سے ان کی واقفیت بھی اس امر کا ایک مظہر ہے۔ جب کہ ان کی تخلیقات اور عالمی ادب کے ان کے تراجم ان کے ان مشعر کہ اوصاف کے نمایاں شواہد ہیں۔ یہ ترجمہ منشور ہے جو ایک عام قاری کے لیے زیادہ سہل اور قابل فہم ہے۔ آج ہمارے علم کی سطح اس حد تک زوال پذیر ہے کہ انتہائی سادہ و سہل شعرا کے کام کی شرحیں بھی مرقب ہو رہی ہیں، اس لحاظ سے دیوانِ مجدد قاری مع اردو ترجمہ کی یہ اشاعت نثری ترجمے پر مبنی ہونے کے باعث آج کے ہر قاری اور خاص طور پر کلاسیکی ادب کے تمام شائقین اور میر کے چاہنے اور مطالعہ کرنے والوں کے لیے یقیناً مفید اور پرکشش ہے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل

## تعارف

میر تقی میر (۱۷۲۳ء تا ۱۸۱۰ء) نے ایک مشکل وقت میں زندگی گزاری۔ وہ آگرے میں ایک غیر آسودہ حال گھرانے میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں اپنے درویش صفت والد محمد علی مفتی کے انتقال کے بعد دہلی چلے گئے اور ساٹھ سال کی عمر میں دہلی کے اجڑ جانے کے بعد گھسنو کو مسکن بنایا اور یہی ان کا دفن بھی ٹھہرا۔ میر نے محمد شاہ رنگیلا سے اکبر شاہ ثانی تک مغل بادشاہوں کا دور دیکھا یعنی وہ مغل سلطنت کے زوال کے بہترین شاہدوں میں سے ایک ہیں۔ انھوں نے ۱۷۳۹ء میں تاج شاہ اور ۱۷۳۸ء میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں دہلی کی تاراجی دیکھی اور آخر کار مغل بادشاہ کو ایسٹ انڈیا کمپنی کا مکمل کاسہ بردار بننے دیکھا۔ ذاتی زندگی میں ایک عشق ان کا وجدانی سرمایہ ہے۔ میر حلقہ پیشہ تھے اس لیے ساری زندگی آسودہ حالی نصیب نہیں ہوئی۔

میر نے، جو ہمارے خدائے سخن ہیں، اردو کے سات اور فارسی کا ایک دیوان چھوڑا ہے۔ مصنفی (۱۷۵۰ء تا ۱۸۲۳ء) نے میر کی فارسی شاعری کے بارے میں اپنے تذکرے عقیدتوریا میں لکھا:

چونکہ ریختہ کے فن میں اسے فروغ ہی سے ناموری حاصل ہو چکی تھی، اس لیے اپنی فارسی شاعری پر اسے اتنا غور نہیں، اگرچہ اس کا فارسی کلام ریختہ سے کم رہے نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ (زندگی میں ایک مرتبہ) وہ برس تک ریختہ کا مغل موقوف کر رکھا تھا تو اس زمانے میں قریباً دو ہزار فارسی اشعار پر مشتمل ایک دیوان تیار ہو گیا تھا! مظفر علی سید کا خیال ہے کہ میر نے خانہ آرزو سے علیحدگی کے بعد ریختہ گوئی موقوف کر رکھی تھی۔

اسی دور میں انھوں نے اپنا زیادہ تر فارسی کلام کہا اور ساتھ ہی بچنے کا وہ حوصلہ پیدا کیا جس کے بغیر وہ گزشتہ سال تک ایک پر آشوب دور کے شاعر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ گویا میر کے فارسی دیوان کو ان کی تاریخی صورت حال اور کمال فن و دلوں لحاظ سے ان کی ادبی شخصیت کی حقیر میں کلیدیہ اہمیت حاصل ہے!

فارسی، افغانی حملہ آوروں کی زبان تھی جو ہندوستان پر ان کے قبضے کے بعد درباری زبان بنی۔ بعد میں ترکی الفسل بادشاہوں نے بھی فارسی کو درباری زبان بنائے رکھا، لیکن فارسی کو بے مثال

<sup>۱</sup> نقوش میر نمبر (۳)، شمارہ ۳۱، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۶۲۳۔

<sup>۲</sup> نقوش میر نمبر (۳)، شمارہ ۳۱، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۶۲۲۔

عروج مغل دور حکومت میں حاصل ہوا۔ مغل بادشاہوں کی سرپرستی حاصل کرنے کے لیے ایران سے باکمال شاعر ہندوستان آنے لگے تھے۔ ہندوستان میں فارسی دربار کی زبان تھی، اشرافیہ کا ذریعہ ابلاغ تھی اور فارسی جاننا تہذیب یافتہ ہونے کا پہلا ثبوت تھا۔ فارسی میں ایک نئی انوکھیت بھی تھی، ہندوستان سے آنا طویل تک بشمول کاشغر دنیا فارسی خواں تھی۔ ایران میں صفوی بادشاہوں کے عہد (۱۵۰۱ء تا ۱۷۳۹ء) میں ایرانییت اور دوسری معاشرتی اور مذہبی تحریکوں نے ایران کو دوسری فارسی بولنے اور لکھنے والی دنیا سے دور کر دیا۔ یہاں تک کہ سولہویں صدی میں ماوراءالنہر اور سلطنت عثمانیہ کے محروسہ ممالک تیزی سے ترکی کی طرف راغب ہو گئے۔

ایران کی ہندوستان خواہ فارسی شاعروں کی ناقدری اور مغل سلطنت کے اقتدار کی زوال پذیری کے نمایاں عوامل کی وجہ سے اٹھارویں صدی کے ابتدائی دہائی میں، اس زمانے میں جب اردو بولنے والے لوگوں نے فارسی کی بالادستی سے نکلنے کے لیے جدوجہد کی اور اپنی زبان میں لکھنا شروع کیا، اردو شاعری نے دلی میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کر لی۔ اس طرح کی روش اس حقیقت کی وجہ سے بہت زیادہ پسند کی گئی کہ شعرا کی اکثریت سودا کے اشتغالی کے ساتھ اشرافیہ طبقوں کے بجائے جو فارسی تہذیب سے منسلک تھے! پیشہ ور، دانشور، اور صوفیوں کے طبقوں سے آئی تھی! میر کی فارسی شاعری غالباً ان کے لیے اشرافیہ کے حلقے میں داخلے کا پروانہ بھی تھی۔

میر کے ہم عصر سودا، درد، جان، چائیاں، وغیرہ بھی اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شعر کہہ رہے تھے۔ میر نے نہ صرف فارسی میں انتہائی اعلیٰ اشعار کہے بلکہ فارسی نثر میں اپنی سوانح ننکو میر، شاعروں کا تذکرہ نکات الشعراء اور ایک کتاب فیض میر لکھی۔

مظفر علی سید نے میر کی فارسی شاعری کو بیدل (۱۹۳۳ء تا ۱۹۴۰ء) اور غالب (۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۹ء) کے درمیان کے دور کی بھترین فارسی شاعری قرار دیا ہے۔<sup>۱</sup> محمود حسن قیصر امرہوی نے میر کے فارسی کلام کا بالاحتیاج مطالعہ کر کے دریافت کیا ہے کہ، ”اردو کی طرح فارسی میں بھی انھوں نے قریب قریب ہر صنف شعر کو لیا ہے اور ہر قسم کے مضامین کو نظم کیا ہے، بلکہ اکثر مقامات پر فارسی میں انھوں نے جو بلند مضامین نظم کیے ہیں ان کی مثال ان کی اردو شاعری میں کی کے ساتھ ملتی ہے۔“<sup>۲</sup> میر کے اردو کلام کو اتنا قبول عام حاصل ہوا کہ ان کا فارسی کلام تقریباً محبوب ہو گیا۔ حالانکہ

۱ نقوش میر نمبر (۳) شمارہ ۳۱، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۶۷-۶۸۔

۲ غفر حق، Glimpses of Mughal Society and Culture, A Study Based on Urdu Literature in the

Second Half of the Eighteenth Century، کوئٹہ پبلشنگ کمپنی، رانی دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۰۱۔

۳ دلی کالج اردو اسکالرشپ (ایچ ٹیگ کانسز)، میر نمبر، شعبہ اردو، دلی کالج (ایچ ٹیگ کانسز)، دلی، ۱۹۶۶ء، ص ۳۲۳۔

ان کی زندگی اور اس کے بعد تقریباً سو سال تک فارسی شاعری برصغیر پاک و ہند میں کی جاتی رہی۔ میر کا فارسی دیوان ۱۹۸۳ء تک مخطوطے کی شکل میں محفوظ رہا۔ اشاعت کی صورت جریدہ نقوش کے میر نمبر میں ہوئی۔

میر کی کھل فارسی شاعری دیوان کی شکل میں پہلی بار شائع ہو رہی ہے۔ یہ فارسی دیوان بنیادی طور پر مسعود حسن رضوی ادیب کا مرقبہ کردہ ہے۔ صرف چند مقامات پر ادارہ ادبیات، حیدرآباد دکن کے مخطوطے کی نقل سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس مخطوطے کا عکس بھی نقوش کے میر نمبر (۳) میں شائع ہوا تھا۔ میر کے منتخب اشعار شریف حسین قاسمی کے نثری ترجمے کے ساتھ جریدہ اردو ادب میں نئی دہلی سے ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئے۔ قاسمی کا ترجمہ مشورہ زدہ انداز سے چل رہا ہے۔

میں رفیق احمد نقشب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے ترجمے میں غلطی آنے والی مشکلات کے حل میں میری مدد کی۔ میں اپنی شریک حیات حور انجم کا بھی ممنون ہوں جن کے مشورہ سے متعدد اشعار کا عام فہم ترجمہ ممکن ہوا۔

میر کے اشعار کا ترجمہ قاری کی سہولت کے لیے ساتھ ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ یہ نثری ترجمہ اصل فارسی متن سے ممکنہ حد تک مطابقت رکھتے ہوئے کیا گیا ہے اور اس امید کے ساتھ پیش ہے کہ قارئین ان خوبصورت اور بیش قیمت اشعار کو پڑھ کر میر کی شاعری کی ایک اور جہت سے آشنا ہوں گے اور ان اشعار کے محاسن ان کی بڑھاپائی اور فکری ثروت میں اضافہ کریں گے۔

افضال احمد سید

کراچی

۱۵ ستمبر ۲۰۱۱ء

# غزلیات

۱

اسے ز انعام تو دا شد غنچہ اسکان ما  
آب در بخ دارد از لطف تو باغ جان ما  
با کرم گر کار افتد جرم ما را نیست قدر  
یک پر کاه است کوہ شایخ عصیان ما  
دیدہ تر کے تسلی بخش عاشق می شود  
شیخ طوقاں شود یارب سر مژگان ما  
ایں نہ چندی کہ مردن موجب آسودن است  
مرگ ہم یک منزل است از راہ بے پایانی ما  
میر اگر ایں است جوش گریہ در اہران یار  
ابر خواهد بود آب از دیدہ گریان ما

۲

کنوں حفظ کن آبروئے مرا  
میںداز بر خاک روئے مرا  
بجویم ترا ہر کہا تا کہا  
چہ چاہے دساں جستجوئے مرا  
چرا نظید کو ازل بودہ است  
سرے با شکستن سیوئے مرا  
چینداز گوشے چہ ہر حرف من  
اداپا بود گفتگوئے مرا  
خوش آں دم کہ بر سینہ زانو نمی  
بری تا چہ غوثی گلوئے مرا  
چہ عہد جنوں شود شے داشتہ  
تو نھنیدہ ای ہائے ہوئے مرا  
چہ مردن تسلی شدم ورنہ میر  
نہایت نہ بود آرزوئے مرا

۱

اے (خدا) میری معافی سے ہمارا فحشہ امکاں نکلا  
میری مہربانی سے ہمارے ہاتھ ہاں کی مہربانی سے بھری ہوئی ہے  
اگر (میرے) کرم سے کام پڑا، ہمارے جرم کی (کوئی) حیثیت نہیں ہے  
ہمارے گناہوں کا بلند پہاڑ ایک ننھے (کے برابر) ہے  
دیدۂ تر عاشق کے لیے کب تسلی دینے والا ہوتا ہے  
یار ہمارے چلوں کا کنارہ طوفان کا منبع ہو جائے  
یہ گمان نہ کرنا کہ مرنا آرام پانے کا باعث ہے  
ہماری بے پایاں راہ میں موت بھی ایک منزل ہے  
میرا اگر یار کے ہجر میں رونے کا دلولہ بھی ہے  
بادل (بھی) ہمارے دیدۂ گریاں سے پانی لے جائے گا

۲

اب میری آبرو کی حفاظت کر  
خاک پر میرا چہرہ نہ جھکا  
تجھے کہاں کہاں ڈھونڈتے ہیں  
میری جستجو کو منزل تک پہنچا دے  
کیوں نہ ٹوٹ جائے کہ ازل سے ہے  
میرا سہو نئے کی فکر میں  
میرے ہر حرف پر کان دھر  
میری گفتگو بہت سی دوا میں رکھتی ہے  
وہ مہارک ساعت (تھی) کہ تو نے سینے پر ڈالو رکھا  
تاکہ اچھی طرح میرا گلہ کاٹ سکے  
(میں) عہد جنوں میں ایک شورش رکھتا تھا  
تو نے میری ہائے ہو نہیں سنی ہے  
میں مرنے سے تسلی پا گیا اور نہ میر  
میری آرزو کی انتہا نہیں تھی



۳

چہ علم است از دہان تنگ او ما روسیاں را  
نہاید رہ مگر با سبز خط گم کردہ راہاں را  
زنی تا چشم برہم، مہر رنگ کینہ ی گیرد  
مرقت آشنائی نیست ہرگز خوش نگاہاں را  
جہانے گو بہ محشر بر سر خود خاک اندازد  
کہ ی پرسد بہ پیش غولی او دادخواہاں را  
مرا از سیر کشن دل خوشی حاصل نمی گردد  
بہ یادم ی وہ ہر فتنہ گل کج کلاہاں را  
چہ ہوم من کہ بر تن جامہ صد پارہ اے دارم  
بہ کویش در لباس فقر دیم پادشاہاں را  
کنہ خواہی نہ خواہی ہر سحر قتل وقاداروں  
بہ گردن بست شمشیر تو خون بے گناہاں را  
بہ ایریں ی روم وہ پانزدہ تہمت حمایت کن  
رہ آوردے ست میر اشعار تو اہل صفاہاں را

۴

میآورد در سخن دل تفرگان شوق جاناں را  
کسے رو ی وہ اے ہم نفس آتش زباہاں را  
پے خوش ابرواں پایہ بسا خون جگر خوردن  
بہ دست آوردن آساں نیست این ابرو کماناں را  
چہ خط از سیر گزارد کہ یادم ی وہ ہرم  
قبائے چاک چاک گل لباسی نوجواناں را  
چہ کافر ساحری اے عشق بے پروا و دین دشمن  
کہ بہتی بر مہاں زہار آخر سبوح خواہاں را  
بیا اے میر در راہ محبت غولیش را گم کن  
اگر خواہی کہ دریائی نشان بے نشاں را

۳

ہم روسیاہوں کو اس کے تلک دہن کا کیا پتہ ہے  
مگر وہ سبز خط سے گم کردہ راہوں کو راہ دکھاتا ہے  
تو جب تک آنکھ جھپکتا ہے محبت کہنے کا رنگ بکرا لیتی ہے  
خوش لگا ہوں کو محرومت سے بالکل آشنائی نہیں ہے  
جہاں سے کہو کہ محشر میں اپنے سر پر خاک ڈالے  
کہ اس کی خوبصورتی کے سامنے انصاف چاہنے والوں کو کون پوچھتا ہے  
مجھے سیر گلشن سے دل کی خوشی حاصل نہیں ہوئی  
ہر غنچہ گل مجھے کچ کلا ہوں کی یاد دلاتا ہے  
میری کیا حیثیت کہ میرے بدن پر (تو) پھٹنے پرانے کپڑے ہیں  
اس کے کوپے میں بادشاہوں کو فقیری کے لباس میں دیکھا ہے  
زبردستی ہر صبح وفاداروں کو قتل کرتا ہے  
تیری شمشیر کی گردن پر بے گناہوں کا خوں بندھا ہے  
ایران کو جا رہا ہوں دس پندرہ اشعار مجھے عنایت کر  
میرتیرے اشعار اہل اصفہان کے لیے تحفہ ہیں

۴

جانان کے عشق کے آرزوہ دلوں کو بات مت کرنے دو  
کون اے ہم نفس آتش زبانوں کے سامنے آتا ہے  
اتھتے ابرو والوں کے واسطے اکڑ ٹھون ٹکڑ پیتا چاہیے  
ابن ابرو کمان والوں کو ہاتھ میں لانا آسان نہیں ہے  
مجھے گلشن کی سیر کا کیا لطف کہ مجھے ہر دم یاد دلاتی ہے  
گل کی چاک چاک تباہیوں کے لباس کی  
تو کیا کافر جاوگر ہے اے عشق، بے پروا اور دین کا دشمن  
کہ تو نے آخر تسبیح پڑھنے والوں کے بدن پر زہار باندھ دیا  
آ اے میرت محبت کی راہ میں خود کو گم کر دے  
اگر چاہتا ہے کہ بے نشانوں کا پتہ پائے

۵

نشری سہل ز غیبِ این بہ شہود آمدہ را  
 وہ جسے طے شدہ باشد بہ وجود آمدہ را  
 اکتبِ گرم ہمہ درد است خدا را دریاب  
 از روِ دور دلِ این قاصدِ زود آمدہ را  
 گرچہ موجود نہ کشمِ ولے سہل مگیر  
 این غلط کاریِ وہم بہ صود آمدہ را  
 ہجر را قدم بلندےست نہ پنداری سہل  
 این دل از منزلتِ خویش فروہ آمدہ را  
 رنہ شوق شو و دیر و حرم را بگذار  
 طوف کن میر بہ ہر در بہ بکود آمدہ را

۶

شبِ صبح دید گردشِ چشمِ بیالہ را  
 بر باد داد زادیِ دیر سالہ را  
 از ما حکایتِ غمِ دلِ می تو اس شہید  
 ما خوب می کشم بیاںِ این مقالہ را  
 یک رو تو ہم چہرں از او اسے نسیم صبح  
 من خود نہ کشم سببِ داغِ لالہ را  
 غافل ز دل مشو کہ نفیست شمرده اند  
 اہلِ نظر مطالعہِ این رسالہ را  
 شور تو عندیپ، جگر چاک می کند  
 آسوختی ز میرِ مگر طرزِ نالہ را

۷

بسکہ خوش دارد دلِ من مشربِ رندانہ را  
 بر سر بازار بر سر می کشم بیانہ را

۵

غیب سے اس شہود میں آئے ہوئے کو سہل مت جانو  
وجود میں آئے ہوئے نے بہت راہ طے کی ہوگی  
میرا اٹک گرم تمام سوز و گداز ہے خدا کے لیے دیکھ  
دل کی دور کی راہ سے اس تیزی سے آئے ہوئے کا صد کو  
گرچہ موجود نہیں رہا مگر سہل مت جان  
وہم کی اس غلطی سے نمود میں آئے ہوئے کو  
عجز کا مرتبہ بلند ہے، سہل مت جان  
اپنے مرتبے سے پیچھے آئے ہوئے اس دل کو  
شوق میں بے خود ہو جا اور دیر و حرم کو چھوڑ  
میرا ہر گزے ہوئے در کا طواف کر

۶

رات کو صبح نے پیالہ کی آنکھ کی گردش دیکھی  
سالوں پرانے نڈک کو بر باد کر دیا  
ہم سے غم دل کی حکایت سنی چاہیے  
ہم اس بات کو خوب بیان کرتے ہیں  
ایک بار تو بھی اسے نسیم صبح اس سے پوچھ  
میں خود لالہ کے داغ کا سبب نہیں پاسکا  
دل سے غافل مت ہو کہ فیضت شمار کیا ہے  
اہل نظر نے اس رسالے کے مطالعے کو  
عندلیب تیرا شور جگر کو چاک کرتا ہے  
(تو نے) ضرور میرے تالہ کے طرز کو سیکھا ہے

۷

ہنکے کہ میرا دل مشرب رندانہ کو پسند کرتا ہے  
میں سر بازار بیان کو سرچڑھا کر چیتا ہوں

بود بر هر پارہ دل صد الف داغ از غمش  
خط کشی بعد از خرابی کرد عشق این خانه را  
قیس را آتیا سبب لیلی ز صحرا جنت بود  
آدمی مطلق نمی دانست آن دیوانه را  
سینہ صافی ہائے من از گریہ دریدہ است  
سبیل با چاروب کش بودہ است این ویرانہ را  
نیمت بر ہم خوردن ہمیت ما این قدر  
اندکے در جنبش آہ آں ابروئے مردانہ را  
شمع بر مشتبہ غبار گل خدارے خوش نماست  
برفشاں بر خاک من خاکستر پروانہ را  
من نمی سکستم قریب اختلاط او مخلوط  
دیدنی آخر میر طور آں وقایگانہ را

۸

بے تو جائے کہ قد دیدہ نم ناک آں جا  
ہیزہ تر شود از نوش و خاشاک آں جا  
طالع آں کہ بہ خنجر گہ عشق رسید  
سر بر صید نہ بندند بہ قزاق آں جا  
اے کہ داری سر آں کوچہ اگر خواہی رفت  
یادگارے ست ز ما ہم دل صد چاک آں جا  
بر در ہیہ مغان خوشتر از صبح برو  
فیض با می رسد از سلسلہ چاک آں جا  
میر جائے کہ بہ خیران محبت می سوخت  
صبح دیدیم بہ جا مانده سلب خاک آں جا

۹

ہمیں کہ موسم گل شد سبب خزان مرا  
بہار آمد و آتش زد آشیان مرا

دل کے ہر کھڑے پر اس کے فم کے ۳ ہزار شکانات تھے  
 عشق نے اس گھر کو خراب ہونے کے بعد مٹا دیا  
 قیاس کو کیا سنگ لپٹی نے صحرا سے نکال دیا  
 اس دیوانے کو مطلق آدمی نہیں سمجھتا تھا  
 میری صاف دلی بہت لذت سے رو تے رہنے کی وجہ سے ہے  
 سیلاب اس ویرانے کے چاروںپ سسٹن<sup>۱</sup> رہے ہیں  
 ہماری جمعیت کا مختصر ہونا اتنا (مشکل) نہیں ہے  
 ذرا ان گھنی پھنڈوں کو حرکت میں لا  
 کسی کل ہزار کے مشتططططط پر شمع اچھی لگتی ہے  
 میری خاک پر پروانے کی خاکسٹر ڈال  
 میں نے نہیں کہا تھا اس کی دوستی کا قریب مت کھا  
 آخر میرے تونے اس وقت بچکانہ کا طور دیکھ لیا

۸

حیرے بغیر جس جگہ دیدہ نمناک پڑتا ہے وہاں  
 مہزاق ترے سرے سے ٹس و خاشاک بن جاتا ہے  
 اس (شکار) کی قسمت (اچھی) کہ جو عشق کی شکار گاہ میں پہنچا  
 ہر شکار کا سر وہاں فتراک<sup>۲</sup> سے نہیں باندھتے  
 اے تو جو کہ اس کو بچے کا خیال رکھتا ہے اگر (وہاں) گیا  
 اس جگہ ہماری بھی دل صد چاک کی یادگار ہے  
 چور سلطان کے دروازے پر سج سے پہلے چلے جاؤ  
 وہاں تاک کے سلیطے سے بہت سے فیض پہنچتے ہیں  
 میرے جس جگہ محبت کی آگ سے جلاتے ہیں  
 (ہم نے) صبح وہاں کتبِ خاک پٹی ہوئی دیکھی

۹

دیکھو کہ موسم گل میری خزاں کا سبب ہو گیا  
 بہار آئی اور میرے آشیاں کو آگ لگا دی

<sup>۱</sup> ہماڑو سپٹا والے۔

<sup>۲</sup> دو تیرے جولوہی کے ساتھ آگے بڑھنے لگا ہوا ہوتا ہے اور جس میں شکار و حیرہ لٹکا یا جاتا ہے۔

بہم رسید محتاج وفا چہ صد محنت  
 ولے پہنہ میخواد دل تان مرا  
 کہاں چہ دست گزشت چہ ظلی و گردوں  
 نشان حیر ہا کرد استخوان مرا  
 چہ جمع ہامیاں حرف من اثر دارد  
 چہ بزم میش نہ فہمہ کس زبان مرا  
 نہ ضعف میر چہ چشم کس نمی آیم  
 لطفست چہ جاں جسم ناتوان مرا

۱۰

قرار نیست چہ تن جان بے قراراں را  
 وداع عمر قریب است بے تو یاراں را  
 شبے نہ شد کہ سپرے نہ کرد روز ولے  
 سحر نہ کرد شب حیرہ روزگاراں را  
 چہ حق دیدہ نم نامک ساغر بے تاب  
 تنش ہار خدایا شراب خواہاں را  
 نہ باز پرس قیامت چہ نم کہ بس باشد  
 وسیلے سر زلفش سیاہ کاراں را  
 نہ جوش گریے ما نم کشاں میر کہ میر  
 بنا چہ آب رساند است کوساراں را

۱۱

لخصہ دل ہر شب چہ دامن، نمی دامن چرا  
 ہر سحر سر در گریہ نام، نمی دامن چرا  
 باب لطفش کیستم لیکن چہ از رہ می رسم  
 بر در او دیر می مانم، نمی دامن چرا  
 چارہ من دل راپاں جملہ می داند یک  
 کس نمی گوید کہ می دامن، نمی دامن چرا

ہزار کوشش کے بعد متاعِ وفا ہم پہنچی تھی  
مگر میرا دل جیسے واسے نے پسند نہیں کی  
تو نے بچپنے میں کمان ہاتھ میں اٹھائی اور آساں نے  
میرے استخوان کو تیرے ہلا کا نشانہ کر دیا  
ہم کرنے والوں کے مجمع میں میری بات اثر رکھتی ہے  
بزمِ عیش میں کوئی میری زبان نہیں سمجھتا  
ضعف سے میرے کسی کی آنکھوں میں نہیں آتا  
میرا ناتواں جسم روح کی طرح لطیف ہے

۱۰

بے قراروں کے تن میں جان کو قرار نہیں ہے  
تیرے بغیر یاروں کا جان سے جانا قریب ہے  
ایک رات (ایسی) نہیں تھی کہ اس کو آسمان نے دن نہ کیا، مگر  
حیرہ روزگاروں کی شب کو سحر نہیں کیا  
دیدہ نمناک کے صدقے میں مجھے تاب کا سا غر  
اے خدا شراب خواروں کو بخش دے  
قیامت کی باز پرس کا کیا غم کہ کافی ہوگا  
اس کی زلف کا وسیلہ سیاہ کاروں کو  
ہم غم کشوں کے جوشِ گرہ کی نہ چھ کہ میرے  
کو ہساروں کی بنیاد کو ہلا دیتا ہے

۱۱

ہر شب لختِ دل میرے دامن میں (ہے)، نہیں جانتا کیوں  
ہر صحر میرا سر میرے گریبان میں (ہے)، نہیں جانتا کیوں  
اس کے لطف کے قائل نہیں ہوں لیکن جب راہ سے پہنچتا ہوں  
اس کے دروازے پر دیر تک (کھڑا) رہتا ہوں، نہیں جانتا کیوں  
سارے دل پر میرا علاج جانتے ہیں لیکن  
کوئی نہیں کہتا کہ میں جانتا ہوں، نہیں جانتا کیوں



نے از آں سو رنجھے، نے پیچھے، نے کاوشے  
خود پہ خود خاطر پریشانم، نمی دایم چرا  
باوجود تاسیدی گریہ چوں سری سگم  
می رسد دل تا پہ مژگانم، نمی دایم چرا  
او غرور حسن دارد زیں سبب پرداش نیست  
من کہ خطبہ خویش خوانم، نمی دایم چرا  
گریہ من گرچه می دایم نہ دارد حاصلے  
باز صبح و شام گریانم، نمی دایم چرا  
میل او امکاں نہ دارد سوائے عاشق دین کہ من  
با ہزاراں نام می خوانم، نمی دایم چرا  
خدا شد میر مژگانش ز من برگشتہ است  
خارخارے هست با جانم، نمی دایم چرا

۱۲

چوں بکف لایم کہاں آں ترک سختی کیش را  
دل شود بے تاب و از جاہاں لایم خویش را  
چشم خود پیش از سحر بکشا کہ شیران خدا  
در نظر دارند غافل وقتِ گرگ و میش را  
چند با دیوانگان ناصح نہ دارد حاصلے  
شیوہ رنجے پیاموز آں ستم اندیش را  
بر نہ دارد از سر ما دستِ شفقت بچک گاہ  
عشق می داند شک خوار خود این دل ریش را  
ہم چو میر آزرده جانے دیر پیا می شود  
مقتنم داند روزے چند این درویش را

۱۳

دل کہ در سینہ می سمجید مرا  
این زماں از مژہ چکید مرا

اس طرف سے نہ کوئی رنجش، نہ کوئی الجھن، نہ کوئی غلش  
 خود بخود پریشاں خاطر ہوں، نہیں جانتا کیوں  
 ناامیدی کے باوجود جب گریہ شروع کرتا ہوں  
 دل میری پلکوں تک آ جاتا ہے، نہیں جانتا کیوں  
 اسے حسن پر غور ہے اور اس وجہ سے اس کو پروا نہیں ہے  
 میں نہیں جانتا کہ میں کیوں خود کو مستحیال نہیں سکتا  
 گرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے رونے کا کوئی حاصل نہیں ہے  
 پھر بھی صبح و شام روتا ہوں، نہیں جانتا کیوں  
 عاشق کی طرف اس کا رغب ہونا امکان نہیں رکھتا اور یہ کہ میں  
 (اسے) ہزاروں نام سے پکارتا ہوں، نہیں جانتا کیوں  
 مدت ہوئی ہے میرا اس کی مڑگاں مجھ سے پھری ہوئی ہیں  
 میری جان کو بے گنتی ہے، نہیں جانتا کیوں

۱۲

جب اس ترک ستم گر کے ہاتھ میں کمان دیکھتا ہوں  
 دل بے تاب ہو جاتا ہے اور جگہ جگہ سے خود کو سامنے لاتا ہوں  
 اپنی آنکھ سر سے پہلے کھول کہ خدا کے شیر  
 اے غافل، وقتِ گرگ و میش کو نظر میں رکھتے ہیں  
 ناصح و جانوں کو نصیحت کوئی حاصل نہیں رکھتی  
 اس ستم اندیش کو رحم کا شیوہ سکھا  
 کبھی بھی ہمارے سر سے دستِ شفقت نہیں کھینچتا  
 عشق اس دہمی دل کو اپنا تک غمار رکھتا ہے  
 میرا آ زردہ جاں قدتوں میں پیدا ہوتا ہے  
 چند روز اس درویش کو مقسم بھیجے

۱۳

دل کہ میرے سینے میں تڑپا تھا  
 آج کل میری پلکوں سے ٹپک رہا ہے

از لب او میر آہ میر  
کز غمش جاں پہ لب رسید مرا  
آں کہ شب دید آغوش پہ فلک  
صبح در رنگ خاک دید مرا  
زود باشد کہ دوستان بچند  
بر سر کوئے او شہید مرا  
دست بر دم پہ تنگی بردن او  
میر در خاک د غول کشید مرا

۱۴

دارم چو جاں عزیز دل زار غولش را  
خون کردہ ام در او غم بسیار غولش را  
کہ کہ چو آفتاب پہ سری رسیدہ باش  
افغانگان ساجہ دیار غولش را  
حقیق کن کز اول خلقت کسے بنور  
زار ایں چنین نہ کشتہ گرفتار غولش را  
میر نہ رنگہ آں کہ پہ وقتہ دار جاں  
چشمے کشود و دید پہ سر یار غولش را  
جور و جفاست کار تو و من نہ سادگی  
موقوف رحم داشتہ ام کار غولش را  
مردم یک نگاہ کن رخصت از جہاں  
دارندگان حسرت دیدار غولش را  
سودائے ماست میر پہ حیار پیشہ اسے  
کو بارہا فروخت خریدار غولش را

۱۵

با ما بنور بے حرکی ہاست یار را  
بے وجہ رنجشے ست ہاں آں نگار را

اس کے لب کی مت پوچھ، آہ مت پوچھ  
 کہ اس کے غم میں میری جان لیوں پر آگئی  
 جس نے رات کو میری آگ آساں پر دیکھی  
 صبح کو مجھے رنگِ خاک میں دیکھا  
 جلد ہو گا کہ دوست دیکھیں گے  
 اس کے کپے میں مجھے شبید  
 اس کا ہر دم تجھ پر ہاتھ لے جاتا  
 میرے مجھے خاک و خون میں لٹا گیا

۱۳

اپنے دل زار کو جان کی طرح عزیز رکھتا ہوں  
 اس میں اپنے بہت زیادہ غم خون کر چکا ہوں  
 کبھی کبھی آفتاب کی طرح سر پر پہنچ جاتا کر  
 اپنی دیوار کے سائے میں پڑے ہوں کے  
 تحقیق کر کہ اولیٰ خلقت سے کسی نے آج تک  
 اپنے گرفتار کو اتنی بری طرح نہیں قتل کیا  
 اس پر رنگ سے مرتا ہوں کہ (جس نے) جان جانے کے وقت  
 آنکھ کھولی اور سربانے اپنے یار کو دیکھا  
 جو رو جھا تیرا کام ہے اور میں نے سادگی سے  
 اپنی مرادِ رحم پر موقوف کر رکھی ہے  
 جہاں سے رخصت (کے وقت) ایک لگاؤ سے محروم نہ کر  
 تیرے دیدار کی حسرت میں خود سے گذر جانے والوں کو  
 میرے تارا سودا ایک صبح ریشہ سے ہے  
 کہ جس نے اپنے خریدار کو ہار ہانچ دیا (ہے)

۱۵

یار کو ابھی تک مجھ سے بہت سی شکایتیں ہیں  
 اس خوبصورت معشوق کو بے وجہ یہ تمام رنجش ہے

ما تازہ داروانی جهان کسین نہ ایم  
چندیدہ ایم گردش لیل و نہار را  
گشتیم خاک و کینہ ویریدات بہاست  
ہر وہی نمی کنی ز دست این غبار را  
بر خاک ہم ز پہلوے ما کار تک شد  
یارب کہا بریم دل بے قرار را  
از دل نہ رفت جنبش مژگان گل رخاں  
با خود بہ خاک می برم این خارخار را  
بر ہر سخن سرستم مصلحت نہ بود  
از دست داد بے چہی چشم کار را  
برداشتن ز خاک بے مشکل است میر  
مخروج بے حد ستم روزگار را

۱۶

انس اسال نہ مانده ست ز انساں ما را  
می کشد دل ز جلاں سوئے بیاباں ما را  
بے تو شب باقی گل زار کہا خواہش بود  
چہ زباں داشتہ بلبل چہ گلستاں ما را

۱۷

حالیا دور دل نمی سمجھ غم بسیار ما  
یک دو روز اے بے وفا کم کم بکن آزار ما  
ما بہ یک دید چمن از دور دل خوش می کشیم  
بر نہ تابد منت کل گوشہ دستار ما  
کوچہ اور را چمن کردیم چوں رخصت شدیم  
ریخت رنگ تازہ صد جا دیدہ نواں بار ما

ہم جہاں کہن میں تازہ وارد نہیں ہوئے ہیں  
 لیل و نہار کی گردش بہت دیکھ چکے ہیں  
 ہم خاک ہو گئے اور حیرا پرانا کینہ اپنی جگہ پر ہے  
 تو اپنے دل سے اس غبار کو پاہر نہیں کرتا  
 خاک پر بھی ہمارے معاملے میں کام مشکل رہا  
 یارب دل بے قرار کو کہاں لے جائیں  
 دل سے گل رنجوں کی مڑکھوں کی کٹک نہیں گئی  
 اپنے ساتھ خاک میں اس خارخارا کو لیے جاتا ہوں  
 ہر بات پر میرا رونا مصلحت نہیں تھا  
 آنکھ کی کم ظرفی نے کام ہاتھ سے کھو دیا  
 خاک پر سے اٹھانا بہت مشکل ہے میرا  
 زمانے کے ستم کے بے حد مجروح کو

۱۶

اس سال ہمیں انسانوں سے انس باقی نہیں رہا ہے  
 دل ہمیں جنوں کے ساتھ بیاباں کی طرف کھینچ رہا ہے  
 حیرے بغیر گلزار میں شبِ باشی کی خواہش کہاں تھی  
 بلبل نے ہم سے گلستاں (میں آنے) خوشامد کی تھی

۱۷

ان دنوں دل میں ہمارا غم بسیار نہیں مانتا  
 ایک دو روز اسے بے وفا ہمیں کم کم آزار دے  
 ہم دور سے دل کو جان کے ایک نظارے سے دل خوش کر لیتے ہیں  
 ہمارا گوشہ دستار گل کا احسان اٹھانے کی تاب نہیں رکھتا  
 ہم نے اس کے کوچہ کو چمن کر دیا جب رخصت ہوئے  
 ہماری خون رونے والی آنکھوں نے سوچک تازہ رنگ بکھیر دیے تھے

ما خود اے صورت گراں بیش از خیالے میستم  
 شاید از دست شتا صورت بگیرد کار ما  
 در بدآموزی او بچھ احتیاج غیر نیست  
 خوب می داند ره و رسم جفا را یار ما  
 من بہ خاک رہ برابر کشتم و یک رہ نہ گفت  
 بود خاک افتاده اے در سایہ دیوار ما  
 کاروانی گریہ ایم و ی رسم از شہر دل  
 نیست چیزے میر غیر از درد و غم در بار ما

۱۸

بجا بہ طرف شبید نکاو خواباں را  
 تہیں مرآت چشم سیاہ خواباں را  
 تو اے غزال چکارہ گری کہ روح امیں  
 کہینہ صید بود دام گاہ خواباں را  
 بہ یاد ی دہم چٹکی گل در باغ  
 گلست تازہ طرف نکاہ خواباں را  
 ملک اگر ہمہ بر عرش می پرد لیکن  
 جگر کھا کہ نوسد گناہ خواباں را  
 نظر بہ مکمل جواہر نمی کند اے میر  
 بہ دیدہ آں کہ کشد گرد راہ خواباں را

۱۹

شد ز پہلو دل یکاتہ ما  
 بے سبب نیست درد شاید ما  
 جز بدی از کسے نمی آید  
 رسم خوابے ست در زمانہ ما  
 گویا سرگزشت مجنون است  
 ی چکد درد از فسادہ ما

ہم خود بھی اسے صورتِ گرہ ایک خیال سے زیادہ نہیں ہیں  
 شاید تمہارے ہاتھ سے ہماری مراو بر آنے کی صورت نکل آئے  
 اس کو برائی سیکھنے کے لیے غیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے  
 ہمارا یار جفا کی رو و رسم خوب جانتا ہے  
 ہم خاکِ رو کے برابر ہو گئے اور ایک پار (بھی) نہ کہا  
 ہماری دیوار کے سائے میں ایک خاک افتادہ ہوا کرتا تھا  
 کاروانِ گرہ ہیں اور شیر دل سے آئے ہیں  
 ہمارے اسباب میں میر درد و غم کے سوا اور کچھ نہیں ہے

۱۸

خوہاں کی نگاہ کے شہید کی طرف آ  
 خوہاں کی چشمِ سیاہ کی مرآت کو دیکھ  
 اے نوزلِ تیری کیا اوقات ہے کہ روحِ الامیں (بھی)  
 ادنیٰ سید ہو جائے خوہاں کی دامِ گاہ کا  
 مجھے باغ میں گل کی چٹکی یاد دلاتی ہے  
 کلاوِ خوہاں کے کنارے کی تازہ شکن کی  
 اگر فرشتے پورے عرش پر بھی اڑتے رہیں تب بھی  
 (ان کی) اتنی ہمت کہاں کہ خوہاں کا کناہ نکلیں  
 موتی پڑے ہوئے سرے پر نظر نہیں ڈالو اے میر  
 وہ جو خوہاں کی رلا کی گرد آئینوں میں لگتا ہے

۱۹

ہمارے پہلو میں دلِ پکا نہ قسم ہو کیا  
 ہمارا اور دشانہ بے سوچ نہیں ہے  
 کسی سے ہڈی کے سوا کچھ اور نہیں ملتا  
 ہمارے زمانے میں یہ خوب رسم ہے  
 تو کہے مجھوں کی سرگزشت ہے  
 ہمارے فسانہ سے درد چھپتا ہے



نالہ بلبلان میر آہنگ  
 می وہ یاد از ترازے ما  
 عمر من پر در کے بگذشت  
 کہ نیاہ کیے چ خانہ ما  
 نیست مرنے کہ پر زبانش نیست  
 بیت انداز عاشقانہ ما  
 حیف در شور زار عالم میر  
 سبز باگشت سوخت دانہ ما

۲۰

رو چ گشتن کرد پائیز از گلست رنگ ما  
 نوحہ گر شد از غم دل مرغ سیر آہنگ ما  
 ما کہ سیر عالم خزید عمرے کردہ ایم  
 دست این چائی آید چ چشم حکیم ما  
 طری معلوم شد لفظ زبان دیگر است  
 این لغت جائے نمی یابند در لڑکچہ ما  
 گفتگوئے سخت ما ہم بے نزاکت نیست میر  
 در بغل دارد چو سنگ شیشہ جینا سنگ ما

۲۱

بے چہنل کے شناسی طرز گفتار مرا  
 دیدہ نازک کن کہ فنی حرف تہہ دار مرا  
 آن چہاں می آئی از حکمیں کہ گویا می روی  
 طرز رفتار تو باشد آمد کار مرا  
 تا ز چشم مست خود رطل گرام دلدہ است  
 پا ز وضع خویش بیرون است رفتار مرا  
 جوش اہکم دیدہ دریا آتش از شمشیر پرید  
 پیش خدمت گشت آخر گرید زار مرا

پہلوں کا چلند آواز نالہ  
 ہمارے قرائے کی یاد دلاتا ہے  
 ہماری عمر کسی (ایسے) کے دور پر گزرنی  
 جو ایک بار بھی ہمارے گھر پر نہیں آیا  
 کوئی پرعدہ (ایسا) نہیں ہے کہ جس کی زبان پر نہیں ہیں  
 ہمارے عاشقانہ انداز کے شعر  
 افسوس دنیا کی کھاری زمین میں میر  
 ہمارا بیج سبز ہوئے بغیر بھل گیا

۲۰

ہماری شکستہ رنگ (کی وجہ) سے نزاں نے نقش کی طرف رخ کیا  
 ہمارا چلند آواز پرعدہ فلم دل کے سبب فوجہ گر بن گیا  
 ہم کہ عالم تنزیہ کی مذہبوں میں کر چکے ہیں  
 ہماری چشم ٹھک میں اس جگہ وسعت نہیں آتی  
 خوشی معلوم ہوا دوسری زبان کا لفظ ہے  
 یہ لفظ ہماری فرجک میں جگہ نہیں پاتا  
 ہماری سخت گفتگو بھی بے نزاکت نہیں ہے میر  
 ہمارے مقرر کو بیجا سنگ شیار کی طرح پہلو میں رکھتی ہے

۲۱

تو کب نور کے بغیر میری طرز گفتگو کو سمجھتا ہے  
 وقتِ نظر سے کام لے تاکہ میرے تہ دار حرف کو سمجھے  
 جنکس سے تو اس طرح آتا ہے گویا جا رہا ہے  
 حیر (اس) طرز رفتار سے میرا کام بن جاتا ہے  
 جب سے تو نے اپنی مست آنکھوں سے شراب کا بڑا جام دیا ہے  
 چلنے میں حیر رفتار کا انداز ہی کچھ اور ہو گیا ہے  
 سمندر نے میرے آنسوؤں کا جوش دیکھا، اس کی آنکھوں سے چنگاریاں اڑیں،  
 آخر کار میرے گریہ زار نے (اس کی) خدمت کی

کار بر کوہ و بیاباں از غم من نکل شد  
ظرف کم آمد جہاں اندوہ بسیار مرا  
سادگی ہیں کز طیب بے شکونے ہم چہ عشق  
آرزومندی بہبودی ست پیار مرا  
میرِ پشتِ چشم نازک کردن گل خار کرد  
کاش شاید او را یک نظر یار مرا

۳۲

بلند انداختم چوں غوش قدماں را  
مردم پست سرو بوستاں را  
چہ می پری کہ عالم گفتنی نیست  
تو ہم سکھا سر آہی داستاں را  
تو بے رنگی و گل کردی چہ رنگے  
کہ گل گل بگلانیدی جہاں را  
وقائے گل اگر معلوم می شد  
نمی بستم در آہی بان آشیان را  
سر راہ میرِ جاں دشوار می داد  
چہ پیش آمد نہ دانم آں جوان را

۳۳

حیف بر حال دل فتنہ نظر نیست ترا  
ماہ آہی حال رسیدیم و خبر نیست ترا  
مردہ نہ دازیت اے دیدہ دل از جا ما را  
می زند بگر بلا جوش و خطر نیست ترا  
دانم از گرم روی ہائے تو اے عمر عزیز  
یک مژہ فرستہ مامن چہ شرہ نیست ترا

میرے غم سے کوہِ دیباہاں پر مشکل آ پڑی  
میرے کثیر غم کے لیے جہاں کا طرف کم پڑ گیا  
سادگی و کچھ کہ عشق جیسے مغسوس طیب سے  
میرا بیمار شفا کا آرزو مند ہے  
میرنگل کے غرور کرنے نے خار کر دیا  
کاش اس کو ایک نظر میرا یاد رکھا میں

۲۲

جب خوش قدوں کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہوں  
بوستاں کے سرو کو پست کر دکھاتا ہوں  
کیا پچھتے ہو کہ میرا حال کہنے کے لائق نہیں ہے  
تو بھی اس داستان کو شروع مت کر  
تو بے رنگ ہے اور رنگ میں نکاہر ہوا  
کہ جہاں (کے باغ) کو طرح طرح کے رنگ میں کھلایا ہے  
اگر گل کی وفا معلوم ہوتی  
اس باغ میں آئیاں نہیں ہاں ہوتا  
سر رہ میرے تکلیف سے جان دی  
اس جہان کو کیا بخش آیا نہیں جانتا

۲۳

افسوس دلِ عست کے حال پر تیری نظر نہیں ہے  
ہم اس حال کو پہنچ گئے اور تجھے خبر نہیں ہے  
تیری تدابری اُسے دیدہ ہمارے دل کو اپنی جگہ سے لے گئی  
حیرتِ بلا جوش مار رہا ہے اور تجھے خوف نہیں ہے  
تیری حیرتِ قاری سے اُسے عمرِ عزیز میں رنجیدہ ہوں  
شرر کی طرح تجھے پل بھر رکنے کی فرصت نہیں ہے

میر مصروفِ بکا ایں ہمہ بودنِ عالم  
چچ اندوہِ دل و فکر جگر نیست ترا

۲۴

حرف بدگو نقشِ خاطر بود محبوبِ مرا  
زو پہ فرقِ نامہ بر ناخواندہ مکتوبِ مرا  
سعی آکھوں کن کہ بعد از من چہ حاصل لے فلک  
شیوہ رحے اگر آموختی عجبِ مرا  
چشمِ ساقی ہر زماں یوم کہ در بزمِ شراب  
از دو ساغر بے تکلف کرد محبوبِ مرا  
طرفِ ترا ایں است آں ہم داغِ جست و جوئے است  
در کنارِ ہر کہ جا کردہ ست مطلوبِ مرا  
صبر کردن بر بلا اے میر از من یاد گیر  
گرم ایں کار است از حد پیشِ ایوبِ مرا

۲۵

لب را گئے پہ خندہ نیاوردہ ایم ما  
تا بودہ ایم، گرچہ کہیں بودہ ایم ما  
ما واکشانِ سایہ آں قامتِ خوشِ ایم  
ہر گز پہ پائے سرو نیاوردہ ایم ما  
گر سجدہ گاہِ غفلتِ شود خاکِ ما بجاست  
حمرے پہ پائے یار نہیں سودہ ایم ما  
با آں امیدواری لطفے کہ واقفیم  
حرفِ حناچے نہ تو نشودہ ایم ما  
ایں عقدہ در دل است کہ گاہے پہ کامِ دل  
بہرِ قہائے ناز تو نکشودہ ایم ما  
چوں سایہ با تو ایم و زہں شرمِ ناکسی  
روئے سیاہِ غم نہ تو نمودہ ایم ما

میر آہ و زاری میں اتنا مصروف رہنا، عالم  
تجھے دل کے اندوہ اور جگر کی غلڑا بھی نہیں ہے

۲۴

پد کو کی بات میرے محبوب کو فضلِ خاطر تھی  
میرے خط کو پڑھے بغیر نامہ بر کے سر پر مارا  
اس وقت کو شش کر کہ میرے بعد اسے فلک کیا حاصل  
اگر میرے محبوب کو رحم کا شیوہ سمجھاتا ہے  
ہر وقت ساقی کی چشم کو بوسہ دیتا ہوں کہ شراب کی بزم میں  
دو ساغر سے میرے محبوب کو بے تکلف بنا دیا  
طرفہ تر یہ ہے (کہ) وہ بھی اس کی جستجو میں کمال رنجیدہ ہے  
جس کسی کے پہلو میں (بھی) میرے مطلوب نے جگہ بنائی ہے  
مصیبت پر مہر کرنا اسے میرا جگہ سے سیکھ  
میرا ایوب اس کام میں حد سے زیادہ سرگرم ہے

۲۵

لیوں کو بھی غمی سے ہم نے آلودہ نہیں کیا  
ہم جب تک زندہ رہے روتے رہے تھے  
ہم اس خوبصورت قامت کے سائے میں پڑے رہنے والے ہیں  
کبھی بھی ہم نے سرو کے قدموں میں آرام نہیں کیا  
اگر ہماری خاک خلق کی سجدہ گاہ ہو جائے، بھاجے  
ایک عمر یار کے پاؤں پر ہم نے پیشانی رگڑی ہے  
حلف کی اس امید داری کے باوجود جو ہم رکھتے تھے  
تجھ سے عنایت کا ایک حرف ہم نے نہیں سنا  
یہ گرہ دل میں ہے کہ کبھی دل کی مراد (پوری کرنے) کے لیے  
تیری قبائے ناز کا بند ہم نے نہیں کھولا ہے  
سائے کی طرح تیرے ساتھ ہیں اور بے حیثیت ہونے کی شرمندگی کی وجہ سے  
اپنا رخصت سیاہ ہم نے تجھے نہیں دکھایا ہے

عالم پہ چشمِ ما ہمہ شد تیرہ و ہنوز  
بر گریہ میرِ نالہ نفلزودہ ایم ما

۲۶

چہیدہ پہ دل طور تو عاشقِ بہراں را  
چشمِ تو ز خود ساقی طالبِ نظراں را  
یک بار سر از روزنہ خانہ بروں کن  
تک ایں ہمہ صہد دلِ درپردہاں را  
رو سسے گل و لالہ پہ ایں حسنِ میادہ  
بر باد دہ عزتِ غنیمتِ جگراں را  
سازند اگر شیشہ بدیں شکلِ ہسازند  
یک رہ دہانیدہ دلمِ شیشہ گراں را  
میرم پہ یک دیدن و دانست نہ بیند  
عشق است پہ آزدنِ من خوشِ پیراں را  
بر آبِ رواں سے کشی ما کہ دہام است  
عوشِ می گذرانمِ جہانِ گزداں را  
آدابِ جنوں یاد ز من گیر کہ بسیار  
در یافتہ ام صحبتِ آشفتہ سراں را  
آں ای تو کہ سرگرم رہ عشقِ تو یافتہ  
دامن پہ میاں بر زوہ نازک کمرہاں را  
آسودگی اہلِ فنا ہے سببِ نیست  
شاہدِ خبرے می رسد ایں پہ خبراں را  
خواہم کہ نختیں رسومِ زخمِ رسائے  
تا کشے اور میر نہ زخمِ دگراں را

۲۷

یک لفظِ خوں نہ خوردہ چہیں چو شکر کہ ما  
یک گل نہ داشت ایں ہمہ دلمِ جگر کہ ما

عالم ہماری آنکھوں میں تمام اندھیر ہو گیا اور ابھی تو  
میر رونے پر ہم نے فریاد کا اضافہ (تک) نہیں کیا ہے

۴۶

خوابِ صورتی کے چاہنے والوں کے دل پر تیرا اندازِ نقش ہو گیا ہے  
حیرتی آنکھوں نے از خود طالبِ نظروں کو بتایا ہے  
ایک بار سرِ گھر کے روزن سے باہر نکال  
درِ بدروں کے دل کو اتنا تنگ (دکھنا) مت پسند کر  
اس حسن کے ساتھ گلِ دلال کی طرف چہرے کو نہ کر  
خونیں جگروں کی عزت کو برباد مت کر  
اگر شیشہ بنائیں تو بالکل اس شکل کا بنائیں  
ایک بار میرا دل شیشہ گروں کو دکھلا دے  
ایک (بار) دیکھنے کو مرتا ہوں اور جان کر نہیں دیکھتے  
(ان) خوابِ صورت لڑکوں کو مجھے ستانے پر شاباش ہے  
آبِ رواں پر ہماری سے کتنی کون سی ہمیشہ کے لیے ہے  
ہم جہاں گزراں کو خوش گزار رہے ہیں  
مجھ سے آداب جنوں سیکھ لے کہ بہت (کچھ)  
میں نے آشفٹ سروں کی صحبت سے پایا ہے  
تو وہ ہے کہ تیرے عشق کی راہ میں سرگرم پائے جاتے ہیں  
نازک کمر رکھنے والے کمر بستہ ہو کر  
اہلِ فدا کی آسودگی بے سبب نہیں ہے  
شاید ان بے خبروں تک کوئی خبر پہنچی ہے  
چاہتا ہوں کہ (سب سے) پہلے مجھے ایک دُلم رسا پہنچے  
تاکہ دوسروں کو میرا اس کا کشتہ نہ دیکھوں

۴۷

ایک غنچے نے (بھی) اس طرح پہلے ٹوں نہیں پیا تھا جتنا کہ ہم نے  
ایک پھول نے (بھی) تگر پر اسے سارے دُلم نہیں کھائے تھے جتنے کہ ہم نے



برق نہ جست غنہ زناں ایں چنیں کہ تو  
اہرے نہ غاست گر یہ کتاں ایں قدو کہ ما  
دعویٰ ضرور نیست تنہم کہ می روی  
زیں بزم اے چراغ تو پیش از سحر کہ ما  
باز آہد بہ لالہ ایں باغ سبز ہیں  
او کے چنیں نشہ بہ نگوں تا کمر کہ ما  
کردیم صرف نامن خود میر جید را  
زیں ساں کشادہ است کہ دست ہر کہ ما

۲۸

بہ پیش روئے خود چڑے نمی داند گلشن را  
چہ بارے در سر است ایں دلہران دوست دامن را  
بہ امیدے کہ عشق آتش زند ایں جانِ لم ناکم  
بہان شمع یک جا کردہ ام رگ ہائے گردن را  
بہ سخن ایں گلستان باندہ ام یک عمر زنجیری  
مگر نصیہ اید اے ہم صغیراں شور شیون را  
تک آئی دریا جاں بہ لب دارو مرا تا کہ  
نظارے می دہم چوں ابر تر یک بار دامن را  
قہب نیست گر اے میر من قادر سخن مستم  
کہ خدمت کردہ ام بسیار مشاقان ایں فن را

۲۹

انداز دیدن او در نگوں کشید ما را  
از چشم یار دئے آخر رسید ما را  
شور محبت من از بس کہ دلش افکار  
آہ برائے دیدن ہر کس شنید ما را  
محروم داشتہ دل رقتیم ما کہ دوراں  
در چنیں بہ ناگہ زیں باغ چید ما را

کوئی برق اس طرح خندہ زباں نہیں چمکی تھی جیسا کہ تو  
 کوئی ابر اس قدر گرہے کہاں نہیں اٹھا تھا جتنا کہ ہم  
 دعویٰ ضروری نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں (کہ) تو جانتا ہے  
 سحر سے پہلے اس بزم سے اسے چراغ کہ ہم  
 دوبارہ آ کر اس باغ ہز کے لالہ کو دیکھ  
 وہ کمر تک خوں میں اس طرح کب بیٹھا ہے کہ جیسے ہم  
 میرا ہم نے پیشانی کو اپنے ناخن پر صرف کرو یا  
 اس طرح دست ہنر کس کا کشادہ ہے (جیسا) کہ ہمارا

۲۸

اپنے چہرے کے سامنے گلشن کو کوئی چیز نہیں سمجھتے  
 نہ جانے یہ دوستوں کے دشمن دل چرانے والے کیا گمان رکھتے ہیں  
 اس امید پر کہ میری اس غم ناک جان کو عشق جلا ڈالے  
 ضیاع کی طرح گردن کی رگوں کو ہم نے یک جا کر دیا ہے  
 اس گلستان کے گلشن میں ایک عمر زنجیری رہا ہوں  
 مگر اے ہم صبر و (تم نے) خیموں کا شور نہیں سنا  
 سمندر کی تلک آبی مجھے کب تک جان بلب رکھے گی  
 ابر تو کی طرح ایک بار دامن چھوڑ دیتا ہوں  
 تعجب نہیں ہے اگر اے میرا میں قادر سخن بن گیا  
 کہ اس فن کے معشوقوں کی بہت زیادہ خدمت کی ہے

۲۹

اس کے دیکھنے کے انداز نے مجھے خوں میں لٹایا  
 یار کی چشم سے آغوش ایک دلم ہم تک پہنچا  
 میرا شور محبت نہایت دل کش نکلا  
 جس نے بھی سنا مجھے دیکھنے کے لیے آیا  
 ہم دل کے کھیلنے سے محروم چلے گئے کہ زمانے نے  
 فتنے کی صورت میں (ہی) اچانک اس باغ سے ہمیں توڑ لیا

ہر کس بہ دلیر خود شد ہم کنار شاداں  
حسرت فزود ہے تو در روز عید ما را  
میرِ ایں حد مرقت آخر بہ کام چشت  
با خاکِ حیرہ یکساں چوں سرمہ دید ما را

۳۰

گر چہ روکش میستم در گریہ سلامی ترا  
لیک روزے می کشم اے ابر دانا ترا  
مہ کھا و چیرہ مہتابی تو از کھا  
تک می آید از ایں نسبت نلامان ترا  
باز از سر گر طبار از زخم ٹیزد چہ دور  
چشم بر رو داشتہ سرو غرامان ترا  
حق نازت را دے ہے عقل ما آرام نیست  
نحوں کہ شیریں است ظالم تلخ کامان ترا  
دوق حرفت از کہ در پیام کہ در سر ہوش نیست  
از شراب گفتگویت ہم کامان ترا  
بچ کس جز میرِ تاب چشم گردان نہ داشت  
یک نظر دیدم سر برگشتہ کامان ترا

۳۱

خطر در عشق ہر گام است جان بے قرارم را  
جب راہ آہ بخش آمد دل ناکردہ کارم را  
مردی صبح چشم و ہر طرف برخاست آہو ہے  
کشوری شام دلف و حیرہ کردی روزگارم را  
چہ سوش می کشاید ہال شوق از مرگِ خود غافل  
مگر مرغِ چمن ہم گل کہاں بردہ است یارم را  
چوں آن دجھال کہ کاردِ حق و ناگہ نمکِ سال افتد  
بغیر از ناامیدی نیست حاصل انتظارم را

ہر کوئی اپنے دلیر سے ہلکتا رہا (ہو کر) خوش تھا  
تیرے بغیر عید کے روز کے دن ہماری حسرت زیادہ ہو گئی  
میرا اس ساری مرگ نے آخر کار تیری آنکھوں کی محبت میں  
بھیس سرمہ کی طرح خاک تیرہ میں ملے ہوئے دیکھا  
۳۰

گرچہ رونے میں تیری قدرت کا مقابل نہیں ہوں  
لیکن ایک روز اے ایر میں تیرا دماں کھینچوں گا  
مہتاب کہاں اور تیرا چاند سا چہرہ کہاں  
اس تشبیہ سے تیرے غلاموں کو شرم آتی ہے  
ایک بار پھر اگر میری تربت سے غبار اٹھے کیا محب  
(کیوں کہ) میں تیرے سرو خراماں کے راستے میں آنکھیں بھجائے رکھتا تھا  
تیری تیغ ناز کو ایک دم بھی میرے قل کے بغیر عین نہیں ہے  
تیرے تلخ کاموں کا غم عالم کتنا شیریں ہے  
کس سے تیری باتوں کا حزمہ معلوم کروں کہ سر میں ہوش نہیں ہے  
تیری گھٹلو کی شراب سے، تیرے ہم کلاموں میں  
میرے سوا کوئی بھی آنکھ بھرنے کی تاب نہیں رکھتا تھا  
میں نے صبح ایک نظر تیرے تہاہ حائلوں کو دیکھا تھا

۳۱

عشق میں ہر قدم پر میری جان بے قرار کو خطرہ ہے  
میرے ناخبرہ کار دل کو جب راہ پیش آتی ہے  
(تو نے) صبح آنکھ کھولی اور ہر طرف ایک آشوب اٹھا دیا  
شام کو زلف کھولی اور میری زندگی کو تار یک کر دیا  
اپنی سوت سے غافل (ہو کر) شوق کے پر اس کی جانب توڑا ہے  
ضرور مرغ بچن نے بھی میرے یار پر گل کا گمان کیا ہے  
اس دہقان کی طرح جو بچ بوتا ہے اور ناگہاں خشک سالی پڑ جاتی ہے  
ناامیدی کے سوا میرے افکار کا کچھ حاصل نہیں ہے

من آن سوزاں درواں بوم کہ از بہر مراد خود  
 بہ شب شمعے بہ کف پروانہ می جوید مزارم را  
 نہ بہتم غنچہ، نے از من گلے بگفت در نگاہ  
 و لیکن کے تو اس پوشیدہ چوں عنبر بہارم را  
 کند آزرده جانے گاہ ہاشد گر یہ بر خاکم  
 کمن آوارہ اسے باد صبا مشت بہارم را  
 کشم اسے بحر غولبی تا کہا طیارہ از شوکت  
 لباب کن یکے مانند موج از خود کنارم را  
 چہ گویم میر از آن سوزے کہ با خود داشتہم چہاں  
 چہار آسا قنای شوکت آخر برگ و ہارم را

۳۲

ہر جا صیدے ست صید دامت بادا  
 در طائر سدرہ است، دامت بادا  
 ساقی سے خرقی بہ چامت بادا  
 گردیدن آسماں بہ کامت بادا  
 از لطف خیالہ حبایم کردی  
 دوراں بہ مراد دل دامت بادا  
 با روئے تو گر صبح مقابل کرد  
 خوردید گرفتار بہ شامت بادا  
 با ظہیر اگر وعدہ فردا داری  
 فردائے تو فردائے قیامت بادا  
 در منع شراب گر کئی کوتاہی  
 داحظ غورخ و خواب حرامت بادا  
 گر کشش تو اسے شمع بہ مسجد گم شد  
 اندوہ نثار سرت سلامت بادا

میں وہ سوز دروں سے چلنے والا تھا کہ اپنی مراد (حاصل کرنے) کے لیے  
 رات کو شمع پھٹیلی پر لیے پروانہ میرے حصار کو تلاش کرتا ہے  
 نہ میں نے ٹھنپے باندھا، نہ مجھ سے ظاہر ایک پھول (بھی) کھلا  
 مگر کون غنیمت کی طرح میری بہار کو چھپا سکتا ہے  
 ہو سکتا ہے کہ کوئی آرزوہ جان بھی میری خاک پر گریہ کرے  
 اے بادِ سہا میری مشتِ خاک کو مت بکھرا  
 اے بحرِ خوبی کب تک تیرے شوق کا غیاہ نہ سمجھوں  
 موج کی مانند ایک پار تو اپنے آپ سے میری آغوش کو بھر دے  
 میرا آس سوز کے بارے میں کیا کہوں جو میں خود میں چھپائے رکھتا تھا  
 چہر کی طرح آخر میرے برگ و بار کو ختم بنا گیا

۳۴

جہاں بھی ظکار ہے، تیرے جال کا ظکار ہو جائے  
 اگر طائرِ سدرہ ہے، تیرا مطلع ہو جائے  
 ساقی تیرے جام میں خوشی کی شراب رہے  
 آسمان کی گردش تیری رضا کے مطابق ہو جائے  
 صبرِ نانی سے مجھے پیلائے حباب بنا دیا  
 آسمان ہمیشہ تیری دل کی مراد پوری کرتا رہے  
 اگر (وہ) صبح تیرے چہرے کے سامنے آ جائے  
 خود شید تیری شام میں گرفتار ہو جائے  
 اگر فیروزے وعدہ فردا کرتا ہے  
 تیرا فردا، فردائے قیامت ہو جائے  
 اگر شراب سے منع کرنے میں کوتاہی کرے  
 دامنِ تیرا کھانا اور سونا حرام ہو جائے  
 اگر حیرا جوتا اے شیخِ مسجد میں گم ہو گیا ہے  
 غمِ مت کر حیرا سرِ سلامت رہے

در عهد تو گر میر بہ کاسے نہ رسید  
ایام بہ کام مستدامت بادا

۳۳

در عشق کس نہ گشت حریفِ نبرد ما  
بر روئے ما نہادہ جز رنگِ زرد ما  
بے رحمی تو تا چہ مقام است خود بھی  
مردیم بے تو و نہ رسیدی بہ درد ما  
گردیدہ ایم خاک و ہاں گھٹے در سر ایم  
سرمی کشد بہ ناز از این دشت گرد ما  
کس خواہش ہنر نہ کند ورنہ ہست میر  
این جنس تودہ تودہ بہ بازار سرد ما

۳۴

دش بر شعر ترے در قص آمد جان ما  
چوں نظر کردیم بود آں شعر در دیوان ما  
ما از این دین کہن بسیار فحلت می کشیم  
تازہ سازد کاش عشق دلبرے ایمان ما  
در خرام ناز پا را دیدہ دیدہ می گزار  
خار در راہت مہار باشد از مژگان ما  
طاق دل افتاد و تو گاہے قدم کذاشتی  
خانہ ہشت و نہ عشقی زینتِ ایوان ما  
باعث رسوائی ما گریہ شب ہائے ماست  
روز خوش یارب نہ بیند دیدہ گریان ما  
از خیال چہرہ آں ماہ طلعت ہر زمان  
پوستے در جلوہ دارو کلبہٗ ازان ما

اگرچہ تیرے عہد میں میر (ابنی) مراد کو نہیں پہنچا  
زمانہ ہمیشہ تیری مراد کو پہرا کرے

۳۲

عشق میں کوئی ہمارا حریف نبرد نہیں ہوا  
ہمارے منہ پر ہمارے زور رنگ کے سوا کوئی نہیں آیا  
تیری بے رگی کہاں تک ہے خود دیکھ  
ہم تیرے بغیر مر گئے اور تو ہمارے درد (کو دور کرنے) نہیں آیا  
خاک چھان چکے ہیں اور سارے فتنے ہمارے سر میں ہیں  
اس دشت میں ہمارا غمازناز سے سرائتا ہے  
کسی نے ہر کی خواہش نہیں کی درت میر  
یہ جنس لامیروں ہمارے بے روق ہاڑا میں ہے

۳۳

کل ایک شعر تر پر ہماری جان رقص میں آئی  
جب نظر ڈالی وہ شعر ہمارے دیوان میں تھا  
ہم نے اس پرانے دین سے بہت شرمندگی اٹھائی ہے  
کاش ایک دلبر کا عشق ہمارا ایسا تازہ کر دے  
فراخ تاز میں پاؤں دیکھو دیکھ کر رکھ  
تیری راہ میں ہماری چٹکوں کا کائنات پڑا ہو  
دل کا طاق اگر (بھی) گیا اور تو نے کبھی قدم نہ رکھا  
گھر ڈھسے (بھی) گیا اور (تو) ہمارے ایس کی زینت نہیں بنا  
ہماری رسوائی کا باعث ہمارا راتوں کا رونا ہے  
ہماری روتی ہوئی آنکھ یا رب خوشی کا دان نہ دیکھے  
اس ماہ طلعت کے چہرے کے خیال سے ہر وقت  
ہمارے گلہ اخزاں میں ایک یوسف کا جلوہ رہتا ہے



مستم اے میرِ گم نام ایں ہمہ در عاشقی  
شہرتے دارد در آں کو خانہ دیران ما

۳۵

سال با تیار ماندم ہے تو کے دیدی مرا  
مردم از بے لطیف آخر نہ پرسیدی مرا  
رو بہ چوں من ناکے یک بار آوردی مگر  
کس نہ بود اے عشق در عالم کہ جھویدی مرا  
ایں قدر اے لالہ با من گرم جوشی خوب نیست  
در چمن دیدی و ہم چوں داغ پشیدی مرا  
نیست چوں من نسخہ اے جامع ہزار افسوس میر  
دیر چوشت ماندم و مطلق نہ فہیدی مرا

۳۶

از غلط پشت بہت در دل چہا داریم ما  
ی کھلم آزار و بر رویت نمی آریم ما  
ی برو ہر دم بہ تنگی جور ہے باکانہ دست  
کشئے اندازہ ادبشائے داریم ما  
کو دماغ و دل کہ صرف سیر ایں گلشن کنیم  
از غم مفرط بہ حال خود گرفتاریم ما  
بعدِ مردن خاک گلشن آں کہے رفتن بہ یاد  
کارہا بسیار در پیش است و ہے کاریم ما  
تا کجا در ہجر او با فتہ کس گردد دوچار  
مصلحت در مرگ ی عظیم ناچاریم ما  
در امید لطف خواہاں صرف شد عمر عزیز  
میر تا کے جان غم کش را بیازاریم ما

میر میں عاشقی میں اتنا گم نام نہیں ہوں  
اس کو پہنے میں ہمارے دیران گھر کی شہرت ہے

۳۵

تیرے بغیر سالہا چار رہا تو نے کب مجھے آ کر دیکھا  
تیری بے توجہی سے مر گیا آخر مجھے نہ پوچھا  
مجھ جیسے بے کس کی طرف (تو نے) ایک بار رخ کیا، شاید  
دنیا میں اسے عشق کوئی (اور) نہیں تھا کہ تو نے مجھے ڈس لیا  
اسے لالہ مجھ سے اتنی گرم جوشی اچھی نہیں ہے  
(تو نے) چمن میں دیکھا اور دماغ کی طرح مجھ سے پست کیا  
مجھ جیسا کوئی جامع کمال نہیں ہے، ہزار افسوس میر  
بہت دنوں تک تیرے سامنے رہا اور (تو) مجھے مطلق نہیں سمجھا

۳۶

تیرے ہونٹ پر کے روؤں سے ہم دل میں کیا کیا رکھتے ہیں  
ہم آزاد سمجھتے ہیں اور تجھ پر غلام نہیں کرتے  
ہرم ظلم کی تلوار کی طرف بے باکانہ ہاتھ بڑھائے رہتا ہے  
ہم پار کے اوپاشانہ اعزاز کے مارے ہوئے ہیں  
دماغ اور دل کہاں کہاں گلشن کی سیر میں صرف کریں  
ہم غم کی افراط سے اپنے (ہی) حال میں گرفتار ہیں  
مرنے کے بعد خاک ہونا اور اس کے بعد ہوا میں بکھر جانا  
بہت سے کام پڑے ہوئے ہیں اور ہم بیکار بیٹھے ہیں  
کہاں تک اس کے بھر میں فتنے سے کوئی بچ سکتا ہے  
مرنے ہی میں مصلحت دیکھتے ہیں، ہم ناچار ہیں  
عمر عزیز خوابوں کی مہربانی کی امید میں صرف ہو گئی  
میر کب تک غم اٹھانے والی جان پر (ہم) ظلم کرتے رہیں گے

۳۷

گردیدہ ایم کوے پہ کو شہر ناز را  
مطلق رواج نیست محتاج نیاز را  
چیزے صودہ طرح کہ او گرم ناز شد  
آتش زند خاتہ آئینہ ساز را  
از اشک شیشہ بر سر مژگان پہ ہر دم است  
ماند پہ ہجر چشم قرم شیشہ باز را  
آرام دل پہ بزم جہاں درد فحشی است  
چوں شمع می برند زبان دواز را  
می بایست گدائند عشق ز درد عشق  
دگرے نمی نہند دل بے گداز را  
از طور روزگار جہان پہ آگہ اند  
ایشان نہ دیدہ اند نشیب و فراز را  
در شہرہ خانہ میر نگر بود شب کہ صبح  
دیدم پہ دست مفتوحہ مہر نماز را

۳۸

چہاں از خود کنم زان گوشت شویخ پدربانے را  
کہ آتش می شود بے پنج و می سوزد جہانے را  
ز اخلاص تو اے جان جہاں اندیشہ ہا دارم  
کہ می یابم پہ خود سرگرم کہیں ہر مہربانے را  
ز قتل میر آگہ بچشم یک ایں قدر دانم  
کہ می بروم از کوئے تو نقش لوجوانے را

۳۹

شب از جگر کشیدم یک آہ آتشیں را  
او آتشی دگر زد در دل من حزیں را

۳۷

کو بہ کو شہرِ ناز میں ہم نے گشت کی ہے  
 متاعِ نیاؤ کا مطلق رواج نہیں ہے  
 ایک چیز نے (ایسی) صورت دکھائی کہ وہ مصروفِ ناز ہو گیا  
 آنکھ سبز کے گھر کو آگ لگا دیں  
 آنکھ سے ہر دم شیشہ مڑ گاں کے اوپر ہے  
 میری چشمِ تر شیشہ بازار کو دور رکھتی ہے  
 دل کا آرام بزمِ جہاں میں غوثی میں ہے  
 شمع کی طرح زمانِ دراز کو قطع کر دیتے ہیں  
 در و خشق سے گداخت ہو جاتا چاہیے  
 دل بے گداؤ کو کوئی عزت نہیں بخشتا  
 نوجوان زمانے کے طور سے کب آگاہ ہیں  
 ان لوگوں نے لشیب و فرائز نہیں دیکھا ہے  
 میرے سرورِ راسخ کو شراب خانے میں تھا کہ صبح  
 میں نے مٹھی کے ہاتھ میں میر لہاؤ کو دیکھا ہے

۳۸

اسنے زیادہ ہڈیاں شوح کو کس طرح اپنا بناؤں  
 کہ آتش ہے بچ ہو جاتی ہے اور دنیا کو جلا دیتی ہے  
 حیرتی دوستی سے اسے جانِ جہاں بہت خوف کھاتا ہوں  
 کہ ہر مہرباں کو اپنے خلاف کینہ میں سرگرم پاتا ہوں  
 میرے قتل سے آگاہ نہیں ہوں لیکن اتنا جانتا ہوں  
 کہ تیرے کوچے سے ایک نوجوان کی قش لے جا رہے تھے

۳۹

شب کو جگر سے میں نے ایک آواز تھیں بھینچی  
 اس نے مجھ خمِ زہر کے دل میں ایک اور ہی آگ لگا دی

غیرت نمی گذارد اے چندگو وگرنہ  
 یک لحظہ ی مودم آں سحر آفریں را  
 از تالہ میر ہنس کن بے درد چند سازی  
 آرزوہ رواں را، دنیچہ ہم نشیں را

۴۰

نہ کسقم ہم چہ شمع کشتہ سوز سینہ خود را  
 چہ خاموشی ادا کردم غم دیرینہ خود را  
 نہ امروزی ست درد سے خانہ ایں عاشق شرابی با  
 گرد صد بار کردم غرقہ پیشینہ خود را

۴۱

خود ستائی، خود سری معیوب ی دانم ما  
 درت طرز شعر مکتوب خوب ی دانم ما  
 انتظام خط او از ہنس چہ گلشن ی کسقم  
 غنچہ نقادہ را مکتوب ی دانم ما

۴۲

بر مرا و دل نہ دیدم لالہ روئے خویش را  
 ی برم درد خاک با خود آرزوئے خویش را  
 ہنس کہ از بے اعتباری ہائے خود شرمندہ ام  
 بر درش خواہم برید آخر گلوئے خویش را

۴۳

آمد اجل چہ صورت خوبے چہ سر مرا  
 درد خاک و خون کشید مصور پیر مرا

۴۴

چہ ذکر سے بیاوردیم لب را  
 دعا کسقم درد بکشد شب را

غیرت اجازت نہیں دیتی اسے نا صبح و مگر  
ایک لفظ دکھاتا اس سحر آفریں کو  
میر آب نالہ بس کرہ بے درد (اور) کتنا کرے گا  
رہروں کو آ زردہ، ہم نہیں کو رنجیدہ

۳۰

ہم نے بھی ہوئی شمع کی طرح اپنے سوز سید کا بیان نہیں کیا  
خاموشی سے اپنا غم دیرینہ بیان کر دیا  
یہ بہت زیادہ شراب نوشی صرف آج ہی سے خانہ میں نہیں (کی) ہے  
سو بار (میں نے) اپنا ہشیمہ کا ثرقہ گرو دی رکھا ہے

۳۱

خود ستائی و خود سری ہم محبوب جانتے ہیں  
درد شمع کہنے کا طرز ہم خوب جانتے ہیں  
اس کے خط کا انتظار مجھے گلشن کی طرف بہت زیادہ کھینچتا ہے  
ناگفتہ فغنیہ کو ہم مکتوب جانتے ہیں

۳۲

اپنے لالہ رو کو میں نے دل کی مراہ پر نہیں دیکھا  
خاک میں اپنے ساتھ اپنی آرزو کو لیے جاتا ہوں  
کہ اسے میرا اعتبار نہیں ہے شرمندہ ہوں  
اس کے دروازے پر آخر کار اپنا گلا کاٹ دوں گا

۳۳

موت میرے سر پر ایک محبوب کی صورت میں آئی  
مصور پسر نے مجھے خاک و خوں میں لٹا دیا

۳۴

(ہم نے) شراب کے ذکر سے لب کو آلودہ کیا  
آدھی رات کے دھیکہ کو (ہم نے) الوداع کہا

چو رو در کعبہ وصلش نہ پای  
دہ از دست دایان ادب را

۳۵

کاشت ہر سر شام است مرا  
شوقِ آن ماہ تمام است مرا  
در پہ در کوئے بہ کوئی گرم  
شوقِ او تا چہ مقام است مرا

۳۶

جاں را دہ نسبت پہ او، جاناں کیا و جاں کیا  
لفظِ عشق را در نگرِ خود، ایں کیا و آن کیا  
در کوچہِ خود میر را می دار چندے محترم  
باز ایں مکان و جا کیا، آن بے سرو ساماں کیا

۳۷

پہ شور آورده اند از تو مزاجِ کدہ و ہاموں را  
پہ درد آمد سرِ تقلیدِ من فرہاد و مجنوں را

۳۸

نہ یافتہم پہ جہاں بابِ منزلِ خود را  
ز دم دو رویہ گلِ آخرِ درِ دلِ خود را

۳۹

بہارِ گرم سخن باز لعلِ نوشیں را  
نشانِ دہائی پہ سرِ سنگِ لعلِ رنگیں را

۵۰

ربود دل ز کفِ آن چشمِ نوحِ آدم را  
نگاہ بے خودش از ہوشِ بردِ عالم را

اگر (تو) اس کے وصل کے کعبہ کی راہ نہ پائے  
ہاتھ سے دامنِ ادب کو نہ چھوڑ

۴۵

ہر برِ شام مجھے ایک کاہش ہے  
اس مامِ تمام کا مجھے شوق ہے  
دور پہ دور، کوچہ پہ کوچہ پھرتا ہوں  
اس کا عشق مجھے کس حد تک ہے

۴۶

جان سے نسبت مت دے، جاناں کہاں اور جان کہاں  
اس کے تن کے لطف کو خود دیکھ، یہ کہاں اور وہ کہاں  
اپنے کوپے میں میر کو کچھ دن احرام سے رکھ  
بعد میں یہ مکان اور یہ جگہ کہاں، وہ بے سرو ساماں کہاں

۴۷

حیرے سبب (انہوں نے) کوہ اور بیابان کا حراج برہم کر ڈالا ہے  
میری تقلید کا خیال فرماؤ اور مجھوں کو مصیبت میں ڈال گیا

۴۸

دنیا میں اپنے گھر کا دروازہ نہیں پایا  
آخر اپنے دل کے دروازے پر دورِ یہ مٹی بھر دی

۴۹

لعل نوشین کو دو بارہ گرم سخن کر  
تو نے سرِ تنک سے لعلِ رنگین کا پتہ بتایا ہے

۵۰

وہ آنکھِ نوعِ آدم کا دل ہاتھ سے چرائے گئی  
اس کی بے خود لگاؤں دنیا کا ہوش لے اڑیں



۵۱

بے مزدت می نماید گل مرا  
یاد نخواستی کرد اے بلبل مرا

۵۲

از سہیدن برد آرام دل دیوانہ شب  
فلط واٹھلے بکروم من ز درد شانہ شب  
بر لبم اے کاش کھدشتے غم بسیار عشق  
باعث ہے غولبی جتنے شد ایں افسانہ شب  
چرخ زن بر گردہ شمعے گشت و خود را پاک سوخت  
داغ شد جان و دلم از جرأت پروانہ شب  
تا کدایش تیرہ روز عشق گرم نالہ است  
شعلہ اے سری کھد ہر دم از ایں ویرانہ شب  
در سے و شاہد پرستی رفتہ بود از کار میر  
مے کشاں کشتہ کش آخر بر در سے خانہ شب

۵۳

طلبے نما و پیش غورم از وفا طلب  
یعنی مرا بہ بزم ز دشمنی جدا طلب  
فرسودہ گشت پائے تو یک سر بہ راہ شوق  
اے رفتہ تلاش کسے تا کیا طلب  
نخواستی کہ صبح وا شودت دیدہ بر رخس  
برخیز و مثل آئینہ دست دعا طلب  
اے ہم نشین اگر بہ طبعے شوی دچار  
ایں درد چاہ گداز مرا ہم دوا طلب  
تا چند میر خاک در چوں خود سے شدن  
برخیز و ہر چہ می طلبی از خدا طلب

۵۱

مجھے گل ہے مروت نظر آتا ہے  
اے بلبل تو مجھے یاد کرے گی

۵۲

رات ترپنے سے دل دیوانہ نے میرا چین چین لیا  
میں رات شانے کے درد سے لوفتا رہا  
میرے ہونٹوں پر اے کاش عشق کے بے انتہا غم کی بات نہ آتی  
رات محفل کی بے خوابی کا یہ افسانہ باعث ہو گیا  
شمع کے گرد پھر لگا یا اور خود کو تمام جلا ڈالا  
رات میری جان اور دل پروانہ کی جرأت سے خد کرنے لگے تھے  
یہ کون سا عشق کا بد نصیب نالہ کرتا ہے  
رات ایک شعلہ ہر دم اس دیرانے سے سراٹھاتا ہے  
مے اور شاد پرستی میں میرا کام سے جا تا رہا تھا  
رات شرابیوں نے آخر اسے سے خانے کے دروازے پر قتل کر دیا

۵۳

لطف کر اور محبت سے مجھے اپنے پاس طلب کر  
یعنی مجھے بزم میں دشمن سے جدا طلب کر  
تیرے بھر عشق کے راستے میں ہانکل چھل چکے ہیں  
اے کسی کی تلاش میں جانے والے کہاں تک تلاش (کرے گا)  
(اگر تو) چاہتا ہے کہ صبح تیری آنکھیں اس کے رخ پر کھلیں  
اتھ اور آئینے کی طرح دست دعا طلب کر  
اے ہم نہیں تو اگر طعیب سے دو چار ہو  
میرے اس درد جان گزاری کی بھی دوا طلب کر  
کب تک میرا کسی اپنے ہی جیسے کے دروازے کی خاک ہونا  
اتھ اور جو کچھ بھی مانگنا ہے خدا سے طلب کر

۵۴

کشتن رسید حالا شب  
 باقی داستان ہے فردا شب  
 ہے تو می آورد ہے سر ہر روز  
 صد بلائے سیاہ ما را شب  
 می زند تالہ تنگی و آہ سناں  
 روز جنگ است دوستاں یا شب  
 ما کہ عادت پذیر لطف تو ایم  
 بگذرانیم چند تنہا شب  
 گلے میر جائے بد ہم نیست  
 می توں کرو روز این جا شب

۵۵

تا کہا میں ہے قراری تا ہے کے میں اضطراب  
 کرو رسوائے جہانم، خانہ خواہش خراب  
 کار خود پیش از جوانی کن کہ اے عظمت سرشت  
 چشم تا برہم زنی خواہست ایام شباب  
 شکر ایزد را کہ دیم زیر هلاقی مغاں  
 بر دو سے خانہ شیخ شہر را مست شراب

۵۶

چوں شمع چند گریم ہے اختیار ہر شب  
 تا کے دہم بر آتش پروانہ وار ہر شب  
 ہے آں دم لگانہ از گریہ ام چہ پرکاش  
 دارد محیل اعظم سر دو کنار ہر شب

۵۷

نمی آید ہے چشم خواب اشب  
 ہے جانم از دل ہے تاب اشب

۵۴

اب یہ رات قسم پر پہنچ گئی  
 باقی داستان کل کی رات پر  
 تیرے بغیر ہر روز سر پر لے آتی ہے  
 سو سیاہ جلا میں ہمارے لیے رات  
 نالہ تجلی اور آؤستاں چلاتی ہے  
 دوستو رات ہے یا جنگ کا دن  
 ہم کہ حیرے لطف کی عادت رکھتے ہیں  
 کب تک رات جہاں گزاریں  
 میر کا جگر بھی بری جگہ نہیں ہے  
 یہاں بھی کبھی رات بسر کی جاسکتی ہے

۵۵

یہ بے قراری کہاں تک اور یہ اضطراب کب تک  
 دنیا میں مجھے رسوا کرو یا خواہش کا خانہ غراب (ہو)  
 اپنا کام جو اتنی سے پہلے کر کے اے غفلت کی خور کھنے والے  
 جتنی دیر میں آنکھ بھیپکتا ہے جو اتنی کے دن خواب ہیں  
 خدا کا فکر کہ سقاں کے کوڑے کھاتے دیکھا  
 سے خانہ کے دروازے پر شراب میں مست شیشا شہر کو

۵۶

شیع کی طرح کب تک ہر رات بے اختیار دو تار ہوں  
 کب تک پروانے کی طرح آگ میں گر تار ہوں  
 اس دور کاغذ کے بغیر میرے رونے کو کیا پوچھتے ہو  
 محبہ اعظم اہر شب سرکنارے میں پیہا لیتا ہے

۵۷

آج رات آنکھوں میں نیند نہیں آتی  
 آج رات دلی بے تاب (کی وجہ) سے جان پر مبنی ہے

۵۸

از دہانش کس چہ گوید آں دہاں معلوم نیست  
 حرف بسیار است اتا بچ از آں معلوم نیست  
 طور و طرز رفتن اعلیٰ جہانم داغ کرد  
 عالمے بگذشت از این راه و نشان معلوم نیست  
 زان کمر از من پیریں اسے ہم نقیصں ہر دم کہ او  
 قندہ برپا کردہ و نمود درمیاں معلوم نیست  
 حیف باشد جب سائی گر مصلحت احتیاق  
 کز هجوم سجدہ ہا آں آستان معلوم نیست  
 طرح پیش آہن کہ ام تر ہجوم آوردہ است  
 مانے کم گشت یعنی آساں معلوم نیست  
 می رود زیں خاک داں خلق و نمی آید بہ چشم  
 گرد بسیار است در رو کارواں معلوم نیست  
 تا چہ بخش آید نہ دانم میر را در راو عشق  
 روزگارے شد کہ حال آں جواں معلوم نیست

۵۹

دعوی میر تو شائستہ صاحب تکر است  
 عشق کفر است اگر صرفہ جاں در نظر است  
 وقتہ فرصت شک آں کس کہ نگہ ی دارد  
 آہ ازیں عمر کہ چوں آب رواں در گذر است  
 صحبت شیخ و من رند چساں درگیرد  
 عشق راہ دیگر و عقل طریق دیگر است  
 دیدی آخر کہ چہ ہشیار مرا گشت آں طفل  
 این گمان غلطے بود کہ او بے خبر است  
 دارد اسال ہاں گونہ لغارت کہ مگر  
 سبزہ جوئے نگستاں مژدہ چشم تر است

۵۸

اس کے دہن کی کوئی کیا کہے، وہ دہن معلوم نہیں ہے  
 بہت سی باتیں ہیں مگر اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے  
 دنیا کے لوگوں کے (گزر) جانے کے طور و طریق نے مجھے رنجیدہ کر دیا  
 ایک دنیا اس راہ سے چلی گئی اور پتہ نہیں چلا ہے  
 اس کمر کو اسے ہم نہیں مجھ سے مست پوچھ کہ ہر وقت اس نے  
 قندہ برپا کیا ہے اور خود درمیان میں نظر نہیں آتی ہے  
 افسوس ہو گا اگر پیشانی جھکانے کا موقع نہ مل سکے  
 کہ سجدوں کے بھوم میں وہ آستان نظر نہیں آ رہا ہے  
 ہمیشہ کا اختتام کر کہ اب ترجیع ہو گیا ہے  
 ایک مانع کم ہو گیا ہے، یعنی آستان نظر نہیں آ رہا ہے  
 اس خاک واں سے خلق چلی جا رہی ہے اور نظر نہیں آتی  
 راہ میں گرو بہت زیادہ ہے، کارواں نظر نہیں آتا ہے  
 میرے کو عشق کی راہ میں کیا پیش آیا نہیں جاتا  
 زمانہ ہو گیا کہ اس جوان کا حال معلوم نہیں ہوا ہے

۵۹

حیرت محبت کا دعویٰ حوصلہ رکھنے والے کو زیب دیتا ہے  
 عشق کفر ہے اگر جان جانے کا خطرہ نظر میں ہے  
 اس کی مہلت کا وقت اچھا (ہے) جو نگاہ رکھتا ہے  
 اس عمر پر (جو) افسوس کہ آب رواں کی طرح گزر رہی ہے  
 شیخ اور مجھ رند کی صحبت کیسے موافق آئے  
 عشق کی راہ اور عقل کا راستہ دوسرا ہے  
 تو نے دیکھا کہ آخر مجھے کس ہشیاری سے اس غفل نے قتل کیا  
 یہ کہاں غلط تھا کہ وہ بے خبر ہے  
 اس سال اس طرح آبیاری ہوئی کہ جیسے  
 جوئے گلستان کا سبزہ چشم ترکی مڑا ہو

نالہ سید خراشے نہ شنیدم زیں باغ  
 تہے شد سر مرغان چمن زیں پہ است  
 می گنم یاد بنا گوشہ تو و می گریم  
 دانتہ اقلب من امشب پہ صفائے گہر است  
 میر را من پہ سخن کاش نمی آوردم  
 درد دل کرد پہ حدے کے مرا درد سر است

۶۰

بت بے میر من ہمہ کسین است  
 دشمن جان و رہزن دین است  
 چان تعلق کشیدہ می داند  
 کہ گل دلہراں پہ شیرین است  
 از خرامش بہارے می ریزد  
 رفتن یار بس کہ رنگین است  
 قاصد را پہ خلق مہموم  
 کافہ روزگار من این است  
 گاہ در مسہ است و گہ در دیر  
 میر را تا پہ دین و آئین است

۶۱

طوہا شد مختلف، دور زبان دیگر است  
 آن زمیں برباد رفت، این آسمان دیگر است  
 مہر شد مفقود یا این جا صحبت رسم نیست  
 یا مزاج ما ذکر شد یا جہان دیگر است  
 کذب ہر کس را شعار و حرف ہر یک بیچار  
 ما نمی فہم گویا این زبان دیگر است  
 پر در این ایام بے تعلق کن کز چند روز  
 میل طہم جانبہ نامہ زبان دیگر است

میں نے اس بارغ میں سید خراش نالہ نہیں سنا  
 مدت ہو گئی مرغانِ چمن کا سر زیرِ پر ہے  
 تیری بٹا گوش<sup>۱</sup> کو یاد کرتا ہوں اور روتا ہوں  
 میرے اٹک کا دانہ آج رات گوبر کی سی صفا رکھتا ہے  
 کاش میں میر کو باتیں نہ کرنے دیتا  
 دردِ دل اس (حد) تک (بیان) کیا کہ مجھے دردِ دوسر ہو گیا ہے

۶۰

میرا بہت بے مہر تمام کینہ ہے  
 جان کا دشمن، دین کا رہزن ہے  
 کتنی کشیدہ جان جانتی ہے  
 کہ دلبروں کی کھل کتنی شیریں ہے  
 اپنے خرام سے ایک بہار نکھیر دیتا ہے  
 یار کا چلنا بہت رنگین<sup>۲</sup> ہے  
 حیرتی قامت کو لوگوں کو دکھاتا ہوں  
 کہ میرے لیے آفتِ روزگار یہ ہے  
 کبھی مسجد میں ہے اور کبھی بہت خانے میں  
 میر کا (بھی) کیا دین اور آئین ہے

۶۱

طورِ علقہ ہو گئے، دردِ زبان دوسرا ہے  
 وہ زمین برباد ہو گئی، یہ آسمان دوسرا ہے  
 مہر مفتقد ہو گیا، یا اس جگہ محبت کی رسم نہیں ہے  
 یا میرا مزاج دوسرا ہو گیا، یا (یہ) جہان دوسرا ہے  
 جھوٹ ہر ایک کا شعار، ہر ایک حرفِ چھدار  
 ہم نہیں سمجھتے گو یا یہ زبان دوسری ہے  
 ان بے لطفی کے دنوں کو درد سے نہ بھر کہ چند روز سے  
 میر سے دل کی رنجش ایک اور نامہ زبان کی طرف ہے

۱ کان کی لور۔

۲ خوب۔ خوش۔



سرگذشت ما مصیبت دیدگان عشق را  
قصہ مجنوں ہاں، این داستان دیگر است  
یک دور روزے کم بکھی مصیبت دید تو نیست  
چشم من دنبالہ گرد دلستان دیگر است  
از دلت امروز و فردا ی روم بشمار باش  
سجدہ مستانہ باب آستان دیگر است  
تہمت آلود و قاتل دیگران دارد مرا  
من ہلاکم از طمش، او در گمان دیگر است  
بر نمی افتد از آن سر کوچہ رسم جور میر  
من اگر از جاں شدم، یک نیم جان دیگر است

۶۲

آں ام کہ خوف جاں سبب شادی من است  
چہمان شیر شرزہ نگل دادی من است  
ہر آفتی کہ تازہ نمودار ی شود  
از اختراع قوت ایہادی من است  
من نمود بہ حال مرگم و دشمن گماں ہر  
کایں حالت از سلیقہ استادی من است  
از من نہ مانعہ فیر پرے چند در قفس  
دیں دل اسیر خواہش آزادی من است  
گر سر نہد بہ عالم امکان قباحہ است  
بیلے کہ میر غنہ در آبادی من است

۶۳

دیں دلبران سہل جہاں فتنہ در سر است  
دل زیر مہر داغ در این وقت بہتر است

ہم عشق کے مصیبت جھیلے ہوؤں کی سرگزشت کو  
 قصہ رمنوں مت سمجھ، یہ داستان دوسری ہے  
 دو ایک دن تجھے کم کم دیکھنا کسی مصیبت سے نہیں  
 میری آنکھ ایک دوسرے دل چمن لے جانے والے کا چچھا کر رہی ہے  
 تیرے دروازے پر سے آج کل میں چلا جاتا ہوں، خیال رہے  
 سجدہ مستانہ دوسری بارگاہ کے لائق ہے  
 مجھے دوسروں سے وفا کی تہمت سے آلودہ کرتا ہے  
 میں اس کے غم میں ہلاک ہوں اور وہ دوسرے گمان میں ہے  
 اس کو بچے سے ظلم کی رسم میر نہیں اٹھتی  
 میں اگر جان سے چلا جاؤں ایک غم جان دوسرا، (موجود) ہے

۶۲

میں وہ ہوں کہ جان (جانے) کا خوف میرے لیے خوشی کا سبب ہے  
 پھرے ہوئے شیر کی آنکھیں میری واوی کا پھول ہیں  
 ہر آفت کہ تازہ صودار ہوتی ہے  
 میری قوت ایسا ہو کی اختراع ہے  
 میں خود مرنے کے حال میں ہوں اور دشمن گمان رکھتا ہے  
 کہ یہ حالت میری استاد کی سلیقے کی وجہ سے ہے  
 مجھ میں چند پردوں سے زیادہ قفس میں کچھ نہیں بچا  
 اور یہ دل میری آواز کی خواہش میں اسیر ہے  
 اگر عالم ادکاں کی طرف بڑھے تو خرابی ہوگی  
 ایک سیلاب جو میر میری آبادی میں سو رہا ہے

۶۳

ان اہل دلبروں سے جہاں کے سر میں قند ہے  
 دل کا اس وقت مہر داغ کے نیچے ہونا بہتر ہے

خواہ شدن جراحتِ سر تا پا الم  
 رخم جگر کہ لُزده آں گل تر است  
 حرفے گو بہ زاہو مغرور و خودستا  
 معقول را نمی شنود ایں خرف خراست  
 می یابم از قہر تو بہ ہر دم تھجے  
 تنخواہ من بہ عالم بالا مغرور است  
 دارد بہ روئے زرد غبار ملائے  
 امروز میرِ محبت جگر پر مکر است

۶۳

عشق از روزے کہ ایں دیوانہ را بر کار بست  
 کوکن از کوہ و مجتوں از بیاباں ہار بست  
 سوئے مزگانم نگر در گریہ سرشار صبح  
 خوش خوش می چکد خونِ جگر زیں دار بست  
 شب ز پہلو دادنِ دل گریہ بسیار کرد  
 طرفہ دریائے بہ جوئے غولیش چشم زار بست  
 می رود از کوئے چوں فردوسی او رو بر قفا  
 دل نگر خورشید با آں سایہ دیوار بست  
 دست پرغوں، تیغ پرغوں، جامہ پرغوں ہر دم است  
 خوش بہ خونِ ما وقاداراں کمر را یار بست  
 دائے بر حال کسے کو با ہزاراں درد و غم  
 بر جگر دندانِ تلخشرد و لبِ اظہار بست  
 روزگارے شد کہ از دینِ قدیم غولیشن  
 میر در عشقِ بتاں برگشتہ و زہر بست

سر تا پا تکلیف دہ گما آؤ جتنا چاہتا ہے  
 دُخم جگر، کہ اس گل تر (کی وجہ) سے پوزوہا ہے  
 مفرور اور اپنی تعریف کرنے والے زاہد سے بات نہ کر  
 ولائ مطلق کو نہیں سنا یہ بدحواس بوڑھا گدھا ہے  
 میں ہر دم تیرے قدم سے جمع حاصل کرتا ہوں  
 میری تھوڑا عالم ہالا سے مقرر ہے  
 (اس کے) زرد پیرے پر ملاست کا غبار ہے  
 آج نعت جگر میر (کی طبیعت) بہت مسکد رہے

۶۳

جس دن سے کہ عشق نے اس دیوانہ کو مطیع کیا ہے  
 کوہ کن نے کوہ اور بھٹوں نے بیاباں سے سامان ہا بعدھا ہے  
 میری چٹکوں کی طرف دیکھو، صبح آنسوؤں سے رونے (کی وجہ) سے  
 غول جگر خوش خوش اس دار بست<sup>۱</sup> سے ٹپک رہا ہے  
 رات دل کے ساتھ دینے پر (اس نے) بہت آنسو بہائے  
 چشم دار نے (گویا) طرف سمندر اپنی نہر پر ہا بعدھا  
 اس کے فردوس جیسے کوپے سے پیچھے دیکھتے ہوئے جاتا ہے  
 شاید غور شید نے دل کو اس سایہ دیوار سے لگایا ہے  
 ہاتھ پر خون، تنق پر خون، کپڑوں پر خون ہر وقت ہے  
 بار نے ہم وفاداروں کے خون پر اچھی کمر ہا بعدھی ہے  
 اس کے حال پر افسوس (جس نے) کہ ہزاروں درد و غم کے باوجود  
 سخت اذیت کو برداشت کیا ہے اور لب انہما رہی لیا ہے  
 قدرت ہو گئی کہ اپنے قدیم دین سے  
 میر عشق بتاں میں بھر گیا اور (اس نے) زہار ہا بعدھی ہے

<sup>۱</sup> دُخم پوزوہا غاسور۔

<sup>۲</sup> ظاہر جس پر نگار کی مثل چاہا کرتے ہیں۔

۶۵

بہ گلشنِ این کہ گلِ نازاں رسیدہ ست  
 نظرِ گاہِ گرِ پیا نش نہ دیدہ ست  
 محسوسِ امروز چنہاں از قیامت  
 بیا سے شور کہ فردا را کہ دیدہ ست  
 چو کلینِ پائے تا سرِ داغِ مستم  
 ز پاشِ این چنہیں گل ہا کہ چیدہ ست  
 اگر خوں کشتہ در جہراں مجب نیست  
 کہ دلِ تصدیعِ ہمارے کشیدہ ست  
 بہ آں طہیرت بہ عشقِ گلِ دہاں میر  
 چہا از مردم بے تہ شنیدہ ست

۶۶

آوارہ گردِ عشق تو چشمِ پرآب داشت  
 ہر جا کہ رفت گریہ بہ رنگِ صبا داشت  
 شب ہا بہ ما نشست و سرف و نہ شد  
 آں نازِ پیشِ روئے سخن در نقاب داشت  
 من در نفسِ شامی و آں سروِ خوشِ خرام  
 مستعدانہ رفت کہ ہا خودِ حساب داشت  
 زانِ خوشتر کہ زگرِ مست تو وا شود  
 احوالِ غمِ کشانِ محبتِ خراب داشت  
 دیشب بہ یادِ زلے کہ ی سوختی دلا  
 دورِ جگر چو مارِ سپہ و تاب داشت  
 بے پردہ اش بہ جلوہ تماشا نہ کردہ ایم  
 ہا این ظہورِ حسنِ قیامتِ حجاب داشت  
 کاندہ بہ پیشِ قاصدِ من سوختی مگر  
 پیغامِ سبزِ سونگہاں این جواب داشت

۶۵

باغ میں یہ کون سا گل نازاں پہنچا ہے  
 نظر نے بھی اس کا گریباں نہیں دیکھا ہے  
 آج قیامت سے کچھ مت ڈر  
 آشراب پی کر کل کس نے دیکھا ہے  
 گلاب کے پودے کی طرح سر سے پاؤں تک (رہلک سے) جل گیا ہوں  
 اس کے باغ سے اس طرح پھولوں کو کس نے توڑا ہے  
 اگر جگر میں خون ہو گیا ہے مجب نہیں ہے  
 کہ دل نے نہایت تکلیف اٹھائی ہے  
 گل دھوئے کے عشق میں میر نے اس طہارت کے باوجود  
 بے اصل لوگوں سے کیا کیا کچھ سنا ہے

۶۶

حیرے عشق کا آوارہ گرد ہر آپ چشم رکھتا تھا  
 جہاں بھی جاتا تھا سحاب کی طرح گریہ کرتا تھا  
 بہت سی راتوں کو میرے ساتھ بیٹھا اور گھٹکو شروع نہ ہوئی  
 وہ ناز پیش روئے سخن گلاب کے اندر رکھتا تھا  
 میں نفس شماری میں تھا اور وہ غوش غرام سرو  
 بے پروا گزر گیا کہ اپنی دھن میں تھا  
 اس سے پہلے کہ میری زخمیاست کھلے  
 (اُس نے) محبت کے غم کشوں کی حالت خراب کر دی  
 کل رات کس کی زلف کی یاد میں اسے دل تو جل رہا تھا  
 درہنگم مار سیہ کی طرح پیچ و تاب کھارہا تھا  
 ہم نے اسے بے پردہ جلوہ گری کرتے نہیں دیکھا  
 حسن کے اس عکس کے باوجود قیامت حجاب رکھتا تھا  
 تو نے کافز میرے قاصد کے سامنے جلا یا ہے، شاید  
 سید سونگیاں کا پیغام بھی جواب رکھتا تھا

معلوم شد کہ منزل ما نیست ایں چمن  
 بر ہر کسے کہ چشم قنارہ اضطراب داشت  
 آب رواں و رنگ گل و باز صبح گاہ  
 ہر یک چو بازماندہ مسافر شتاب داشت  
 آیا چہ شد کہ میر گدائے شراب شد  
 دیروز ایں جوان عزیز احتساب داشت

۶۷

از تپ سوز دردم جگر خامہ شق است  
 کافز از گری الفاظ کہاب ورق است  
 گشتہ چوں روح و بہ کشتیہ آں لب نہ رسید  
 ہاویٰ لعل از ایں شرم سراپا عرق است  
 سالہا بر سر کوئے تو چمن سازی کرد  
 چشم بگدائے من کہ ہوا را شفق است  
 دارم اصرار کزیں در نہ روم تا دم مرگ  
 دوستاں ہر چہ در ایں باب بگویند حق است  
 کارم اشب بہ سحرگاہ کشد یا نہ کشد  
 بر دل از دوری ولدار قیامت تعلق است  
 عشوہ و غمزہ و ناز تو ہمہ غارت کرد  
 دائے بر شہر دل من کہ بے بے نق است  
 با فن عشق کسے را نہ بود ریلہ امروز  
 از منش میر فراگیر کہ مشکل سبق است

۶۸

از دل من تا غم جانانہ رفت  
 رونق سر تا سر آں خانہ رفت

معلوم ہوا کہ ہماری منزل یہ جہنم نہیں ہے  
جس پر بھی نظر پڑی اضطراب میں تھا  
آب رواں اور رنگ گل اور باد صبح گاہ  
ہر ایک پیچھے رہ جانے والے مسافر کی طرح جلدی میں تھا  
ایسا کیا ہوا کہ میرا شراب کا گدا ہو گیا  
کل اس عزیز جوان پر احتساب ہوا

۶۷

سو زوروں کی گرمی سے قلم کا جگر شق ہے  
کاغذ الفاظ کی گرمی سے کہابِ ورق ہے  
روح کی طرح ہو گیا اور اس لب کی کثیت کو نہیں پہنچا  
بادِ لعل اس شرم سے تمام عرق (عرق) ہے  
سالہا تیرے کوپے میں جہنم سازی کی ہے  
میری پگھلی ہوئی آنکھوں نے جو فضا کے لیے شق ہیں  
مجھے اصرار ہے کہ اس در سے دم مرگ تک نہیں جاؤں گا  
دوست اس باب میں جو کچھ کہتے ہیں، حق ہے  
میرا کام اس رات صبح کے وقت تک پہنچے یا نہ پہنچے  
دل پر دلدار کی دوری سے قیامت کا خلق ہے  
تیرے عشوہ اور غمزہ اور ناز نے سب غارت کر دیا  
میرے دل کے شہر پر افسوس کہ نہایت بے انتظام ہے  
عشق کے لٹن سے کسی کو آج دل بھنگی نہیں رہی  
(اے) اے میر (تو) مجھ سے سیکھ کہ مشکل سبق ہے

۶۸

میرے دل سے چنانہ کا خم جب نکل گیا  
اس گھر کی رونق بالکل ہی ختم ہو گئی



آخر آخر ہر مکان سے فروش  
 آبرو کم بہر یک پیمانہ رفت  
 کشیدہ چلی قرا نازم، جگر  
 قیہ شد، استادہ و از جا نہ رفت  
 من چہ دانم راہ و رسم خانقاہ  
 عمر من در خدمت سے خانہ رفت  
 بود در ہر گوشہ اش ہنگامہ اے  
 بعد گرم رفتی ویرانہ رفت  
 نے سرکے، نے چاشنی نے گئے  
 از سر خاتم چہ بے رحمت رفت  
 نیست شہر مہر در ہزار ہا  
 خانہ از شہر آں دیوانہ رفت

۶۹

مشہو سخن شیخ کہ از بے بصراں است  
 او منکر دیدار رخ خوش پہراں است  
 سیاد چہیں دام کہ دہر نہ دارد  
 آں کس کہ فکر تو نہ شد حیف ہر آں است  
 ما لطف زبانی ہم از او گاہ نہ دیدیم  
 دیرے مت کہ روئے سخنش با دیگران است  
 دامن پہ میاں پرزدہ چوں شمع سحر باش  
 کایں بزم دل افروز جہان گذراں است  
 آئینہ مگر دیدہ میر است کہ ہر صبح  
 بر صورت خوب تو پہ حسرت گہراں است

۷۰

ہیثم کہ پہ ہنگام سحر چشم ترے داشت  
 شاید کہ پہ دھماکہ آں گل نظرے داشت

آ خر کار سے فروش کی دکان پر  
ایک بیٹانے کے لیے میری آبرو چلی گئی  
میں میری جیغ کے کشتہ پر تاز کرتا ہوں، (کہ) جگر  
قیمہ ہو گیا، کمزار ہا اور جگہ سے نہیں چلا  
میں خانقاہ کی رسم و راہ کیا جانوں  
میری عمر سے خانے کی خدمت میں گزر گئی  
اس کے ہر گوشے میں ایک پنکھا رہتا تھا  
میرے مرنے کے بعد ویرانے کی رونق چلی گئی  
نہ اٹھک، نہ چراغ، نہ گل  
(وہ) میری قبر کے پاس سے کتنی بے مزدوتی سے گزرا  
بازاروں میں میرے کا شور نہیں ہے  
ٹالیاں شہر سے وہ دیوانہ چلا گیا

۶۹

شیخ کی بات مت سنا کہ وہ بے لبروں میں سے ہے  
وہ خوش پسروں کے ویدار کا منگر ہے  
سیا د دنیا میں ایسی شکار گاہ نہیں ہے  
جو تیرا شکار نہیں ہو اس پر حیف ہے  
ہم نے اس سے کبھی لفظ نہ بانی بھی نہیں پایا  
ذلت سے اس کا روئے سخن دوسروں کی طرف ہے  
جمع سحر کی طرح رخصت کے لیے کمر بستہ ہو جا  
کہ یہ جہان گزراں کی بزم دل افراد ہے  
آنید شاید میر کی آنکھ ہے کہ ہر صبح  
تیری ایچی صورت کو حسرت سے دیکھتا ہے

۷۰

شبیم کہ صبح کے وقت چشم تر رکھتی تھی  
شاید کہ اس گل کے رخسار پر نظر رکھتی تھی

ایں محنت از آن نعلیلِ طیور است کہ ہر یک  
 شائستہ پرواز چمن بال و پرے داشت  
 مستانِ محبت ہمہ ہشیاد سراں اند  
 ہر بے خبر عشقِ تو با خود خبرے داشت  
 از دل چہ حکایت کسم اکنوں کہ بہ جا نیست  
 زیں ویشتر ایں قطرۂ خوں ہم جگرے داشت  
 مردیم و مکاں ہم شدہ ویران و نہ گفتنی  
 کایں راہ گزرِ نکتیہ در پودہ گرے داشت  
 دل از پے او فرق بہ دریا کے بلا بود  
 و آں گوہر تر سر بہ کنارِ دگرے داشت  
 چوں رنگِ حنا میرِ یکایک ز مہاں رفت  
 معلوم چہ شد با کفِ پائے تو سرے داشت

۱۷

بہ یادِ نادکِ مڑگاں دلم ز جاں میر است  
 شکارِ وحشی ام از ہڈتے سرِ حیر است  
 نہ صہر فائدہ می بخندم، نہ بے تاباں  
 ہلاک می شوم اسے ہم نشیں، چہ تدبیر است  
 چہ شد کہ شطرنجاں نیست لیک می سودا  
 نہالِ قامت من ہم چہ صبحِ تصویر است  
 کنوں کہ تنگی بہ کفِ ی ری سرتِ گرم  
 دگر چہ عقلِ من بے گنہ چہ تاخیر است  
 بہ عشقِ سلسلہ سویاں خرابِ شیرِ شوم  
 ہنوز بر سرِ ہر کوچہ شورِ زنجیر است  
 دماغِ بستنِ احرامِ کعبہ اش نہ بود  
 کسے کہ از غمِ کوئے بتاں خداگیر است

یہ دفنی، پرندوں کے اس جھنڈ سے ہے کہ ہر ایک  
چمن کی پرواز کے قابل بال و پر رکھتا تھا  
محبت میں مست (رہنے والے) تمام ہشیار ہیں  
تیرے عشق کا ہر بے خبر اپنی ایک خبر رکھتا تھا  
اب دل کی کیا بات کروں کہ بھانپیں ہے  
اس سے پہلے یہ قطرہ عوں بھی جگر رکھتا تھا  
ہم مر گئے اور مکاں بھی ویران ہو گیا مگر نہ کہا  
کہ اس راہ گزر پر ایک فقیر کا نکمہ تھا  
دل اس کے لیے دریائے بلا میں غرق تھا  
اور وہ گوہرِ قدوس دوسرے کنارے کا ارادہ رکھتا تھا  
رنگِ ستا کی طرح میر کا یک درمیاں سے اٹھ گیا  
یوں لگا (جیسے) تیرے کعبہ پا کی خواہش رکھتا تھا

۷۱

ناوک مڑگاں کی یاد میں دل جان سے بھرا ہے  
میرا وحشی شکارِ قدرت سے تیر کے سامنے ہے  
نہ مہر مجھے فائدہ بخشتا ہے، نہ بے تالی  
اے ہم نشیں میں ہلاک ہو رہا ہوں، کیا علاج ہے  
کیا ہوا کہ شعلہ فتناس نہیں ہے مگر جل رہا ہے  
میری قامت کا نہال بھی طمعِ تصویر کی طرح ہے  
اب کہ تیغِ بکف پہنچ رہا ہے تیرے صدقے جاؤں  
(اب) مجھ بے گناہ کے قتل میں (اور) کیا تاخیر ہے  
(میں) زنجیر جیسی زلفوں والوں کے عشق میں خراب شہر ہوا  
ابھی بھی ہر کوپے میں زنجیر کا شور ہے  
اسے کہجے کا احرام باندھنے کا ہوش نہیں ہوتا  
جسے خدا نے کوسے جتاں کے خم میں گرفتار کر دیا

کمن پہ ابدئے او چشم را سید زہار  
وگر نہ میر میان من و تو شمشیر است

۷۲

مذتے باید ستاد و زار می باید گریست  
بر سرم اے ایر تر بسیار می باید گریست  
حال زار خوشنقش قاصد چہاں انشا کسم  
بر سر حرف مرا صد بار می باید گریست  
گریہ را در یاد رویش ضبط نخواست کرد میر  
ہم چہ ایر قبلہ ام ناچار می باید گریست

۷۳

ابھک انگھری فشاں، آہ برقی حاصل است  
من نمی دانم کہ از شوقش چہ آتش در دل است  
آں کلب نازک ہیں و این ہر ناحق کشی  
بگذرد از حق اگر کس حق پہ دست قاتل است  
کار چوں آئینہ بر من غلک شد پایان کار  
ہر کرا باشد حیائے چشم، او را مشکل است  
گشتہ است از بس کہ حیرت کشہ اطوار یار  
دیدہ آئینہ پیش او چہ چشم بھل است  
با لب و حرف کسے یاقوت و گوہر را مسخ  
ی زند بر سنگ لعل و گھلتہ دُرِ باہل است  
در چمن مست سرانماز آں سراپا ناز بود  
قانعش را دیدہ ہر کس گفت سرو مائل است  
راہبر چوں عجز سالک را نمی آید پہ دست  
ہر کجا پائیم بلخود میر آں جا منزل است

ہرگز اس کی ابرو کی طرف چشم کو سیاہ نہ کرنا<sup>۱</sup>  
وگرنہ میرا تیرے اور تیرے درمیان شمشیر ہے

۷۲

ہاتھوں کھڑا رہنا چاہیے اور بہت رونا چاہیے  
میرے اوپر اسے ابرو بہت رونا چاہیے  
اپنا حال زار قاصد کس طرح لکھوں  
ہر حرف پر مجھے سو مرتبہ رونا پڑتا ہے  
اس کے چہرے کی یاد میں میرا گریہ ضبط نہیں ہو سکتا  
مجھے ابرو قبلہ<sup>۲</sup> کی طرح ناچار رونا پڑتا ہے

۷۳

انھک چنگاری برسا رہا ہے، آہ حاصل کے لیے برقی ہے  
میں نہیں جانتا کہ اس کے عشق کی وجہ سے دل میں کون سی آگ (لگی ہوئی) ہے  
وہ نازک ہاتھ دیکھ اور یہ اسٹن بے گناہوں کا قتل  
انصاف (کی توقع) کو چھوڑ دے اگر کسی کا انصاف قاتل کے ہاتھ میں ہے  
آخر کار آئینہ کی طرح مجھ پر کام مشکل ہو گیا  
جس کی بھی آنکھ میں دیا ہے، اس کے لیے مشکل ہے  
وہ بار کے اطوار سے اڑ بس کہ خیرت کا مارا ہوا ہے  
دیدہ آئینہ اس کے سامنے چشم بھل کی طرح ہے  
یا قوت اور گوہر کو کسی کے ہونٹ اور باتوں سے مت قول  
(وہ) لعل کو پتھر پر مارتا ہے اور کہتا ہے، لعلی کو ہر ہے  
جہن میں وہ سراپا ناز لٹے میں مجسم رہا تھا  
اُس کی قامت کو دیکھ کر ہر ایک نے کہا، سرو بائل<sup>۳</sup> ہے  
ساک کے بلز جیسا راہبر نہیں ملتا ہے  
جہاں بھی میرا چہرہ لڑکھائے میرا اس جگہ منزل ہے

<sup>۱</sup> ہوں نہ کرنا۔

<sup>۲</sup> بدل بخند کی طرف سے لٹے اور بہت بارش برساتے۔

<sup>۳</sup> جیسا ہوا سرو۔

۷۳

نگاہ مست اور سرگرم کار است  
 رگ خواب جہاں در دست پار است  
 تکراب است شبہاں شود صبح  
 از آن زلف سپہ بر سینہ مار است  
 توچہ کن کہ تا روزی بیاہد  
 دل مسکین غریب این دیار است  
 دے صد ہار سویت می کشد دل  
 ترم گوئے اے بہ اختیار است  
 چہ خوں تر دیدہ ام تا دیدہ ام من  
 چہ بخش دلم پروردگار است  
 ز داوی این کہ می خیزد غبارے  
 دے در زیر خاکے بے قرار است  
 نہ دلم با کدام امیداری  
 در این ایام دل امیدوار است  
 شوم با خاک کوئے او برابر  
 ہنوزش میر در خاطر غبار است

۷۴

از سختی ایام چہیں تنگ نہ بودہ است  
 زیں چہیں دے بود مرا تنگ نہ بودہ است  
 از عظم برافروختہ تر ز آتش گرے  
 با مانگر روئے تو بہ این رنگ نہ بودہ است  
 از ساز رقیب است کہ با تنگ حراقی  
 طرز تو شب و روز ہمیں جنگ نہ بودہ است  
 شد حیرہ ز نکس خطہ اوصاف خود است این  
 آہنہ دل در نہ ہو رنگ نہ بودہ است

۷۴

اس کی نگاہ مست سرگرم کار ہے  
 دنیا کی رگ خواب یار کے ہاتھ میں ہے  
 ضبط سے چکر چل رہا ہے، جب تک کہ صبح نہ ہو جائے  
 اس زلف سیاہ کے خیال سے سینہ پر سانپ ہے  
 (ذرا) ڈھونڈتا کہ ایک روز مل جائے  
 مسکین دل اس دیار میں اجنبی ہے  
 ہر مل دل سو مرتبہ تیری طرف کھینچتا ہے  
 رحم کر، بہت زیادہ بے اختیار ہے  
 میں نے خون میں تر دیکھا، جہاں تک دیکھا  
 اس کا تیرا کار کا دھم پانا ہے  
 داری سے یہ کون غبار اٹھا رہا ہے  
 (ضرور) زیرِ خاک ایک دل بے قرار ہے  
 نہیں چاہتا کہ کس سے امیدواری (ہے)  
 ان دنوں دل امیدوار ہے  
 اس کے کوچے کی خاک کے برابر ہو گیا ہوں  
 ابھی تک میرا اس کی خاطر میں غبار ہے

۷۵

ایام کی سختی سے اس قدر پریشان نہیں تھا  
 اس سے پہلے میرا دل تھا بھر نہیں تھا  
 غصے میں آتش گرم سے (بھی) زیادہ بھڑکا ہوا  
 میرے واسطے تیرے چہرے کے پھول کا یہ رنگ نہیں ہوتا تھا  
 یہ رقیب کی سازش (کے باعث) ہے کہ تنگ مزاجی کے ساتھ  
 شب و روز یہی جنگ جبری عادت نہیں تھی  
 اپنے اوصاف کے نوشتے کے ٹکس سے تاریک ہو گیا، یہ  
 آئینہ دل، ورنہ رنگ آلود نہیں رہا کرتا تھا



بیجے شہدہ در عہد کے عشق و گرت  
ایں رسم کہن میر چیں نگ نہ بودہ ست

۷۶

عمریا چارسانم رنگ زردے بودہ است  
دست بر دل ہر کہ و بے گہ ز دودے بودہ است  
سر ز بھران کسے ی داروم در آتش  
یاد آئے کہ بر لب آو سروے بودہ است  
پشتہ رکے کہ مینی کاروانے بود میر  
گرد باد ایں بیاباں رہ نورے بودہ است

۷۷

چوں غنچہ دل بہ پہلو پرغون ز میر یارے ست  
رنگِ گلست من از عشق یادگارے ست  
شبنم بہ چشم عبرت انگ است حسرت آلود  
ہم گل در ایں گلستاں، چشم امیدوارے ست  
ما چوں حنا در ایں خم خوں ی خوریم و لیکن  
پا بوی آں بھاجو از دست رفتہ کارے ست  
عافل مشو ز رفتن کایں طاق چرخ نیلی  
از گرد راو یاراں برخاستہ غبارے ست  
میر ایں ہم نہ دارد تغیر حال عاشق  
دلتے ست، اتھاقے ست، عہدے ست، روزگارے ست

۷۸

آتش عشق کہ اول رو در نام سوخت  
آخرا لاسر بہ یک لاکھ سامانم سوخت  
قطرہ انگ ز سوز جگر ہم انگ بود  
از مزہ دوش بختاد و گریہ نام سوخت

کسی کے عہد میں عشق ایک عیب بن گیا، مگر نہ  
یہ رسم کہن میرا تھی رسوائی کا باعث نہیں ہوتی تھی

۷۶

(میں) لڑکوں بنا رہا تھا رنگ نرود ہو گیا ہے  
درد کی وجہ سے وقت اور ناوقت ہاتھ دل پر رہتا ہے  
کس کے بھر میں میں نے آگ میں سر ڈالا ہے  
ان دنوں کی یاد (آتی ہے) کہ لب پر آؤ سرد رہتی تھی  
(یہ) ریت کا ایک تودہ جو تو دیکھ رہا ہے میرا ایک کارواں تھا  
اس بیاباں کا گرد باد (کھلی) ایک رو نور دھنا

۷۷

فنیہ کی طرح سے دل پہلو میں یار کی محبت میں پر خوں ہے  
میرا رنگِ فکرت عشق کی ایک یادگار ہے  
شبنم چشمِ عبرت کے ساتھ حسرت آلود انگ ہے  
گل بھی اس گلستاں میں چشمِ امیدوار ہے  
ہم حنا کی طرح اس خم میں خوں پیچے ہیں دینیں  
اس جہان جو کے قدم چومنا ایک ہاتھ سے نکلا ہوا کام ہے  
(دنیا سے) جانے سے خافل مت ہو کہ یہ چرخِ نعلی (نام) کی جالی شانِ عمارت  
یاروں کی گردِ راہ سے اٹھا ہوا ایک ٹھہار ہے  
میرا عاشق کا حال اتنا تغیر نہیں رکھتا  
وقت، اتفاق، عہد (پور) روزگار (کی بات) ہے

۷۸

عشق کی آگ نے کہ پہلے میرے دماغ کی راہِ جلاوی  
آخر کار ایک منصوبے کے تحت میرا آرام لوٹ لیا  
میرے سوزِ جگر سے آنسو کا قطرہ چنگاری (بن گیا) تھا  
پلکوں سے کانٹے پر گر پڑا اور میرا گریبان جلا دیا

بے تو در شہر گئے دائم و مگر در سحر  
عاشقی سوخت مرا لیک پریشاں سوخت  
در چمن رقص و ہمار پشیاں مشتق  
خیلے نال کشید و بہ گشتاں سوخت  
تا در بہت کدہ ام بود سرے با اسلام  
صحنے چہرہ بر افروخت ایمان سوخت  
باغ ضبیل دل خویش ام بہ کہ گویم این درد  
بایم سوخت جدا از تو و تو اہم سوخت  
میر از سوز محبت چہ سخن آغازم  
دل کہاب است جگر طغ شد و جاہم سوخت

۷۹

ناکھیاں ہم نہاں شدہ است  
کہ نفس بر ہم فغاں شدہ است  
دو سہ پر در چمن پریشاں اند  
مرغ روستے کہ پریشاں شدہ است  
در بہاراں دل بری دارم  
رنگ گل برق آشاں شدہ است  
کس چہ داند غبار کیست کہ میر  
گرد و نہال کارواں شدہ است

۸۰

چہ علم با کہ نہ بر من در آردوئے تو رفت  
دلے کہ رفتہ اویم بہ جھجھوئے تو رفت  
نیم صبح یکے برگ گل بہ خودی داشت  
مگر از اہل چمن نامہ اسے چہ سوئے تو رفت  
بہ ہر گئے کہ رسیدم گرہستم چوں ابر  
بہ باغ رقص و فرصت بہ یاد روئے تو رفت

تیرے بغیر کبھی شہر میں داغ ہوں اور کبھی صحرا میں  
 عاشقی نے مجھے جلا یا مگر بجھرا کر جلا یا  
 چمن میں گیا اور بہت پشیمان ہوا  
 بلبل نے نالہ کہینچا اور مجھے گلستان میں جلا دیا  
 بت خانے کے دروازے تک مجھے اسلام سے تعلق تھا  
 ایک روشن چہرہ بت نے میرا ایمان پھونک ڈالا  
 میں اپنے ضبطِ دل کا داغ ہوں، کس سے یہ درد کبوں  
 مجھے تیری جدائی میں جل جانا چاہیے تھا اور نہیں جل سکا  
 میرا سوز محبت کی بات کیا شروع کروں  
 دل کہاب ہے، جگر داغ ہو چکا اور میری جان جل گئی (ہے)

۷۹

پوشیدہ غم ہے قرار ہو چکا ہے  
 کہ سانس میرے ہونٹوں پر فغاں بن چکی ہے  
 دو تین پر چمن میں بکھرے ہیں  
 کس کی روح کا پرندہ اڑ چکا ہے  
 بہار میں آ زادول رکھتا ہوں  
 رنگ گل، آئیناں کے لیے برقی بن چکا ہے  
 کوئی نہیں جانتا کہ کس کا غبار ہے جو کہ میر  
 کا رواں کے دنبال کی گرد بن چکا ہے

۸۰

مجھ پر تیری آرزو میں کیا غلم نہ ٹوٹے  
 دل جس پر میں عاشق ہوں، تیری جستجو میں جاتا رہا  
 نسیم صبح ایک برگ گل اپنے ساتھ لیے ہوئے تھی  
 ضرور اہل چمن کی طرف سے ایک خط تیری طرف گیا (ہے)  
 (میں) جس گل کے پاس (بھی) پہنچا ابر کی طرہ رویا  
 باغ میں گیا اور سارا وقت تیرے چہرے کی یاد میں گزر گیا

و چند روز دے شب نمی کند فریاد  
نکر کہ میر بہ تک آمد و ز کوئے تو رفت

۸۱

از ما کہ هست ایم پیرسد سرگذشت  
حیرے گند عشق کسے کز جگر گذشت  
آں لہجہ ام کہ آخر موسم رسیده ام  
تا چشم واکشم کہ بہار از نظر گذشت  
تا شود یزد یا کہ نے ہم نہ یاقم  
سیلاب عمر من چه قدر حیرت گذشت  
زین آمدن چه لطف کہ آں بادہ غوار ناز  
از حال سے کشان وفا بے خبر گذشت  
می گفتش کہ درد تو دریاں پذیر نیست  
دیدي کہ میر اثر از آں درد درگذشت

۸۲

ایں زماں بر دل من از تو جفائے دگر است  
خون شود بے تو و گوئی کہ برائے دگر است  
لطف از او چشم نہ داری کہ ز شوقی او را  
دل پہ جائے دگر و چشم پہ جائے دگر است  
سبح آئینہ پہ رخسار تو کے می ماند  
آں پہ آئین دگر، ایں پہ ادائے دگر است  
گر چه مژگان کسے طرفہ بلاے ست و لے  
جنبش ابروئے طم دار بلائے دگر است  
شوقی او نکر میر کہ با بھو سنے  
صبح طور دگر و شام ادائے دگر است

کچھ دن سے آدمی رات کو فریاد نہیں کرتا  
ضرور میرے گل آگیا اور میرے کوپے سے چلا گیا

۸۱

ہم سے کہ ڈٹی ہیں، (ہماری) سرگزشت مت پوچھیے  
کسی کے عشق نے (ایسا) حیر مارا جو جگر کے پار ہو گیا  
میں وہ غنچہ ہوں کے موسم کے آخر میں پہنچا ہوں  
جب تک کہ آنکھ کھولوں بہارِ نظر سے جاتی رہی  
(اس کا پانی) کھار تھا یا میٹھا میں (یہ) بھی نہیں جان سکا  
میری عمر کا سیلاب کس قدر حیرت راز رکھا  
اس آنے کا کیا لطف کہ وہ ناز کا بادِ خوار  
وفا کے بے کشوں کے حال سے بے خبر گزر گیا  
میں اس سے کہا تھا کہ حیر اور وفا بلی ملاج نہیں ہے  
(تو نے) دیکھا کہ میرا آخر اس درد سے مر گیا

۸۲

ان دنوں میرے دل پر حیر کی طرف سے اور ہی (طرح کی) جفا ہے  
(یہ) حیرے بغیر خوں ہوتا ہے اور تو کہتا ہے کسی اور کے لیے (ہوا) ہے  
اس کے لطف کی امید نہ رکھ کہ شوقی سے اس کا  
دل کہیں اور، اور آنکھ کہیں اور ہے  
آپنے کی سطح حیرے رخصت کی طرح کب ہوتی ہے  
وہ دوسرے آئیں پر اور یہ دوسری ادا سے ہے  
اگرچہ کسی کی مڑگاں طرف ہلا ہیں مگر  
ابوئے طہار کی جنبش اور ہی ہلا ہے  
اس کی شوقی دیکھو میرے کہ مجھ جیسے سے  
صبح کو اور طور ہے اور شام کو دوسری ادا ہے

۸۳

بوسیدنی وہاں تو دل در خیال داشت  
 این سادہ لوح خواہش امر محال داشت  
 آزرده صیتم و بدگوئی کسان  
 گر او نمی شنید کسے کے محال داشت  
 دل رہ بہ راو بچھو خودے باختی مگر  
 دیروز چہرہ تو غبار طال داشت  
 اے آں کہ از دیار غریباں رسیدہ ای  
 ہارے بگو کہ میر در آں جا چہ حال داشت

۸۴

دین و دل غارت شدہ، چاہم بہ یغما رفتہ است  
 حیف ہا از یک نگاہ یار بر ما رفتہ است  
 در تماشاے غرامش ساکنانِ شہر را  
 ہوش از سر، تاب از دل، طاقت از پا رفتہ است  
 دور از آں سرمایہ جاں بچھ لطفِ زہمت نیست  
 ہر کہ رفتہ است از دوش، گوئی نر دنیا رفتہ است  
 کس نشان چشم ما شاید بہ آں ہے نہ داد  
 ابو بھر آب آوردن بہ دریا رفتہ است  
 سالہا بر یاد آں قامت بکائے کردہ ایم  
 تا بہ این انداز کار گریہ بالا رفتہ است  
 از محبت چشم آسائش نہ باید داشتن  
 آں ہائے است این کزو خواب لیلا رفتہ است  
 ما و مجنوں مٹے در شہر یک جا مانده ایم  
 چند روزے شد کہ آں وحشی پہ صحرا رفتہ است  
 در فراقش جائے او محسوس غیر از درد نیست  
 دل درون سید ام چوں عضو از جا رفتہ است

۸۳

دل تیرے دہن کو چومنے کا خیال رکھتا تھا  
یہ سادہ لوح امرمحل کی خواہش رکھتا تھا  
ہم کسی کی بدگوئی سے رنجیدہ نہیں ہیں  
اگر وہ جنہیں سنا کسی کو کب محال تھی  
تو نے دل کو کسی اپنے جیسے ہی کی راہ میں بار دیا ہے  
کل تیرے چہرے پر ملا کا غبار تھا  
اے تو کہہ دیا غریباں سے پہنچا ہے  
کچھ کہہ کہہ میرا ہاں کس حال میں ہے

۸۴

دین اور دل غارت ہو گئے میری جان لوٹ لی گئی  
یار کی ایک نگاہ سے مجھ پر بہت سے قسم نوٹ گئے ہیں  
تیرے حرام کو دیکھنے (کے بعد) سے شہر کے سانسوں کے  
سر سے ہوش، دل سے تاب، حوروں سے طاقت جا بھگی ہے  
اس سر پایہ جاں سے دور زندگی کا کوئی لطف نہیں ہے  
جو کہ اس در سے چلا گیا ہے گویا کہ دنیا سے چلا گیا ہے  
کسی نے شاید ہماری چشم کا پتہ اس بے اصل کو نہیں دیا  
ابر پانی لانے کے لیے دریا کو گیا ہے  
ہم نے اس قامت کی یاد میں سالوں بکا کی ہے  
تب اس انداز میں گریہ کے ہرنے ترقی کی ہے  
محبت سے آسائش کی امید نہیں رکھنی چاہیے  
یہ وہ بلا ہے کہ اس سے خواب لے لٹا اڑ گیا تھا  
ہم اور جہنم جہنم میں ایک ساتھ رہتے تھے  
کچھ دن ہوئے کہ وہ وحشی صحرا کو چلا گیا ہے  
اس کے فراق میں اس کی جگہ درد کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوتا  
میرے سینے میں دل عضو از ہارفتہ کی طرح ہے



ظاہر است از ناامیدی ہائے میر خرقہ پوش  
کہ این فقیر امروز اگر این جاست، فردا رفته است

۸۵

کم کم حزن برہم زلفش تازہ جھائے ست  
دزدیدہ نگہ کردن او طرفہ ہائے ست  
آرائش تن ی کسم از غفلت اگر نہ  
ہر لوح مزار آئینہ جامہ نمائے ست  
مذکور خرابی دل من نہ توں کرد  
ہر خشت از این منزل امید بہ جائے ست  
کو لائق غول دریدی تیغ تو نہ بودم  
ہر کس کہ مرا دید چنین گفت، سزائے ست  
شائستہ لطف تو اگر نیست نہ باشد  
آزار دل میر برائے چہ گدائے ست

۸۶

عرصہ گیتی اگر دشت کسم بسیار نیست  
دامن صحرا بہ این وسعت گریہاں دار نیست  
دعویٰ درد قیامت ہم چے تکمیل باست  
ذوق تا حاصل نہ گردد لذت دیدار نیست  
این جھائے تازہ تر بنگر کہ از جودش مرا  
حد شکایت در دل است و رخصت گفتار نیست  
چوں بروں آرد سر از جیب خیالت روز حشر  
ہر کرا بر سینہ از وے زخم دامن دار نیست  
تا کہا شد میر خاک افتادہ از کوائے تو آہ  
خشت پالین است و او در سایہ دیوار نیست

غرقہ پاش میر کی ناامیدی سے ظاہر ہے  
کہ یہ فقیر اگر آج یہاں ہے، کل جا چکا ہوگا

۸۵

اس کا کم کم چمک بھیکانا ایک تازہ جفا ہے  
اس کا کن اٹھیوں سے دیکھنا طرفہ بلا ہے  
بے خبری کی وجہ سے جسم کو سہاتا ہے درد  
ہر لوح مزار ایک جامہ نما آئینہ<sup>۱</sup> ہے  
میرے دل کی ویرانی کا ذکر نہیں کر سکتے  
اس منزل امید کی ہر اینٹ اپنی جگہ پر (قائم) ہے  
گو میں حیرتی جتنی کی غوں ریختی کے لائق نہیں تھا  
جس نے بھی مجھے دیکھا یہی کہا کہ مستحق ہے  
اگر تیرے لطف کے قابل نہیں ہے، نہ ہو  
میر کے دل کو ستانا کس لیے، (وہ) ایک گدا ہے

۸۶

دنیا کا میدان اگر (میں) وحشت کروں (تو) زیادہ نہیں  
صحرا کا دامن اتنی وسعت کے ہوتے (بھی) گریاں کی طرح نہیں  
قیامت کے آنے کا وعدہ بھی ہماری جھٹیل کے لیے ہے  
جب تک ذوق حاصل نہ ہو، وہیاد میں لذت نہیں ہے  
یہ تازہ تر جفا دیکھ کہ اس کے ظلم سے میرے  
دل میں سٹکنزوں شکایتیں اور کہنے کی اجازت نہیں ہے  
کس طرح شرمندگی کے گریبان سے روئے حشر سر باہر نکالے گا  
جس کے بھی سینے پر اس (کے ہاتھ) کا دلم دامن دار<sup>۲</sup> نہیں ہے  
آہ خاک افتادہ میر تحریرے کو پتے سے کہاں چلا گیا  
قشت پالیں (پڑی) ہے اور وہ دیوار کے سائے میں نہیں ہے

<sup>۱</sup> یہ آئینہ جس میں پر بادن دکھائی دے سکے۔

<sup>۲</sup> سہا ہوا دلم۔

۸۷

وقتِ آن کس خوش کہ گلزارِ جہاں را دید و رفت  
 ہم چو گل بر بے ثباتی ہائے غوغا غنجد و رفت  
 یادِ ایچھے کہ رانم در حریمِ وصل بود  
 ایں زماں می بایدم در کوئے او تالید و رفت  
 دارغ جانِ آن فیورم من کہ با صد آرزو  
 جائے گل چین از ایں گلزارِ دامن چید و رفت  
 ایں سلوک طالعِ برگشتہ من سیر کن  
 کن قریبِ منزلِ آن ماہ برگزید و رفت  
 اے کہ رہے می بری در بزم او از ما بگو  
 بے کس، آزرده جانے، آستاں بسید و رفت  
 ایں ادائے او فراموشم نہ خواہد گشت میر  
 چوں سر بخش گرفتیم، دستِ من چید و رفت

۸۸

بہ وعدہ است نہ دہم دل کہ اعتبار تو نیست  
 وفاست رسمِ قدیمی کہ در دیار تو نیست  
 کدام دل کہ در لگام تو نہ دارد دارغ  
 کدام دیدہ کہ پرغلوں پہ روزگار تو نیست  
 ز آہ و نالہ زارتِ دلا نمی رنم  
 کہ بے قراری و ایں با بہ اعتبار تو نیست  
 مگر خدنگ تو غربالِ کرو صحرا را  
 خاکِ نیست کہ مجروحِ بے شمار تو نیست  
 بزار سرو پہ جنبشِ در ایں چمن دیدم  
 یکے پہ دل کشی آہ بے قرار تو نیست  
 بیا کہ رفتنِ جاں ہم قریب می زنم  
 ز فرطِ شوق مرا تاب انتظار تو نیست

۸۷

اس کا وقت اچھا (گزرا) کہ گھڑاں جہاں کو دیکھا اور چلا گیا  
 گل کی طرح اپنی بے ثباتی پر ختم کیا اور چلا گیا  
 ان دنوں کی یاد کہ میری راہ بھی حریج وصل میں تھی  
 ان دنوں مجھے اس کے کوسے میں روٹا پڑتا ہے اور (وہاں سے) چلا جانا پڑتا ہے  
 میں اس فیرت مند کا داغ جان ہوں کہ سو آرزوؤں کے باوجود  
 (اس نے) گل توڑنے کے بجائے اس گھڑاں سے دامن اٹھایا اور چلا گیا  
 میری پھری ہوئی قسمت کا یہ سلوک دیکھ  
 کہ میری منزل کے قریب سے وہ محبوب پھر گیا اور چلا گیا  
 اے (تو) کہ اس کی بزم میں رونا دکھتا ہے میری طرف سے کہہ  
 ایک بے کس، آرزوہاں نے آستان کو بوسہ دیا اور چلا گیا  
 اس کی یہ ادا میرے سمجھ سے فراموش نہیں ہوگی  
 جب میں نے اس کی زلف کو چھوا، (اس نے) میرا ہاتھ مروڑا اور چلا گیا

۸۸

حیرے وعدہ پر دل نہیں دیتا کہ حیرا اعتبار نہیں ہے  
 وفا ایک پرانی رسم ہے کہ حیرے دیار میں نہیں ہے  
 کون سا دل ہے کہ جس پر حیرے دور میں داغ نہیں  
 کون سی آنکھ ہے کہ حیرے زمانے میں پردوں نہیں ہے  
 حیرتی آہ و نالہ سے اسے دل میں رنجیدہ نہیں ہوتا  
 کہ تو بے قرار ہے اور یہ سب حیرے اختیار میں نہیں ہے  
 مگر حیرے تیرے صبرا کو بھلتی کر دیا  
 کوئی شکار (ایسا) نہیں ہے جو حیرا بہت زیادہ دشمن (کیا ہوا) نہیں  
 اس جن میں ہزار سرو کو جنبش کرتے دیکھا  
 ایک بھی دلکشی میں حیرے بے قراری آہ کو نہیں پہنچتا ہے  
 آ کہ جان کے جانے کو بھی قریب دیکھ رہا ہوں  
 فرط شوق سے مجھے حیرے انتظار کی تاب نہیں ہے

برو کہ بہر محبت بلا کئے باہ  
تو ناز پروری اے میر عشق کار تو نیست

۸۹

غرض آلودگی مختار ما نیست  
برائے خویش یوں خوش نما نیست  
چہ گویم آہ کز فرط صیدان  
چہ عضو رفتہ از جا دل پہ جا نیست  
پہ رویت تا نگاہ گرم کردہ ست  
میان ما و آئینہ صفا نیست  
ز بس صرف جنون من شدہ اکنون  
چہ گلشن چوب گل بہر روا نیست  
مسلم ایں کہ دارد عیب ہا میر  
بھ اللہ کہ چوں تو بے وفا نیست

۹۰

شکفا ایں ہمہ سامان تو بے چیزے نیست  
دست گاہے شدہ ای، شان تو بے چیزے نیست  
شاید اے مرغِ چمن تو گلِ ما را دیدی  
مصل نالہ و افغان تو بے چیزے نیست  
تا بہ کوشت چہ سخن گفت نسیم اے گل تر  
ہر سرگہ لب خندان تو بے چیزے نیست  
غائب از سر نو کشتہ گدشتی امروز  
رنگِ غوں بر زہ دامان تو بے چیزے نیست  
میر از طور تو پیدا ست کہ سودا داری  
ایں ہمہ حرف پریشان تو بے چیزے نیست

چلا جا کر محبت کے لیے مصیبت جھیلنے والا چاہیے ہے  
تو ناز پر در ہے اے میرؔ عشق تیرا کام نہیں ہے

۸۹

غرض کے ساتھ دنیاوی تعلقات ہمیں پسند نہیں ہیں  
(صرف) اپنے لیے زندہ رہنا زیب نہیں دیتا ہے  
کیا کہیں آہ کر ترپنے کی زیادتی سے  
اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے عضو کی طرح دل ٹھکانے پر نہیں ہے  
تیرے چرے پر جب سے (اس نے) نگاہ تیز کی ہے  
ہمارے اور آکھنے کے سچ مٹا نہیں ہے  
ہمارے جنوں میں اتنی زیادہ صرف ہوئی (کہ) اب  
گلشن میں چوب گل<sup>۲</sup> دوا کے لیے (بھی) نہیں ہے  
یہ تسلیم ہے میرؔ بہت سے عیب رکھتا ہے  
خدا کا فکر ہے کہ تیری طرح بے وفا نہیں ہے

۹۰

اے شیخ حیرا سارا ساز و سامان کسی کے بغیر نہیں ہے  
تجھے دولت مل چکی ہے تیری شان کسی وجہ کے بغیر نہیں ہے  
شاید اے مرغ چمن تو نے ہمارے گل کو دیکھا ہے  
حیرا مسلسل نالہ و فغاں کسی وجہ کے بغیر نہیں ہے  
تیرے کان میں نسیم نے کیا بات کہی ہے اے گل تر  
ہر صحر کے وقت تیرے ہونٹوں پر ہنسی کسی وجہ کے بغیر نہیں ہے  
فاما آج بھر کسی کو گل کر کے آیا ہے  
تیرے دامن کے کنارے پر خون کا رنگ کسی سبب کے بغیر نہیں ہے  
میرؔ تیرے طور سے ظاہر ہے کہ تو جنوں رکھتا ہے  
تیری یہ ساری پریشاں باتیں کسی وجہ کے بغیر نہیں ہیں

۱۔ صلائی۔ پاکیزی۔ دہلی۔

۲۔ گلہب کی شاعری میں سے ہاگل کو اس نے ہیں تو اس کا ہون کم ۲۰۲۰ء ہے۔

۹۱

جاں پہ لب آئدہ در بھر و تھنایے ہست  
 دل نہ باندہ ست پہ جا لیک در نو جاے ہست  
 قامت او ز کیا آن قدر بالا ز کیا  
 سرو خوش قطع در ایں بانچہ رخسایے ہست  
 عمر را بہر پہ دل تھک ہر ہاید کرد  
 شہر اگر خوش نہ بود گوشہ صحرائے ہست  
 پیش از ایں در ستم ایں گونہ دلیریش نہ بود  
 مدعی را مگر از سوسے تو ایماے ہست  
 چشم بر کل جواہر نہ دود پتچ کہش  
 ہر کسرا مد نظر خاک تو پائے ہست  
 تا کیا حال دل زار پہ ہر کس گویم  
 غرض از پہلوئے ایں غم زدہ ایذاے ہست  
 آگہ از آمدن میر در ایں شہر نم  
 ایں قدر ہست کہ در کوئے تو غوغاے ہست

۹۲

حالیہ زندگی من تنگست  
 چہ گویم چہ حالت تنگست  
 سختی غم بلائے جاں گردید  
 دل ز فرط سرفشگی تنگست  
 از غم رو نہ دادن خواباں  
 دل چہ آئینہ ام تو تنگست  
 نیست بے لطف گریہ فریاد  
 آپ ہلائے سک ہم تنگست  
 از غم و طعناش چہ ی پری  
 ہر نماں میر را پہ خود تنگست

۹۱

بھر میں جان لب پر آگئی اور ایک تھنا (باقی) ہے  
 دل جگہ پر باقی نہیں ہے لیکن اس میں ایک جگہ (خالی) ہے  
 اس کی قامت کہاں اور وہ تھہر بالا کہاں  
 (اگرچہ) خوش قطع سرو (بھی) اس ہاتھ میں خوش نما ہے  
 کس لیے عمر کو ناخوش بسر کیا جائے  
 شہر اگر اچھا نہیں ہے، گوشہ صحرا (موجود) ہے  
 اس سے پہلے ستم میں اس کو اتنی زیادہ دلیری نہیں تھی  
 دشمن کو مکر حیرت طرف سے شہابی ہے  
 اس کی آنکھ موتی پڑے ہوئے سرمہ پر بھی نہیں پڑی  
 جس کو بھی (تیرے) قدموں کے نیچے کی خاک نہ نظر ہے  
 کب تک حالی دل زاد ہر ایک سے کہوں  
 مختصر یہ کہ اس غم زدہ کے پہلو میں تکلیف ہے  
 میر کے اس شہر میں آنے سے آگاہ نہیں ہوں  
 اتنا ہے کہ تیرے کوچے میں غوغا ہے

۹۲

ان دنوں میری زندگی دولت و رسوائی ہے  
 کیا کہیں حال پریشان ہے  
 غم کی سختی بلائے جاں ہو گئی  
 دل رکاوٹوں کی افراط سے بھر (ہو گیا) ہے  
 خواباں کے چہرہ نہ دکھانے سے  
 دل بھی میرے آئینے کی طرح تو رنگ ہے  
 گر یہ و فریاد لطف سے خالی نہیں ہیں  
 بھر کے اوپر پانی بھی ایک رونق (رکتا) ہے  
 اس کے غم و ٹپتے کی کیا پوچھتا ہے  
 ہر وقت میر کو خود سے جنگ رہتی ہے



۹۳

بے تھاپانہ یار من برخواست  
 پردہ از روئے کار من برخواست  
 کس بہ کس نیست آفتاب گوئی  
 رسم مهر از دیار من برخواست  
 یک زماں او نشست و از ہر سو  
 فتنہ در روزگار من برخواست  
 غرور و پاپی راز عشق نہ رفت  
 بعبہ عمرے غبار من برخواست  
 خواریم نیست میر امرورہ  
 مدت است اعتبار من برخواست

۹۴

ایں کہ گرد شہر در ہر جا حرارے ماندہ است  
 مشتہ خاکے از عزیزاں یادگارے ماندہ است  
 بے تو می نام بدایں سے عمارہ کش پائیان کار  
 نقشہ از سر رفتہ و رنج خوارے ماندہ است  
 در نزاں می گفت بلبل با ہزاراں غم کہ آہ  
 کل زگلشن رفت و در دل زلم خارے ماندہ است  
 گرد راتش سرکشید و در بیاں نحو شد  
 یادگار او بہ چشم من غبارے ماندہ است  
 اے بہ قربانت روم، بسیار رنگیں می روی  
 از غرام تو بہ ہر گاہے بہارے ماندہ است  
 رفت آن ہنگامہ پروازی افغانی دلم  
 ایں زماں از ہستی من نالہ دارے ماندہ است  
 لطف حسن او نہ ماند و کجکشی دلکش بہ جا ست  
 ایں بدایں ماند کہ گنجے رفت و بارے ماندہ است

۹۳

میرا یار ہے تھا پاند چلا گیا  
 میری تنہا کے چہرے سے پردہ اٹھ گیا  
 کوئی کسی کا آشنا نہیں ہے، گویا  
 محبت کی رسم میرے دیار سے اٹھ گئی  
 ایک ساعت وہ بیٹھا اور ہر طرف سے  
 میرے زعم کی میں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا  
 مر گیا اور عشق کے راز کا پاس نہ گیا  
 ایک مدت کے بعد میرا غبار اٹھا  
 میری موت آج کی نہیں ہے  
 ایک مدت ہو گئی ہے (کہ) میرا اعتبار اٹھ گیا ہے

۹۴

یہ کہ شیر کے گرد ہر جگہ حزار باقی رہ گئے ہیں  
 عزیزوں سے محبت خاک یادگار باقی رہ گئی ہے  
 تیرے بغیر آخر کار میں اس سے خوار کی طرح ہو جاتا ہوں (جس کا)  
 نصیر سے اتار گیا ہو اور خوار کی کوفت باقی رہ گئی ہو  
 غزاں میں بلبل نے جزا رقم کے ساتھ کہا کہ آہ  
 گل گلشن سے چلا گیا اور دل میں خار کا دھم باقی رہ گیا ہے  
 اس کی راہ کی گرد بلند ہوئی اور بیاباں میں غائب ہو گئی  
 میری آنکھ میں اس کی لٹنی ایک غبار باقی رہ گیا ہے  
 اسے تجھ پر قرباں ہو جاؤں بہت دیکھیں اچلتا ہے  
 تیرے خرام سے ہر قدم پر بہار باقی رہ گئی ہے  
 میرے دل کی لٹاں کا وہ جنگمہ اٹھا ہضم ہو گیا  
 ان دنوں میرے وجود میں (صرف) ایک فریادی باقی رہ گیا ہے  
 اس کے حسن کا لطف نہیں رہا اور اس کی دلف کا بل باقی ہے  
 یہ اس طرح ہے کہ خزانہ لٹ گیا اور سانپ باقی ہے

در حساب خاک ہم نخواست چرخ دوز مرا  
کار من موقوف بر روز شمارے مانده است  
ابتدائے عشق را دیم به چندیں رنگ میر  
آخر آخر گریه بجانختارے مانده است

۹۵

من خود اسیر عشقم و هر دم ملالت است  
اے اشتیاق سیر گشتاں چه حالت است  
افراط شوق میں کہ زمانے ہزار بار  
دل سوئے او روانہ به رسم رسالت است  
یک رو ترا به باغ گل از دور دیدہ بود  
از روی دل کش تو ہنوش فحالت است  
غمزد ہمیں کہ در سر خاراشکاف رفت  
نخوش باد عہد عشق کہ بکسر عدالت است  
عما کر به غردان خود میر بہت ای  
در طبع نازک تو قیامت جہالت است

۹۶

کبریا یم ہمہ از جنت درویشاں است  
شاہ اندازی من از نظر ایشان است  
صحبہ ما و نکور و پیراں آہ میر  
حق قیہ جگر زیں ستم اندیشاں است  
گاہ گاہی حکمہ لطف به حالش می کن  
عاقبت میر چاکش ز دقاکیشاں است

۹۷

از داغ گل به سینہ من دستہ دستہ است  
وز اقلب لالگوں مرہ ام نغچہ بہتہ است

آسان نے مجھے خاک کے حساب میں بھی نہیں نکسا  
میرا کام روزِ شمار پر موقوف رہ گیا ہے  
عشق کی ابتدا کو میرؔ میں نے ایسے رنگ میں دیکھا تھا  
آخر آخر گر یہ ہے اختیار باقی رہ گیا ہے

۹۵

میں خود اسیر ہو گیا اور ہر دم تجھے ملا ہے  
اے سیرِ گلستاں کے اشتیاق، (یہ) کیا حالت ہے  
شوق کی افراط دیکھ کہ ہر وقت ہزار بار  
دل اس کی طرف پیغام پہنچانے کی غرض سے روانہ ہے  
ایک بار تجھے باغ میں گل نے دور سے دیکھا تھا  
تیرے دکھش چہرے سے ابھی تک اس کو شرمساری ہے  
خسر کو دیکھ کہ ہاتھ توڑنے والے کی فکر میں گیا  
عہدِ عشق خوش رہے کہ بکسرِ انصاف ہے  
جان بوجھ کر میرؔ کے خوں پر کمر باندھی ہے  
تیری طبعِ نازک میں قیامت کی نادرانی ہے

۹۶

ہماری تمام بڑائی دردِ پیشوں کی دعا (کی وجہ) سے ہے  
ہمارا خزان کی نظر کی وجہ سے ہے  
ہماری اور اچھے چہرے والے لوگوں کی صحبت آہستہ پوچھ  
جگرِ قہر کا تختہ ان ظالموں کی وجہ سے (بن گیا) ہے  
کبھی کبھی اس کے حال پر شکاہِ لطف کر  
آخر بلاکش میرؔ وفا شعاروں میں سے ہے

۹۷

میرؔے دلِ دُلم سے دستہ دستہ گل (بن گئے) ہیں  
اور لالہ گوں اشک سے میری مژدہ خوں بستہ ہے

تجہا نیاہدست بہ شور از تو عندلیب  
گل ہم بہ روزگار تو در خون نشسته است  
یک چند میر را بہ زبان داشتن خوش است  
بے چارہ از جفاے تو پر دل شکستہ است

۹۸

بے تو طوفان چشم تر این جاست  
کشتی چرخ در خطر این جاست  
دیدہ سوزاں تر است از اہکم  
کاسہ از آتش گرم تر این جاست  
لالہ و گل بہ باغ خواہد بود  
لختہ دل، پارہ جگر این جاست  
بے زحمت از فغان و نالہ میر  
طرفہ ہنگامہ ہر سحر این جاست

۹۹

خوشا کسے کہ چہ برق از جہاں بخت و برفت  
بہ یک سجدہ از این دام گہ برست و برفت  
بہ پرسہ گاہ جہاں رسم دیر ماندن نیست  
کسے کہ آمدہ این جا، دسے نشست و برفت  
سراغ دل چہ نمودم بہ سینہ شد معلوم  
کہ آں غریب از این خانہ بار بست و برفت  
بہوم بود بہ یوسف کہ ماہ من آمد  
نمود چہرہ و بازار او شکست و برفت  
نصیب میر نہ شد چوں بہود حضرت او  
جہیں ز غصہ بہ ناخن تمام محنت و برفت

تیری وجہ سے عندلیب تنہا ہی نالوں پر نہیں مجبور ہے  
گل بھی تیرے دور میں خوں میں ڈوبا ہوا ہے  
اک ذرا میرے (محبت کا) اقرار کرنا اچھا رہے گا  
بے چارہ تیری جفا سے بہت دل شکستہ ہے

۹۸

تیرے بغیر چشمِ ترکاٹو فغانِ یہاں ہے  
چرخ کی کشتیِ خطرے میں اس جگہ ہے  
آنکھ میرے آنسوؤں سے زیادہ جلتی ہوئی ہے  
یہاں بیاہ شور بے سے زیادہ گرم ہے  
لالہ اور گلِ باغ میں ہوں گے  
لختِ دل، پارہ جگر یہاں ہے  
تجھے خد کیمنے کی وجہ سے میرے کمال اور فغاں (کرنے) سے  
ہر سحر طرفہ ہنگامہ یہاں (ہوا) ہے

۹۹

کیا کہے اس کے جس نے دنیا سے برقی کی طرح جست کی اور چلا گیا  
ایک تڑپ سے اس دامِ گاہ سے چھوٹا اور چلا گیا  
دنیا کی پرسگاہ میں دیر تک رکنے کی رسم نہیں ہے  
جو (بھی) یہاں آیا کچھ دیر بیٹھا اور چلا گیا  
جب (میں نے) سینے میں دل کا سراغ لگایا، معلوم ہوا  
کہ اس غریب نے اس گھر سے سامانِ باندھا تھا اور چلا گیا ہے  
یوسف کے گردِ جہنم تھا کہ میرا محبوب آیا  
چہرہ دکھایا اور اس کے بازار کو اجاڑا اور چلا گیا  
جب میرے کو اس کے قرب کا سجدہ نصیب نہیں ہوا  
غصے میں تمام پیشانیِ ناخن سے نوچنی اور چلا گیا

۱۰۰

بودا ہوں را بہ بزم ما جا نیست  
 عاشقی ہاست این تماشا نیست  
 آہ از این خود نمائی پنہاں  
 ہمہ جانی و تجھ پیدا نیست  
 شیخ پر غافل ز مہنگاں  
 چشم پوشیدی و مصلیٰ نیست  
 سخت مغرور حسن خویشی  
 بہت از مرگ خلق پروا نیست  
 ما رضامند تا بہ مرگ خودیم  
 کوچی در محبت از ما نیست  
 گریہ در شہر دیدہ دیدہ سکیم  
 آخر آبادی است، صحرا نیست  
 حرف ہا دارد از خط و خاش  
 میر را از کجا کہ سودا نیست

۱۰۱

خراکت لب یار را درخور است  
 کہ صد پردہ از درد نازک تر است  
 چہ شد مگر قہر چوں کماں شیخ راست  
 کہ این چہ کے سخت تیر آور است  
 سر شکم بہ رنگ دگر می چکد  
 جگر غالباً صرف چشم تر است  
 بجز مرگ اسے میر آرام نیست  
 کہ دور از کسے زیست درد سر است

۱۰۰

ہماری بزم میں بوالہوس کی جگہ نہیں ہے  
 عاشقی ہے یہ تماشا نہیں ہے  
 اس پوشیدہ خود نمائی سے  
 تو ہر جگہ ہے اور نظر نہیں آتا ہے  
 شیخ (تو) مغ بچوں سے بہت غافل ہے  
 نگاہ چوکی اور مصطفیٰ نہیں ہے  
 اپنے حسن پر سخت مغرور ہے  
 تجھے لوگوں کے جان سے جانے کی ذرا بھی پروا نہیں ہے  
 ہم اپنی موت تک پر بھی رضا مند ہیں  
 ہم سے محبت میں کوئی کوتاہی نہیں (ہوئی) ہے  
 (ہم) شہر میں گریہ دیکھ دیکھ کرتے ہیں  
 آفرآبادی ہے صحرائیں ہے  
 اس کے خط و خال کی ہزار باتیں کرتا ہے  
 میر کو جانوں کیسے نہیں ہے

۱۰۱

خداکت اب یار کے لائق ہے  
 کہ دور وہ سے صد پروا زیادہ نازک ہیں  
 کیا ہوا گر شیخ کا قہر کمان کی طرح ہے  
 کہ یہ بوڑھا (تو) سخت منگوار ہے  
 میرے آنسو دوسرے (حق) رنگ سے چھک رہے ہیں  
 غالباً جگر چٹم تر میں صرف ہو گیا ہے  
 موت کے سوا اے میر آرام نہیں ہے  
 کہ کسی سے دور (ہو کر) زندگی دوسرے ہے



۱۰۲

میر دنیا رو گذارے پیش نیست  
 آسماں گرد و غبارے پیش نیست  
 پاس جاں کن، تن نہ دارد اعتبار  
 غالب غامی مزارے پیش نیست  
 بس و ہم است نقش زندگی  
 ورنہ هستی اعتبارے پیش نیست  
 در بر واعظ چه زانو می زنی  
 پچ گوے، ہرزہ کارے پیش نیست  
 غرقہ و ہم نمودی از بے تکی  
 ورنہ ایں دریا کنارے پیش نیست

۱۰۳

ریش و مندیل و پیرمین زور است  
 شانہ کاری شیع مشہور است  
 بحث با مکران رویت نیست  
 ہر کس چشم نیست، معذور است  
 کے پہ احوال کس ہر داند  
 آں ہمہ ناز سخت مغرور است  
 تا برابر پہ خاک رو نہ شوی  
 راہ غزو یکہ دوستی دور است  
 بدجے شد کہ داد چاہن و جنوز  
 ہر طرف حال میر تذکر است

۱۰۴

آتش افشاں نالہ من از رخ ریشاں دوست  
 دود آہم پچ دار از کاکل چچان دوست

۱۰۲

میر دنیا رہ گزار سے زیادہ نہیں ہے  
 آسماں گرد اور غبار سے زیادہ نہیں ہے  
 جان کا پاس کر، حق اعتبار نہیں رکھتا  
 خاک کی قالب مزار سے زیادہ نہیں ہے  
 زندگی کا نقش وہم کا باندھا ہوا ہے  
 درد نہ ہستی اعتبار سے زیادہ نہیں ہے  
 واعظ کے سامنے کیوں رانوں ٹپکتا ہے  
 (وہ) ایک پوچھ گو، بے ہودہ کام کرنے والے سے بڑھ کر نہیں ہے  
 کم ظرفی سے خودی کے وہم میں غرق ہے  
 درد نہ یہ سمندر کنارے سے زیادہ نہیں ہے

۱۰۳

واڑھی اور پگڑی اور لہاؤہ زوردار ہے  
 شیخ کی رہا کاری مشہور ہے  
 تیرے چہرے کے منگروں سے بحث نہیں ہے  
 جس کے پاس بھی آنکھ نہیں ہے، معذور ہے  
 کسی کے احوال پر کب متوجہ ہوتا ہے  
 وہ ہمہ ناز سخت مغرور ہے  
 جب تک خاک راہ کے برابر نہ ہو جا  
 دوستی کی نزدیک راہ دور ہے  
 خدمت ہوئی کہ جان دی تھی مگر اب تک  
 ہر طرف میر کا حال بیان ہوتا ہے

۱۰۴

اس کے روشن چہرے کی وجہ سے میرا نالہ آگ برسا رہا ہے  
 میری آؤ کا دھواں اس کی بل کھائی ہوئی ذائقہ کی وجہ سے بچھا رہا ہے

قیس را با چشم کم زہار در صحرا میں  
 شہرہا پر ہم نے چوں نالہ در فرمان اوست  
 ایں کہ می افتد بہ وقتِ نزع ہر سو چشم میر  
 خواہش دیدار معشوقے مگر با جان اوست

۱۰۵

آں جنائش چوں کماں برداشت  
 طائرِ سدرہ دل ز جاں برداشت  
 سستی عہد گل چو ثابت شد  
 بلبل از بارغ آشیان برداشت  
 نالہ دل خراش میر آخر  
 خواب از چشم دوستان برداشت

۱۰۶

نالہ است و غم است و چشم تر است  
 کشور عاشقی چہ خوش سحر است  
 در خرابات صرف کن اوقات  
 کہ چہ ہر گوشہ عالم دگر است  
 رنگس آں چشم را ہی خوانند  
 می نہ دانند کایمہ ایں نظر است  
 دل بچسپاں چہ صندلی رنگے  
 زندگی بے علاقہ درد سر است  
 گر یہ بے صرفہ میر تنواں کرد  
 عاقبت اٹک پارہ جگر است

۱۰۷

وصفِ حسن تو از خیالات است  
 لغم و نثر ایں ہمہ خیالات است

قیس کو کبھی صحرا میں چشم کم سے مت دیکھو  
شہروں کو برہم کر دینے والا نالہ اس کا زیرِ فرمان ہے  
یہ کیا کہ وقتِ نزعِ میر کی آنکھ ہر طرف پڑ رہی ہے  
معتوق کے دیدار کی خواہش ضرور اس کی جان کے ساتھ ہے

۱۰۵

اس جھنجھٹے نے جب کمان اٹھائی  
طاؤزِ سدرہ نے دل کو جان سے اٹھالیا  
عہدِ گل کی بے ثباتی جب ثابت ہوئی  
بلبل نے بارغ سے آشیاں اٹھالیا  
میر کے دلِ خراش تالے نے آخر  
دوستوں کی آنکھ سے خواب اڑا دیا

۱۰۶

نالہ ہے غم ہے اور چشم تر ہے  
ماشقی کی مملکتِ نعتی خوشِ سر ہے  
وقت کو شراب خانے میں صرف کر  
کہ (اس کے) ہر گوشے میں ایک دوسرا (ہی) عالم ہے  
اس چشم کو سب زغمس کہتے ہیں  
نہیں جانتے کہ اس میں (ان کا) گلِ نظر ہے  
دل کا صندلی رنگ (کے محبوب) کے ساتھ میل بنا  
زعمی (کسی سے) تعلق کے بغیر دوسرے ہے  
میر بے وجہ کہ یہ نہیں کرنا چاہیے  
آخرا تک جگر کا ٹکڑا ہے

۱۰۷

تیرے حسن کی تعریف کرنا محالات میں سے ہے  
نظم و نثر یہ سب تنقیضات ہیں

کار واعظ فقط نہ ترخانی است  
 این لہجہ مجمع کلمات است  
 ہے تو باغ و بہار و گل چچ است  
 کے ہے این ہا مرا مہلات است  
 زرد رخسار و گرہ ناک و نزار  
 میر را در فراق حالات است

۱۰۸

نے فقط کوہکن از عشق پہ ننگ آمدہ است  
 پائے بسیار وفا پیشہ پہ سنگ آمدہ است  
 ہے جہاں آمدن قست گزشتن ز جہاں  
 ہر کہ پیدا شدہ در کام جنگ آمدہ است  
 بارے یک گونہ از این دیدہ غونچا پہ نشان  
 بر زب زرد من غم زدہ رنگ آمدہ است  
 می ترود ہمہ کسین از روش رفادش  
 غالباً یار من امروز پہ جنگ آمدہ است  
 جاں دہم لیک ز دستش نہ دہم تا مقدر  
 کہ مرا دامن او دیر پہ چنگ آمدہ است  
 آں چہ از مردم چشم تو ولم دیدہ و رفت  
 کے چہیں جور ز کفار فرنگ آمدہ است  
 لوطی چند مگر زائر خاک میر اند  
 کہ ہے گوشم ہمہ شب شور شلنگ آمدہ است

۱۰۹

تا ہے دامن پاکشیدم اہل دودے بر نہ خاست  
 غوں دے مڑگاں ترے، رخسار دودے بر نہ خاست

واعظ کا کام صرف مسخرہ پینا نہیں ہے  
یہ لکھ جانتا کہ حالات ہے  
تیرے بغیر باغ اور بہار اور گل کچھ نہیں ہیں  
مجھے کب ان سب کی پروا ہے  
زرد رخسار اور گرہ ناک اور خوار  
میر کو فراقی میں حالات ہیں

۱۰۸

صرف کو کہن ہی نہیں عشق سے تنگ آیا ہوا ہے  
بہت سے واقعات (عاشقوں) کے پھر ہجر کے نیچے آئے ہوئے ہیں  
میرا دنیا میں آنا دنیا سے گزرتا ہے  
جو بھی پیدا ہوا ہے کام تنگ امیں آیا ہوا ہے  
بارے اس خوں کے آنسو بہانے والی آنکھوں سے ایک گوند  
میرے زرد چہرے پر رنگ آ گیا ہے  
اس کی رفتار کی روش سے قلم کینہ چلتا ہے  
غالباً آج میرا یاد رنگ پر آمادہ ہے  
جان دے دوں مگر اپنے ہاتھ سے نامقدور جانے نہ دوں  
کہ اس کا دامن (بہت) دیر کے بعد میرے ہاتھ آیا ہے  
جو کچھ میری آنکھ کی پتلی کی وجہ سے میرے دل نے دیکھا اور (مجھ پر) گزری  
کس پر ایسا ظلم کفار فرنگ سے ڈھایا گیا ہے  
چند قلم نگ میری قبر کی زیارت کرتے ہیں  
کہ میرے کان میں ساری رات اچھل کود کا شور آتا ہے

۱۰۹

یہاں تک کہ میں نے (مابیس ہو کر) جستجو ترک کر دی (کہ) کوئی اہل درد نہیں اٹھا  
کوئی دل خوں، مڑگاں تر، رخسار زرد نہیں پیدا ہوا

نے مراقب گئیے نے آتشیں افشاں نے  
 مدت شد زیں رباط کہنہ مردے بر نہ خاست  
 آگہ از ویرانی کاشانہ دل کس نہ شد  
 آہ آفتو ایں جنیں قصرے و گردے بر نہ خاست  
 ہر زماں در آتش و آہم ولے گاہے ز دل  
 نالہ کرے نیاہ آہ سردے بر نہ خاست  
 میر تا از پا نفستہم رونقِ دادی نہ ماند  
 باز چو من خوش جنوں سحرانوردے بر نہ خاست

۱۱۰

از دل گمو کہ تیر ہلا را نشانہ است  
 وز سینہ ام پیرس کہ زہورخانہ است  
 دل می کشد بہ نالہ مرغِ چمن بے  
 ایں مشتِ ہال و پر چہ قدر خوش ترانہ است  
 چندیں ہزار چوں تو تنگ کرد روزگار  
 غافل ز طور ایں نہ شوی، ایں زمانہ است  
 آہ مرا ہیں و ہر پے بہ سوز دل  
 در سینہ آتشے ست کہ افش زہانہ است  
 تا کے کے ز دین کہن قصہ بشنود  
 اقوالِ شیخِ کوشِ کمن، ہرزہ چانہ است  
 پیدا ست کز برائے چہ ایں جا نشے ای  
 اتھارِ ضعفِ میر بہ کوشِ بہانہ است

۱۱۱

طرزِ چھا کردی مجھوں بہ دل چھیدنی ست  
 ایں نمودے بیابانِ محبت دیدنی ست

نہ امید رکھتے والا، نہ دست بردار ہو جانے والا  
 مدت ہو گئی اس پرانی سرائے سے کوئی مرد نہیں اٹھا  
 دل کے کاٹانے کی دیرانی سے کوئی آگاہ نہیں ہوا  
 افسوس کہ اس طرح کا قصہ گر گیا اور کوئی غبار نہیں اٹھا  
 ہر وقت آتش اور آب میں ہوں مگر بھی دل سے  
 ناکہ گرم نہیں نکلا، آہ سرد نہیں نکلی  
 میرے جب سے میں تھک کر بیٹھ گیا وہابی کی رونق باقی نہیں رہی  
 دوبارہ مجھ سے خوش جوں سحرانور نہیں اٹھا

۱۱۰

دل کی مت کہہ کہ حیر ہوا کا نشانہ ہے  
 اور میرے سینے کی مت بچ چہ کہ زہور خانہ ہے  
 دل اکٹھ مرغ جن کے نالے کی طرف کھینچ جاتا ہے  
 یہ مشت بال و پر کیا اچھا لگانے والا ہے  
 حیری طرح کے ہزاروں روزگار نے تکف کر دیے  
 اس کے طور سے غافل مت رہو، یہ زمانہ ہے  
 میری آہ کو دیکھ اور سوز دل کو سمجھ لے  
 سینے میں آگ ہے جس کا یہ شعلہ ہے  
 کب تک کوئی پرانے دین کا قصہ سنا رہے  
 شیخ کے اقوال کو مت سن، فضل گو ہے  
 ظاہر ہے کہ (تو) کس لیے اس جگہ بیٹھا ہے  
 (حیر) ضعف کا اظہار میرے اس کے کوسے (میں ٹھہرنے کا) بہانہ ہے

۱۱۱

جہنوں کے تپا بھگنے کا انداز دل میں کب جانے والا ہے  
 بیابان کا یہ خمد سوز دیکھنے کے لائق ہے



ہست ثابت سستی بنیاد قصر آساں  
یعنی ایں طاق مقربس میر در گردنی ست

۱۱۲

دل برائے تو جھٹوئے داشت  
جملہ محوں بود و آرزوئے داشت  
طرز گفتار میر را دیدم  
بیدماغانہ گفتگوئے داشت

۱۱۳

از آہ و نالہ شب ہمہ شب تازہ آفتابست  
ہر روز بر سر دل من طرفہ صحبتست  
شور جنونم اسے کہ در اول شنیدہ ای  
آنکوں نہیں سکوت مرا کایں نہایتست

۱۱۴

ظلمے بر اہل مدرسہ زان یک نگاہ رفت  
صوفی ز پا درآہ و ملا ز راہ رفت  
یوسف نہ یک ز عشق پہ سرقتش دود  
ظلمے پہ ریسائی محبت پہ چاہ رفت

۱۱۵

دور از او جان مرا عہد سحر نزدیک است  
و ز تپش پارہ شدن ہائے جگر نزدیک است  
با خبر از روشی اہل چمن باید بود  
رفتن رنگ گل و بار سحر نزدیک است

۱۱۶

نالہ ام از کوسار و اشکم از ہاموں گذشت  
حیف بر فرہاد رفت و ظلم بر مہنوں گذشت

قصر آسمان کی بنیاد کی کمزوری تباہت ہے  
یعنی یہ بنائے عالی کا نکل میر ویران ہونے والا ہے

۱۱۲

دل حیرے لیے جستجو کرتا تھا  
تمام خوں ہو چکا تھا اور آرزو رکھتا تھا  
میر کی باتوں کے انداز کو دیکھا  
بے دماغانہ نگہنگو کرتا تھا

۱۱۳

آہ و نالہ سے شب ہر شب تازہ آفت ہے  
ہر روز میرے دل میں طرفہ صحبت ہے  
اے کہ (تو نے) شروع میں میرے جنوں کے شور کو سنا ہے  
اب میرے سکوت کو دیکھ کہ یہ انجام ہے

۱۱۴

اس ایک نگاہ سے اہل مدرسہ پر ظلم ہو گیا  
صوفی لڑکھڑا گیا اور مٹا راہ سے بھٹک گیا  
قطب یوسف ہی کے سر پر فتنہ برپا نہیں ہوا  
(بلکہ) ایک دنیا محنت کی وجہ سے مصیبت میں پڑی (ہے)

۱۱۵

اس سے دور ہو کر میری جان کو ہمہ سفر نزدیک ہے  
اور تہش سے جگر کا کلزے کلزے ہو جانا نزدیک ہے  
اہل جنم کی روش سے باخبر رہنا چاہیے  
رنگ بگل اور بادِ سحر کا جانا نزدیک ہے

۱۱۶

میرا نالہ کو ہمارے اور میرا اٹھک دنیا ہاں سے گزرا  
فرہاد پر ستم ہوا اور بھتوں پر ظلم ہوا

ہر کہ شد فرق ہوں با ما شبیدانش مسخ  
کز سرش بگذشت آب و از سر ما نگوں گذشت

۱۱۷

چشم در آئیندانش ہر دم پہ گیسوئے خود است  
آن پری رو غالباً زنجیری سوئے خود است  
کاش یک رو بگذرد از طرف بخشش بے نقاب  
لالہ و گل را غرور خوبی روئے خود است

۱۱۸

تم ز فرط غم و درد درد و لافز گشت  
ز یمن عشق کتب خاک من ہمہ زر گشت  
شدی چو بحر کتب ما پہ طاق نیاں نہ  
حصول نیست ز تحصیل چوں ورق برگشت

۱۱۹

دوستاں یاد سر زلفش بلائے دل شدہ ست  
شانہ خالی می کنم چہمے کہ پر مشکل شدہ ست  
چچہ در صہلم نہ شد از کوشش بسیار میر  
آخر از اکتب دہادم راہ کوشش گل شدہ ست

۱۲۰

دقت ریل آہ پہ خواب گراں گذشت  
تا چشم دا کنم ز نظر کارواں گذشت  
رفتم قراہ مرگ پہ خود دادہ از درت  
یعنی کہ بے تو از سر جاں می توں گذشت

۱۲۱

در نقش پائے یار چہ دستے کشادہ است  
نفاش اگر سرے نہ کھد سخت سادہ است

جو کہ ہوں میں خرق ہوا اس کا ہم (جیسے) اس کے شہیدوں کے ساتھ موازنہ نہ کر  
کہ اس کے سر سے پانی گزرا اور ہمارے سر سے خون گزرا

۱۱۷

اس کی آنکھ اپنے آنکھ میں ہر وقت اپنی زلفوں پر ہے  
وہ پری رو غالباً اپنے بالوں کا زنجیری ہے  
کاش (وہ) ایک بار گلشن کی طرف بے غلاب گزرے  
لالہ اور گل کو اپنے چہرے کے شبنم پر غور ہے

۱۱۸

میرا بدن غم اور درد کی افراط سے لاغر ہو گیا  
عشق کی سعادت سے میری کفِ خاک تمام سوتا ہو گئی  
جب بوڑھا ہو گیا کتا ہوں کو طاقِ نسیاں پر رکھ دے  
علم حاصل کرنے کا قاعدہ نہیں جب ورق الٹ گیا

۱۱۹

دوستو! اس کی زلف کی یادوں کے لیے بلا ہو گئی ہے  
کچھ دنوں کے لیے (اس سے) سبک دوش ہوتا ہوں کہ (اب) بے حد مشکل ہو گئی ہے  
خود کو ضبط کرنے کی بہت زیادہ کوشش سے میرے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا  
آخردم بدم رونے کی وجہ سے اس کے کوپے کا راستہ کچھڑ (سے بھر گیا) ہے

۱۲۰

افسوس کہ چلنے کا وقت خواب گراں میں گزر گیا  
جب تک میں آنکھ کھول کر اداں نظر سے دور ہو گیا  
میں تیرے دردازے پر سے اپنی موت کا عہد کر کے چلا گیا  
یعنی کہ تیرے بغیر جان سے گزر جانا چاہیے

۱۲۱

یار کے پیروں کے نقش (بنانے) میں کیا عبادت رکھتا ہے  
نقاش اگر سراونچا نہ کرے، سخت بے ہنر ہے

۱۴۲

تصویر گردن تو بلا حیرت اختصاصت  
گردن کشی مصور اگر می کند بهاست

۱۴۳

نقاش نقش زلف گره گیر ساخته ست  
دیوانه میر بود که زنجیر ساخته ست

۱۴۴

نقاش نه آساں رخ دلدار کشیده ست  
یک ماه بسر کرده که رخسار کشیده ست

۱۴۵

سخت بے باک و بلا عشق گزینے بوده ست  
دل که خوں گشته چپ آفت دینے بوده ست  
تکلیه اوست به دروازہ سے خانہ بنور  
میر درویش طراوت نشینے بوده ست

۱۴۶

در چمن از روی خوب او ستم بر گل گذشت  
و ز سر زلفش قیامت بر سر سنبل گذشت  
سال ہا شد کز قفس آزرده جانے بر نہ خاست  
نالہ وقت سحر قہر است تا بلبل گذشت

۱۴۷

می گفت میر گریہ کنایاں چوں ز ہم گذشت  
کہ ایں شیخ روزہ عمر پہ صد درد و غم گذشت  
خواہید دید حالت کاغذ پہ چشم غولیش  
مر سرگذشت من پہ زبان قلم گذشت

۱۲۲

حیری گردن کی تصویر نہایت حیرت کا تقاضا کرتی ہے  
مصور اگر گردن کٹتی کرتا ہے، بجا ہے

۱۲۳

نقاش نے بل کھائی ہوئی زلفوں کا نقش بنایا ہے  
دیوانہ تھا میر کہ زنجیر بنائی ہے

۱۲۴

نقاش نے ربغ و لہار آسانی سے نہیں کھینچا ہے  
ایک ماہ بسر کیا ہے جب رخسار (کا نقش) کھینچا ہے

۱۲۵

عشق اختیار کرنے والا بہت بے باک اور بلاکش ہوتا ہے  
دل (جو) کہ خون ہو چکا ہے مجب آفت دیں رہا ہے  
اس کا تکیہ شراب خانے کے دروازے پر ابھی تک ہے  
میر شراب خانے میں پڑے رہنے والا درویش ہے

۱۲۶

چمن میں اس کے غم بے صورت چہرے سے گل پر ستم ٹوٹ پڑا  
اور اس کی زلف سے سنبل کے سر پر قیامت گزر گئی  
برسوں ہو گئے کہ قفس سے کوئی آرزوہ جان نہیں نکلا  
حمر کے وقت کا نالہ قہر ہے جب سے کہ ہلیل مر گیا

۱۲۷

مرے وقت میر رو کر کہہ رہا تھا  
کہ یہ بیچ روزہ عمر سیکڑوں درد اور غم میں گزر گئی  
چاہیے تھا کہ اپنی آنکھ سے کانڈ کی حالت دیکھیں  
اگر میری سرگزشت قلم کی زبان (کی حد) سے گزر گئی

۱۲۸

مقصد از طوطی حرم کے حاصل است  
کچھ از راہش تفتیش منزل است  
غوش تر است از جاں بہ آسانی رود  
بے تو اکوں زندگانی مشکل است  
شود در سر چرخ را از تخته مست  
آہاں چہ است لیکن جاہل است

۱۲۹

ادراک غیبی تو ز ابصار مشکل است  
پردہ حقن دل از غم دیدار مشکل است  
ما را کہ چوں غبار فتنہم جزو خاک  
برخاستن ز کوئے تو بسیار مشکل است  
خو کردیم بہ بھر تو بے مصلحت نہ بود  
برداشتن دل از تو بہ یک بار مشکل است  
ہر لکھ نام ز جا دل بے تاب ی رود  
گاہے کلیپ اگر نہ کند کار مشکل است

۱۳۰

ستم ز سادہ دلی ہائے من بہ جان من است  
وقا ز ہم چو تو بے مہر در گمان من است  
رسیدہ ام ز رو دور و تاجر عظم  
محتاج درد و الم بار کاروان من است  
شود زیادہ اگر وحتم بہ دشت برید  
غزال دادی بجنوں حراج دان من است

۱۳۱

منے کہ بے تو دہ دست ناچشیدہ بہ است  
دماغ رفیع مگھور نارسیدہ بہ است

۱۲۸

طوف حرم سے مقصد کے حاصل (ہوا) ہے  
کھپ اس کی راہ میں پہلی منزل ہے  
اچھا ہے اگر جان آسانی سے چلی جائے  
حیرے بغیر اب زندگی مشکل ہے  
ہمت سے آسمان کے سر میں جنوں ہے  
آسمان جبر ہے لیکن نادان ہے

۱۲۹

نظروں سے تیری خوبصورتی کا اور اک کرنا مشکل ہے  
دل کو غم دینا دے جلا دینا مشکل ہے  
ہمیں (جو) کہنا تو اس خبر کی طرح خاک کا جزو ہیں  
حیرے کو پے سے اٹھانا بہت مشکل ہے  
میرا تیری بھری عادت ڈالنا مصلحت کے بغیر نہیں تھا  
تجھ سے اچانک دل اٹھالینا مشکل ہے  
ہر لحظہ میرا بے تاب دل ہاتھوں سے اٹھا جاتا ہے  
اگر میر کسی وقت کام نہ آئے تو مشکل ہے

۱۳۰

میری ساوہ دلی سے میری جان پر ستم ہے  
حیرے جیسے بے مہر سے وفا (کی امید) میرے گمان میں ہے  
درد کے راستے سے پہنچا ہوں اور عشق کا تاجر ہوں  
درد اور الم کی متاع میرے کاروان میں ہے  
اگر میری وحشت بڑھ جائے (مجھے) وحشت میں لے جائیں  
داوی مجنوں کا ہرن میرے حال اور میری طبیعت سے آشنا ہے

۱۳۱

حیرے بغیر جو شراب میرا آتی ہے، (اس کا) نہ چکھنا بہتر ہے  
بھر کے مارے کے سر میں نشہ نہ چڑھنا بہتر ہے



مہار چشم چانی کند کسے پہ خط  
 پہ گرد روئے تو ایں سبزہ نادیدہ پہ است  
 رو حدیث بدہ ورنہ رنجہ خواہی شد  
 فسات من غم دیدہ ناشنیدہ پہ است

۱۳۲

میر آں کہ چشم شوق پہ ابروئے یار داشت  
 ہر دم جگر نگار پہ ششیر کار داشت  
 مگر قدر گرد راو تو نکاشت بد مہر  
 معذور بود شیخ کہ چشم غبار داشت  
 ہر ذرہ خاک باد پہ سر می زند پہ سنگ  
 بجنوں چہ من مگر دلک پہ قرار داشت

۱۳۳

دیر در غول ریزی من اے سپاہی پیشہ جوست  
 بازخواہ غول نہ دارم ایں ہمہ اندیشہ جوست

۱۳۴

شب چشک ستارہ حزیناں، اشارہ اے ست  
 یعنی در ایں رواق عجب ماہ پارہ اے ست

۱۳۵

ایں گل ابر کہ گریاں پہ کلب خاک من است  
 تربیت یافتہ دیدہ غم ناک من است

۱۳۶

بعد مرگم از قفس چون من اسیرے بر نہ خاست  
 دل پہ درد آور فقاں از ہم صغیرے بر نہ خاست

کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تیرے خط پر آنکھیں سینکے  
تیرے چہرے کے گرد اس ہرے کا نہ اگنا بھتر ہے  
بات کرنے کا موقع مت دے ورنہ تجھے ہنسوں ہوگا  
مجھ فم زدہ کا فسانہ شہیدہ بھتر ہے

۱۳۲

مترہ جس کی ابروئے یار پر چشم شوق تھی  
اس ڈلھی جگر کو ہر دم شمشیر سے ساہتر رہا  
اگر میری راہ کی گرد کی قدر نہیں پہچانی، براست مان  
شیخ معذور تھا کہ اس کی آنکھوں میں غبار تھا  
بیاباں کی خاک کا ہر ذرہ پتھر سے سرامد رہا ہے  
بھنوں (بھی) ضرور میری طرح بے قرار دل رکھتا تھا

۱۳۳

اے سپاہی پیشہ میرا خون بہانے میں کیا دیر ہے  
میں اپنا غول بہا طلب کرنے والا نہیں رکھتا، ماتنی تشویش کیوں

۱۳۴

دوستو! رات کو ستاروں کی چٹشک ایک اشارہ ہے  
یعنی اس ایمان میں ایک عجب ماہ پارہ ہے

۱۳۵

یہ ہاول کا چھوٹا سا کھڑا (جو) کہ میری کف خاک پر رو رہا ہے  
میری آنسو بھری آنکھوں کا تربیت یافتہ ہے

۱۳۶

میرے مرنے کے بعد نفیس سے مجھ جیسا امیر نہیں نکلا  
کسی مصیبت (کے گئے) سے دل میں درد پیدا کر دینے والی فتنیں نہیں نکلی

۱۳۷

ہر غزل من اجتماع است  
در مجلس صوفیاں سماع است  
ناچار ہ مرگ دل نہادم  
اے جان ہمیں بروہ دواع است  
خوہاں ہرگز نمی غرض  
با آں کہ وفا عجب متاع است  
دامن مفضاں ز خاکساراں  
خوبی و تقدس اختراع است  
تا کے شغوم غم دلت میر  
آنکوں خاموش کن صداع است

۱۳۸

باز دل بر سر کوئے تو ز پا افتادہ است  
آہ از ایں تختہ ہجراں کہ بجا افتادہ است

۱۳۹

چہ دست ستم کیش من ہر زماں است  
نہ دانم چہ در سرفروشت کماں است

۱۴۰

مباش از محویش غافل گر تمیز است  
کہ جاں اے میر مہمان عزیز است

۱۴۱

ہر یک ز آہ و اٹک پئے جان عاشق است  
آپ و ہوائے شہر وفا ناسواقی است

۱۳۷

میری ہر غزل پر اہتمام ہے  
صوفیوں کی مجلس میں سماع ہے  
ناچار موت پر دل کو ٹھہرایا  
اے اداس جاں بلی جا، وداع ہے  
خوبصورت لوگ ہرگز اس کو نہیں خریدتے  
اس کے باوجود کہ وفا محب متاع ہے  
خاکساروں سے دامن نہ بھٹک  
خوبی اور پاکیزگی (محض) اختراع ہے  
کب تک تیرا فم دل سنوں، میر  
اب خاموش رہ، صداع! ہے

۱۳۸

تیرے کوپے میں دل پھر سے لٹکھڑا گیا ہے  
آہ یہ ہجر کا مارا ٹھیک جگہ پر آگرا

۱۳۹

ہر وقت میرے ستم پیشہ کے ہاتھ میں ہے  
نہیں جانتا کہ کہاں کی سرفروشت میں کیا ہے

۱۴۰

اپنے سے غافل مت ہوا اگر شعور ہے  
کہ جان اے میر مہمان عزیز ہے

۱۴۱

آہ اور اٹک میں سے ہر ایک عاشق کی جان کا درپے ہے  
شہر وفا کی آب و ہوا ناموافق ہے

۱۳۲

اگر چہ دست مرا با سرم سروکار است  
دلے بہ حشر ہمیں دست و دامن یار است

۱۳۳

بر سر ما بہ دم غم رسیدی بہ عبت  
ما کا ایم، تو تصدیق کشیدی بہ عبت  
حاصلے بود، ہمیں بود کہ پامال شدی  
در وہ حادثہ چوں سبزہ رسیدی بہ عبت

۱۳۴

ناساز بود عارضے عشق با علاج  
مردم بہ یار عارض محوب تو لا علاج

۱۳۵

اسپ و فیل و علم و شوکت و شان آخر بچ  
گشتہ بالفرض از آن تو جہاں آخر بچ  
منعم اے خانہ خراب این ہمہ شوقی تعمیر  
سال با سائنہ ای جا و مکان آخر بچ

۱۳۶

قدر جنس وفا نہ دارد شرح  
دل بہ طفلان شہر دادم طرح

۱۳۷

ہست بر ریش و فحش دارد شیخ  
شانہ کاری ست روزگار شیخ  
رفت در وجہ بادہ سخاوت  
روشن خوش گرفت کار شیخ

۱۳۲

اگر چہ میرے ہاتھ کو میرے سر سے سرد کار ہے  
لیکن حشر میں بھی ہاتھ ہے اور دامن یار ہے

۱۳۳

میرے سر ہانے دم نزع میں عبث پہنچا  
ہم کہاں ہیں تو نے عبث تکلیف اٹھائی  
زندگی کا حاصل اگر تھا (تو) بھی تھا کہ تو پامال ہو جائے  
(ٹھو) زمانے کی گردش کی راہ میں بہزے کی طرح عبث آگاہ

۱۳۴

علاج سے عشق کا عارضہ موافقت نہیں رکھتا تھا  
تیرے خوبصورت گالوں کی یاد میں لا علاج مر گیا

۱۳۵

ہاتھی اور گھوڑے، علم اور شوکت اور شان آغبر کار کچھ نہیں  
تو ان سے بالفرض گزر بھی گیا (تو بھی) جہاں کچھ بھی نہیں ہے  
اے خانہ خراب دولت مند اس قدر تعمیر کا شوق  
سالہا تو نے جگہ بنائی اور مکان آغبر کار کچھ بھی نہیں

۱۳۶

وفا کی جنس مول نہیں رکھتی تھی  
میں نے دل طفلان شہر کو مفت دے دیا

۱۳۷

داڑھی اور سناٹے پر شیخ کا دار و مدار ہے  
ریا کاری شیخ کی زندگی ہے  
سجادہ شراب کی وجہ سے چلا گیا  
شیخ کے ہنر میں خوب ترقی ہوئی

۱۳۸

بہاراں رنگ دارد شاخ و شاخ  
گل تر می زند چشک ز ہر شاخ  
نہ دارد ہر کہ فکر برگ عشرت  
بر آرد از ندامت چون شجر شاخ

۱۳۹

دش بے روئے تو از غم کار بر دل تنگ بود  
شورش فریاد من فرسک در فرسک بود  
با رخ زردم سرکش سرخ ربطے داشتہست  
عیش از این اے ہم نشیں بر چہرہ من رنگ بود  
بے تاہل از نہالان چمن بگذشتہ ای  
درد در ہر سایہ اے برگے تیر نیرنگ بود  
خوب شد بختوں پہ صحرا رفت و ہاشم خوشد  
در محبت و شکاں آں ناخلف بے تنگ بود  
کردہ ام عمرے پہ کوئے عشق خواب راجع  
بستر من خاک بود و ہاش من سنگ بود  
سید صافی روشناس خوب و زشتہ کردہ است  
یاد آں عہدے کہ این آئینہ زیر زنگ بود  
غالباً آویزشے با غیر کرد و کشید شد  
دیدہ بودم میر را شب، مستعد جنگ بود

۱۵۰

سرو پیش سرہ از آں قامت روایت می کند  
گل پہ گل از خوبی رویش حکایت می کند  
مصلحت جز بہت لب نیست اکثوں درد من  
ناله اے دارم کہ در دل ہا سرایت می کند

۱۴۸

بہار نے شاخ و در شاخ رنگ کھیرے ہیں  
 گل تر ہر شاخ پر سے اشارہ کر رہا ہے  
 جو بھی برگِ عشرت کی فکر نہیں رکھتا  
 شرمندگی اٹھاتا ہے

۱۴۹

گل حیرے چہرے کے بغیر خم سے دل کا حال خراب تھا  
 میری فریاد کا شور فرسک در فرسک تھا  
 میرے زرد چہرے سے سرخ آنسو ایک رہا رکھتا ہے  
 اس سے پہلے اے ہم نفس میرے چہرے پر رنگ تھا  
 تو جن کے تازہ پودوں کو دیکھے بغیر گزر گیا ہے  
 ورنہ ہر پتے سائے میں ایک طلسم کی جھلک تھی  
 اچھا ہوا کہ مجنوں سحر کو چلا گیا اور اس کا نام فراموش ہو گیا  
 محبت پوشکاں میں وہ ناخلف بے وقار تھا  
 ایک عمر عشق کے کوسے میں خوابِ راحت (میں بسر) کی ہے  
 خاک میرا بس تھی اور ہاتھ میرا بھی تھا  
 میرے صاف دل نے مجھے خوب اور زشت کا روشناس کر دیا ہے  
 اس زمانے کی یاد (آتی ہے جب) کہ یہ آئینہ رنگ آلود تھا  
 غالباً طیر سے الجھا اور مارا گیا  
 میں نے دیکھا تھا رات میرے جنگ پر تیار تھا

۱۵۰

سرد سرد کے سامنے اس کے قامت کی روایت کر رہا ہے  
 گل گل سے اس کے چہرے کی حکایت (بیان) کر رہا ہے  
 اب سوائے ہونٹوں کو کسی لینے کے کوئی اور بہتری نہیں ہے ورنہ میرے پاس  
 وہ نالہ ہے جو دلوں میں سرایت کرتا ہے



دل بہرِ غمِ گشت و پامالِ شوقِ وصلِ تست  
دیدہ اکثر آرزوئے خاکِ پایت می کند  
بر سخنِ ہائے دروغش راہِ رفتنِ سادگیست  
ایں کہ می گوید کہ می آیم، عنایت می کند  
نے سناں می بایزش، نے منہجر و نے جلیجِ تیز  
بہرِ قلمِ جہشِ مژگاں کفایت می کند  
بندۂ اقبال تو گردم کہ با ایں ظلم و جور  
بر سرِ ہر کوچہ درویشے دعایت می کند  
ہم چو میر آرزوہ جانے در جہاں امروز نیست  
می چکد غم از سخنِ ہر کہ شکایت می کند

۱۵۱

از رہے نازکناں کہ آں بتِ عیارِ رود  
تختِ زان راہ پہ اندیشۂ بسیارِ رود  
ار قماشائے رختِ حورِ پرو درماند  
ور پری چشمِ تو بندہ دلش از کارِ رود  
سوئے من آمدنِ دوستِ ہاں ساں کہ طیب  
از سرِ نازِ چنے دینِ چارِ رود  
یک نگاہِ پسِ مژگاں و دو صدِ نومیدی  
جانِ قربانی اندازِ تو دشوارِ رود  
تا قیامتِ گمراہِ زیرِ زینِ خواہ بود  
چشمِ عاشق کہ پہ ایں حسرتِ دیدارِ رود

۱۵۲

احوالِ دلِ پرہیز، یک لختِ چاکِ گردید  
چہار ما گمراہ بود آخرِ ہلاکِ گردید

دل تمام خوں ہو چکا ہے اور تیرے وصل کے شوق کا پامال ہے  
 آنکھ اکٹھیرے پھروں کی خاک کی آرزو کرتی ہے  
 اس کی جھوٹی باتوں پر یقین کرنا سادگی ہے  
 یہ جو کہتا ہے کہ میں آ رہا ہوں، عنایت کرتا ہے  
 نہ اس کو سناں چاہیے ہے نہ غمخ اور نہ تیرے تیغ  
 میرے نکل کے لیے جنبش مڑکاں کافی ہوگی  
 تیری خوش نصیبی کا غلام ہو گیا ہوں کہ اس غلم اور جور کے باوجود  
 ہر کوسے میں ایک درویش تجھے دعا کر رہا ہے  
 میری طرح آج دنیا میں کوئی آزدہ جاں نہیں ہے  
 باتوں سے خوں چکتا ہے جب بھی شکایت کرتا ہے

۱۵۱

اس راہ (جس) سے وہ بت عینار ناز کرتا ہوا جاتا ہے  
 فقہ اس راہ بہت خوف کھاتا ہوا گزرتا ہے  
 اگر حور تیرے چہرے کو دیکھے، (تو) اس پر ٹھٹک کر رہ جائے  
 اور اگر پری تجھے دیکھے، اس کا دل کام سے جاتا رہے  
 میری طرف اس کا آنا اس طرح ہے کہ (جیسے) طیب  
 ناز کے ساتھ پیار کو دیکھنے کے لیے جاتا ہے  
 ایک لمبی مڑگاں نگاہ اور دوسرا امیدیاں  
 تجھ پر قربان ہونے والے کی جان مشکل سے نکلتی ہے  
 قیامت تک زیر زمین منتظر رہے گی  
 عاشق کی آنکھ جو اس حسرت و یار کے ساتھ رخصت ہو رہی ہے

۱۵۲

دل کا حال مت بچھو، یک لخت چاک ہو گیا ہے  
 میرا پیار قریب المرگ تھا، آخر ہلاک ہو گیا ہے

بزم خوش چہاں را چوں شب گلست دیدم  
شد دود شمع محفل، پروانہ خاک گردید  
از پوچ گوئی او ہر دل کدورتے داشت  
از ہم گدھج واعظ محراب پاک گردید  
بودہ ست خوش نصیب، ہم عاقبت بخیرے  
آں کس کہ مصلح او در پائے تاک گردید  
پایان کار اسے میر در عشق نو جواناں  
دل چاک چاک گردید، چاں دردناک گردید

۱۵۳

دوش آہم ز سینہ سرزدہ بود  
آتشی در پیر در زدہ بود  
دل ز باغ زمانہ رنگ نہ داشت  
گلہ دانی مگر بہ سرزدہ بود  
شد مہزل چہ شام، صبح چہن  
یک نفس مرغ نالہ چہ زدہ بود  
تا من از حب سر براں آدم  
دامن آں شوغ چشم بر زدہ بود  
آخر کار شد جراحت میر  
عشق زخمی کہ بر چکر زدہ بود

۱۵۴

اہرہ چہ کنی کج بہ تو دیدن نہ تواند  
بر خود کلناں غیر غیبین نہ تواند  
بالقوۃ خصائص ایں ناز کہ دارد  
آن ای کہ کمان تو کشیدن نہ تواند  
مرغان سحر در چہن از حیرت حسرت  
چوں طائر تصویر پریدن نہ تواند

جہاں کی بزمِ خوش کو رات گزرنے کے بعد دیکھا  
 صبحِ محفلِ دھواں تھی، پروانہ خاک ہو گیا تھا  
 اس کی بے مغز گفتگو سے ہر دل میں کدورت تھی  
 واعظ کے مر جانے سے عرابِ پاک ہو گئی  
 وہ خوش نصیب رہا، (اس کی) عاقبت بھی بخیر  
 جس کی قبر انگوڑی پیلوں کے سائے تلے بنی  
 آخر کار نو جوانوں کے عشق میں اسے میر  
 دل چاک چاک ہو گیا، ہاں دردناک ہو گئی

۱۵۳

کل میری آہ سینے سے نکلی تھی  
 ایک آگ نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا  
 دل میں باغِ زمانہ کا رنگ نہیں تھا  
 ایک گلِ داغ نگر کھلا تھا  
 صبحِ چمنِ شام میں چل گئی  
 مرغِ نالہ نے ایک نفس پر پھڑ پھڑایا تھا  
 جب تک میں گرہاں سے سر کو باہر نکالا  
 وہ شوخ چشم جانے کے لیے دامنِ سمیٹ چکا تھا  
 آخر کار میرؔ جراحت بن گیا  
 عشق نے جو زخمِ جگر پر لگایا تھا

۱۵۴

جب تو بھویں چڑھاتا ہے تجھے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے  
 صاحبانِ ہلز تجھے اظہیر نہیں رو سکتے  
 درحقیقت دشمنی کے ساتھ ساتھ یہ نازکس کے پاس ہے  
 تو وہ ہے تیرے ہم پلہ نہیں ہو سکتے ہیں  
 مرغابِ صحران میں حیرے حسن کی حیرت سے  
 تصویر کے طائر کی طرح اڑ نہیں سکتے

عشاق پہ تسلیم رضا دارا عشق اند  
 ایساں تہ تیغ تو مجیدن نہ تواند  
 در بزم نوش بہ کہ لبم بہت بہاند  
 گر سرگرم افسانہ کشیدن نہ تواند  
 تا کہ دو سہ انگ از خطر شہرت مشم  
 آکند بہ مڑگاں و چکیدن نہ تواند  
 در شہر کسم قدغن اگر دست بیام  
 تا برابوساں جیب دریدن نہ تواند  
 بے تاب و توانان وفا آہ چہ سازند  
 از دامن او دست کشیدن نہ تواند  
 ایں یک دو سخن نغمہ گم کردہ رو شعر  
 آں جا کہ من ام میر رسیدن نہ تواند

۱۵۵

از دست و بازوئے تو ضرر بر ضرر رسید  
 حیر تو سید کردہ ز دل بر جگر رسید  
 اکوں پہ دست آمدن دل چہ ممکن است  
 آں قطرہ خوں پہ ناحیہ چشم تر رسید  
 در حال نزاع گوش روم شد رسیدنش  
 وقتے کہ بے خبر شدم، اینم خبر رسید  
 رفیق ز چشم و دل تہ و بالا شد از تپش  
 از رفتن تو آہ قیامت پہ سر رسید  
 امروز میر خندہ زناں حرف ی زند  
 از یار او کتابت شوقے مگر رسید

۱۵۶

چوں بہ کولش ی روم ہنگامہ بر من می شود  
 یار ہم از بہر پاس طلق دشمن می شود

عشق تسلیم (کی غم) سے عشق کے رضا و ادب ہیں  
 یہ لوگ تیری تیغ کے تلے ترپ نہیں سکتے  
 بزم میں بہتر ہے کہ میرے لب بند رہیں  
 اگر افسانہ شروع کروں سن نہیں سکیں گے  
 کب تک دو تین آنسو میرے عشق کی بدنامی کے ذر سے  
 چلوں تک آئیں اور ٹپک نہ سکیں  
 اگر مقدور ہو تو شہر میں پابندی لگا دوں  
 کہ بواہوں گریباں نہ بھاڑ سکیں  
 وفا کے بے تاب و تو اس کیا کریں  
 اس کے دامن سے ہاتھ نہیں کھینچ سکتے  
 یہ دو ایک بات نہ ماننے والے، شاعری کی راہ سے بھٹکے ہوئے  
 (اے) میر جس جگہ میں ہوں وہاں نہیں پہنچ سکتے

۱۵۵

تیرے دست و بازو سے ضرر پر ضرر پہنچا  
 حیران حیر دل سے نکرا کر جگر میں لگا  
 اب دل کا ہاتھ آتا کیسے ممکن ہے  
 وہ قطرۂ غمیں تر کنارے پہنچ گیا ہے  
 نزع کی حالت میں اس کے آنے کی خبر سنی  
 میں جس وقت بے خبر ہو گیا مجھے یہ خبر پہنچی  
 تو نظر سے دور ہوا اور دل تجھ سے دو ہوا ہو گیا  
 تیرے چلے جانے سے آہ سر پر قیامت ٹوٹ پڑی  
 آج میر ہنس ہنس کر بات کر رہا ہے  
 شاید اسے یار کا پر شوق خط ملا ہے

۱۵۶

جب اس کے کوسے میں جاتا ہوں مجھ پر ہنگامہ ہو جاتا ہے  
 یار بھی لوگوں کی طرفداری میں دشمن بن جاتا ہے

سیر ما امدہ گیناں یک قلم ہے لطف نیست  
 نوکے ہم گاہ ایں جا نرکسی زن می شود  
 در غم دل بگئیے ما طرفہ ماتم خانہ است  
 جمع می آیند درویشاں و شیون می شود  
 گل چہ می بینم بہ یاد رویے او غش می کنم  
 حال اگر ایں است ترک سیر گلشن می شود  
 با بتاں از افشاظ میر می دانم ما  
 کایں جواں امروز یا فردا برہمن می شود

۱۵۷

خند و آفت و آشوب و بلا می گوید  
 چشم بچار ترا شوخ، چہ با می گوید  
 پردہ بردار کہ در شوق تو ہر شام و صبح  
 جان خود را دو سر درویش دعا می گوید  
 گر جگر نیست ہوں رو ز دیار عشاق  
 درد را مردم ایں شہر دوا می گوید  
 ما نہ جوہر تو بہ جاں آمدہ بودیم، چہ شد  
 گر بکفیم کہ ایں را چہ ادا می گوید  
 نیست جائے کہ در او رفتہ اعجاز تو نیست  
 ہر چہ در وصف تو گوید، بہا می گوید  
 مدحے شد کہ اسیران محبت ہر صبح  
 داستان با ز غم دل بہ صبا می گوید  
 بے قیاحت نہ بود شیخ نماز معکوس  
 لوطیاں جملہ ترا پا بہ ہوا می گوید  
 ہوئے انس از گل ایں باغ نیامد بہ مشام  
 ما چہ دانیم کس را صبر و وفا می گوید

ہم ظم زدوں کی سیر بھی بالکل بے لطف نہیں ہے  
 نیا کھلا ہوا پھول بھی کبھی کبھی اٹھا رہے کرتا ہے  
 دل کے فم میں ہمارا نکپہ ایک عجیب ماقم خانہ ہے  
 درویش جمع ہوتے ہیں اور گریہ و زاری شروع ہو جاتی ہے  
 جب پھول کو دیکھتا ہوں اس کے چہرے کی یاد میں فحش کھاتا ہوں  
 حال اگر یہی ہے نگہن کی سیر حرک ہوا چاہتی ہے  
 میرے جوں سے ملتے رہنے (کی وجہ) سے ہم جانتے ہیں  
 کہ یہ جواں آج کل میں برہمن ہوا چاہتا ہے

۱۵۷

فکر اور آشوب اور بلا کہتے ہیں  
 اسے شوخ تیری جہنم پار کو کیا کہا کہتے ہیں  
 پردہ افشا کہ تیرے شوق میں ہر شام و سحر  
 اپنی جان کو دو تین درویش دعا کرتے ہیں  
 اگر حوصلہ نہیں ہے عاشقوں کے دیار سے باہر چلا جا  
 درد کو اس شہر کے لوگ دوا کہتے ہیں  
 ہم تیرے ظلم سے جان بلب ہو گئے ہیں، کیا ہوا  
 اگر ہم نے کہا کہ اس کو کون سی ادا کہتے ہیں  
 کوئی جگہ نہیں ہے جہاں تیرے انداز (کی وجہ) سے فساد نہ ہو  
 تیرے وصف میں جو کچھ کہتے ہیں بجا کہتے ہیں  
 مدت ہو گئی کہ محبت کے امیر ہر صبح  
 غم دل کی داستانیں مہاسے کہتے ہیں  
 اسے بیخ نماؤں معکوس' بے قیامت نہیں ہوتی  
 سارے ٹوٹی تجھے پاہ ہوا کہتے ہیں  
 اس بارغ سے محبت کی بومشام تک نہیں آئی  
 ہم کیا جانیں کسے مہر و وفا کہتے ہیں



کس کماں پہ جہاں ذلت علیٰ ما نہ شایست  
شیدہ سولی و نصیریش خدا می گویند  
میر بر شعر تو خویش کمن این ہمد ناز  
دیگراں نیز غزل را بہ صفا می گویند

۱۵۸

دل می کشد بہ سحر ہنگام کار آمد  
شورے ست در سر من شاید بہار آمد  
بہ اختیار از خاک خواہم قد کشیدن  
آں پارۂ قیامت گر ہر حزار آمد  
چوں سرمہ گشت باعث افزونی ہجر ما  
گردے اگر بہ سویم زان رہ گزار آمد  
با لذت وصالش من آشنا نہ محترم  
کز خویش رفتہ بوم ہر گاہ یار آمد  
میر از جنائے خواہاں دیروز کشتہ افتاد  
این نوجوان ناکام آخر بہ کار آمد

۱۵۹

آفت کہا ز شور تو برپا نمی شود  
کے جلوہ می کنی تو کہ غوغا نمی شود  
یارب بہ کوچہ کہ قزوہ ست رام دل  
دیرے ست در محاشم و پیدا نمی شود  
دل غنچہ کدام گل غیر موسم است  
ہر چند می کشیم ولے دا نمی شود  
اے دل چہ حلقہ یاری شہر آشنا ہے  
کاد لکھد اے بہ کام تو تنہا نمی شود  
گو شمع ساں بہ بزم خوشتر سر رود بہ باد  
ترک وفا و مہر تو از ما نمی شود

دنیا میں کسی نے ذاتِ علیؑ کو مکمل طور پر نہیں پہچانا  
 شہیدِ مونی اور نصیری خدا کہتے ہیں  
 میرا اپنے شعور پر اتنا زیادہ غارِ مست کر  
 دوسرے بھی غزلِ صفائی سے کہتے ہیں

۱۵۸

دل صحرا کی طرف کھینچتا ہے مراد کا زمانہ آ گیا  
 میرے سر میں ایک شور ہے شاید کہ بہار آئی  
 خاک سے بے اختیار اراخہ کنزے ہو جائیں گے  
 اگر وہ قیامت کا ٹکڑا حزار پر آیا  
 سرے کی طرح چٹائی میں اٹانے کا باعث ہوئی  
 اگر میری طرف اس راہ گزرے گرد آئی  
 میں اس کے وصال کی لذت سے آشنانہ ہوا  
 کہ جب بھی یاد آیا، اپنے ہوش سے جاتا رہا تھا  
 میرے معشوق کی جفا سے کل قتل ہوا پڑا تھا  
 یہ ناکام لو جوں آ خر کام آیا

۱۵۹

تیرے عشق سے کہاں آفت برپا نہیں ہوتی  
 تو کب جلوہ گر ہوتا ہے کہ شور و غل نہیں ہوتا  
 یارب دل کی راہ کس کے کوسے میں جا پڑی ہے  
 لذت سے میں (اس کی) تلاش میں ہوں اور نہیں ملتی  
 دل کس غیر موسم کے پھول کی کلی ہے  
 ہر چند ہم (اسے) کھلانے کی کوشش کرتے ہیں مگر نہیں کھلتا  
 اسے دل شہرِ بصر سے آشنائی رکھنے والے محبوب سے دوستی کا کیا لطف  
 کہ وہ ایک لمحہ بھی حیرتی مراد (پہری کرنے کے) لیے تہا نہیں ہوتا  
 حیرتی خوبصورت بزم میں شمع کی طرح اگر سرائے (بھی) جائے  
 حیرتی دقا اور محبت کو چھوڑنا ہم سے نہیں ہوگا

ہر چند گفت اند کہ اے میرِ روزِ حشر  
دیدارِ عام می شود، اما نمی شود

۱۶۰

دردِ عشقم ہے چشمِ یارِ آرد  
گر یہ آج ہے روزِ کارِ آرد  
نظرِ عشقت رسید چوں ہے مراد  
خلق ہائے بریدہ بارِ آرد  
تا رسیدم درِ ایں غرابِ آرد  
فقدِ برِ فتنہ روزگارِ آرد  
دایغِ سودائے من کہ جھٹے سیاہ  
ایں بلا ہے سرمِ بہارِ آرد  
میرِ درِ انتظارِ گردِ ریش  
چشمِ نمِ ناکِ من غبارِ آرد

۱۶۱

مصل ہے تو خونِ فشانِ کرد  
چشمِ بے تہ چہ رازِ پانیِ کرد  
عشقِ آخرِ مرا ہے کشتنِ داد  
دوستِ دشمنیِ جانیِ کرد  
ہر بلائے فراقِ او اے دل  
صبرِ خوب است اگر توانیِ کرد  
دلِ صہدِ ہر سلوکِ ظاہرِ او  
لفظِ اگرِ کرد مہربانیِ کرد  
میرِ گویند درِ فراقِ بمرود  
تا چساں ہے تو زندگانیِ کرد

ہر چند اسے میر کہا جاتا ہے کہ حشر کے دن  
دیہ ار عام ہوگا، لیکن اگر نہیں ہوا؟

۱۶۰

میرے عشق کا درد مجھے یار کی نظروں میں لایا  
گر یہ نے میرا کام بنا دیا  
تیرے عشق کا نخل جب مراد کو پہنچا  
کٹے ہوئے حلقوں کا پھل لایا  
جب سے اس شراب آباد میں پہنچا (ہوں)  
روزگار فتنہ پر فتنہ لایا (ہے)  
میرے جنوں کا داغ کہ سیاہ ہو گیا  
یہ جلا بہار میرے سر پر لائی  
میر اس کی راہ کی گرد کے انکھار میں  
میری چشم فناک فہار لائی

۱۶۱

میرے بغیر مسلسل غموں فشانہ کی  
کم طرف آنکھوں نے کیسی راز داری کی  
عشق نے آخر مجھے قتل ہونے کے لیے دے دیا  
ایک دوست نے جانی دشمنی کی  
اس کے فراق کی جلا پر اسے دل  
صبر اچھا ہے اگر کر سکے  
اس کے ظاہر اسلوب پر دل مت دے  
لطف اگر کیا (اس نے) مہربانی کی  
میر کہتے ہیں فراق میں مر گیا  
کب تک میرے بغیر زندگی کرتا

۱۶۲

یک لکھ کاش سوئے من غمت رو کنند  
آنان کہ چاک سینہ بہ مڑگاں رفو کنند  
صحت چگونہ گرم توان کرد با گلے  
کافردہ می شود ز نزاکت چه بو کنند  
بارے تو خود بگو کہ چه خواهی جواب گفت  
کر روز حشر با تو مرا رو چه رو کنند  
من عین دوست عشقم و ترسم کہ دشمنان  
بر من نظر کنند و تماشاے او کنند  
یک چند مہربانی ظاہر ضرورت است  
تا غوگران میر بہ جوہر تو خو کنند  
ہر چند کام اہل طلب حاصل است یک  
شرط محبت است کہ شاں جستجو کنند  
دارند قم کشاں دل بے خواہش ارند میر  
خود حاضر است یار اگر آرزو کنند

۱۶۳

عاشق کہ دل سوختہ چوں آبلہ دارد  
آزردہ عشق است ز خود ہم گلہ دارد  
یک لکھ فراغت نہ دہ دست ز تشویش  
صد پارہ شود دل کہ مرا وہ دلہ دارد  
دیرے ست کہ از یوسف مانیت نشانے  
خوبی ست نہ آن جنس کہ ہر قافلہ دارد  
دارم سر پر شور ز سودا و قشوم  
عشق است کسے را کہ چه من حوصلہ دارد  
میر از دل و جاں معتقد ہر مغان است  
او دست ارادت بہ ہمیں سلسلہ دارد

۱۶۲

ایک لمحہ کاش مجھ دفنی کی طرف رخ کریں  
 وہ جو سینے کے چاک کو پتکوں سے دفن کرتے ہیں  
 اس گل سے صحبت کس طرح گرم کر سکتے ہیں  
 (جو) کہ خاکست سے مرعھا جاتا ہے جب سو گھٹتے ہیں  
 آخر کار تو خود کہہ کیا جواب دے گا  
 گر روزِ حشر تجھے میرے رویہ و کرتے ہیں  
 میں تین دوست ہو گیا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ دشمن  
 مجھ پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کو دیکھتے ہیں  
 تھوڑی سی دکھاوے کی مہربانی ضروری ہے  
 تاکہ محبت کے غورِ حیرے ظلم کی عادت ڈالیں  
 ہر چند کہ اہل طلب کا مقصد حاصل ہے مگر  
 محبت کی شرط ہے کہ وہ لوگ جھنجھو کریں  
 غم اٹھانے والے خواہش سے خالی دل رکھتے ہیں ورنہ میر  
 پار خود حاضر ہے اگر آرزو کریں

۱۶۳

ماشوق کس آٹے کی طرح جلا ہوا دل رکھتا ہے  
 عشق کا ستایا ہوا ہے، بخود سے بھی گلہ رکھتا ہے  
 اس کو ایک پل بھی اس لکڑ سے فرصت نہیں ہے (کہ)  
 (میرا) دل سو گھڑے ہو جائے (اور وہ) مجھے پریشان رکھے  
 مذمت ہوئی کہ ہمارے یوسف کی خبر نہیں ہے  
 حسن وہ جنس نہیں ہے کہ ہر قافلہ لے کر چلتا ہو  
 دج آگلی میں پر شور دل رکھتا ہوں اور خاموش ہوں  
 اس پر شاباش ہے جو مجھ جیسا عوصلہ رکھتا ہے  
 میر دل و جان سے حیر مغاں کا معتقد ہے  
 وہ اسی سلیطے سے دستِ ارادت رکھتا ہے

۱۶۳

دیدار بجز قدرت بسیار عام شد  
 تا من یہ کوئے او برسم، ازو عام شد  
 در رلو او قدم نہ گذاری کہ پیش از این  
 خاص فقیر بود سلوکے کہ عام شد  
 فیروزہ حبانی گروں چہ فائدہ  
 در دست ما دو روز اگر بہر نام شد  
 من بندہ قد تو فقط ہیستم چہ جاں  
 آزادہ اے چو سرو گلستان غلام شد  
 تا رو چہ روئے او نہ شود صرفہ نہ است  
 ہر گاہ شد مقابلہ کارش تمام شد  
 بر چہرہ زلف کردہ پراگندہ وا کشید  
 مطلب از این انا کہ چہ روزے دو شام شد  
 انجھار بجز کردم و نام شدم کہ میر  
 من بعد ترک رسم دعا و سلام شد

۱۶۵

یہ امید و صلتش آن کس کہ یہ جاں رسیدہ باشد  
 چہ ستم کشیدہ باشد، چہ عذاب دیدہ باشد  
 ز سلوک آن بجا جو من امید آن نہ دارم  
 کہ بہریم و بہ حسرت لب خود گزیدہ باشد  
 نہ عتاپتہ، نہ لطف، نہ تحفے، نہ مہرے  
 یہ کدام امیدواری ولم آرمیدہ باشد  
 دل چاک چاک دارد گل این حدیقہ آیا  
 ز نسیم صبح گاہی چہ خبر شنیدہ باشد  
 ز تو میر رنجہ باشد، چہ خیال باطل است این  
 مگر آن کہ خاطر او ز کسے کبیدہ باشد

۱۶۳

دیدار بہت لذت کے بعد عام ہو گیا  
 جب تک کہ میں اس کے کوچے تک پہنچا، ازدحام ہو گیا  
 اس کی راہ میں قدم نہ رکھ کہ اس سے پہلے  
 وہ سلوک جو مجھ فقیر کے لیے مخصوص تھا، (اب) عام ہو گیا ہے  
 آسمان کے حبابی فیروزہ سے کیا فائدہ  
 اگر دو دن ہمارے ہاتھ میں برائے نام تھا  
 قحط میں (ہی) (دل و) جان سے تیرے قد کا بندہ نہیں ہوں  
 گلستان کے سر کی طرح آزاد (بھی) غلام ہو گیا ہے  
 جب تک اس کے چہرے کے سامنے نہیں آتا چاند کی عالیت ہے  
 جس وقت مقابلہ ہوا اس کا کام تمام ہو گیا  
 چہرے پر زلف کو بکھرا کر لیٹ گیا  
 اس ادا سے مطلب یہ کہ ایک دن میں دو شا میں ہو گئیں  
 عاجزی کا اظہار کیا اور پشیمیاں ہوا کہ میر  
 اس کے بعد دعا اور سلام کی رسم (بھی) ترک ہو گئی

۱۶۵

جو اس کے وصل کی امید میں مرنے کی حد تک پہنچ گیا ہوگا  
 کتنا قسم کشیدہ ہوگا، کتنا عذاب دیدہ ہوگا  
 اس جفا جو کے روپنے سے میں یہ امید نہیں رکھتا  
 کہ میں مر جاؤں اور (و) پشیمانی میں (دانتوں سے) اپنے ہونٹ کاٹنے  
 نہ عنایت، نہ لطف، نہ رحم، نہ مہر  
 کس آسے پر میرا دل سکوں سے رہے  
 اس پاش کے گل کا دل چاک چاک ہے  
 نسیم صبح کا ہی سے (اس نے) جانے کیا خبر سنی ہوگی  
 میر تجھ سے رنجیدہ ہوگا، یہ کیا خیال خام ہے  
 ضرور اس کا دل کسی اور سے رنجیدہ ہوا ہوگا



۱۶۶

ہے خوش رویاں نمازیت کہ خوش رو ہیں چنیں باید  
 ہے دل دارے کہ باید داد دل او ہیں چنیں باید  
 گل و سنبل بدامند از ہے بارغ آئی کہ جاناں را  
 ہے تن بو ہیں چنیں، رو ہیں چنیں، مو ہیں چنیں باید  
 بیا اے کج ادا با من کہ بنامیم ہے خوبانت  
 کہ خال و خط ہے ہیں خوبی و ابرو ہیں چنیں باید  
 محبت پیشہ خود کن کہ مشہور جہاں گرو  
 کہ آئیں ہیں چنیں، خوبی چنیں، خو ہیں چنیں باید  
 ہے درویشاں اگر داری سرے پا میر الفت کن  
 کہ بر در چوں تو خوبے را دعاگو ہیں چنیں باید

۱۶۷

اُسوس آں شکار کز و جاں سپرد و غرور  
 و ز جوئے تیغ او دم آئے نہ خورد و غرور  
 مردم ز رنکب آں کہ غم بے شمار خویش  
 در اختصار پیش تو یک یک شرد و غرور  
 از صبح شور میر ہے گوشم نمی رسد  
 شاید کہ عہد نالہ ہے بلبل سپرد و غرور

۱۶۸

آہانم غم ز بھنوں کم نہ داد  
 یک بخت شہرت عالم نہ داد  
 پنجہ آخر برد در خوتم فرو  
 آں کہ گاہے دست در دھم نہ داد  
 جہف گل رفت و داغ رفت ام  
 رخصت یک سیر ہیں موسم نہ داد

۱۶۶

تجھے خوشروؤں کو دکھاتے ہیں کہ خوش روایسا ہونا چاہیے  
 وہ دلدار کہ جس کو دل دینا چاہیے ایسا ہونا چاہیے  
 حیرے باغ میں آنے سے گل اور سبیل جانتے ہیں کہ جاناں کے  
 بدن کی خوش بو ایسی، چہرہ ایسا، ہال ایسے ہونے چاہئیں  
 اسے کچ ادا میرے ساتھ آ کہ ہم تجھے خوابوں کو دکھلائیں  
 کہ خال و خط اس غوثی کے ساتھ اور ابرو ایسے ہونے چاہئیں  
 ایسا پیشہ بہت بنا کہ دنیا میں مشہور ہو جائے  
 کہ آئین ایسا، غوثی ایسی، خواہی ہوئی چاہیے  
 اگر درویشوں سے تعلق رکھتا ہے میر سے الفت کر  
 کہ حیرے جیسے حسین کے در پر دعا کرنے والا ایسا ہونا چاہیے

۱۶۷

افسوس اس شکار (پر) کہ اس سے جان بچا لے گیا اور مر گیا  
 اور اس کی جوئے تیغ سے بھی پانی نہیں پیا اور مر گیا  
 اس پر دلک سے مرتا ہوں کہ اپنے بے شمار غم  
 (جس نے) مرتے وقت حیرے سامنے ایک ایک کر کے شمار کیے اور مر گیا  
 صبح سے میر کا شور میرے کانوں میں نہیں چڑا  
 شاید کہ (اس نے) وصیت میں نالے کی ذمہ داری بلبل کے سپرد کی اور مر گیا

۱۶۸

آساں نے مجھے مجھوں سے کم فہم نہیں دیا  
 لیکن شہرے عالم کی نقد پر نہیں دی  
 (اُس نے) اپنی انگلیاں آخر میرے خون میں ڈبوئیں  
 جس نے بھی ہاتھ میرے ہاتھ میں نہیں دیا  
 حیف گل چلے گئے اور مجھے دماغ رفتہ نے  
 اس موسم میں ایک (بار بھی) سیر کی اجازت نہیں دی

چوں زید اندو و مکنے کش پہر  
 داد فہم انواع و چشم نم نہ داد  
 چوں حکم دوراں پہ باغ کائنات  
 فرصت یک آب خوردن ہم نہ داد  
 داغ بے پروائی عشق ام کہ میر  
 صد جراحت داد و یک مرہم نہ داد

۱۶۹

من ناکام را در عشق او کاسے نمی باید  
 مرا بے طاقی پس باشد، آراے نمی باید  
 من از بے لطیف خود رفتے بہ نظر دارم  
 عشقت با ضرورت نیست، دشائے نمی باید  
 رود از عرش آن سوز بہ یک دم جان مستقم  
 چے ایں مرغ در رو گوشے ہائے نمی باید  
 بجا در مسلح عشق و تنہاں جان شیریں را  
 ترا اے طائرِ قدسی مگر تائے نمی باید  
 اگر ایں است شوق اے میر خواہی رفت در کویش  
 کتابت احتیاجے نیست، بیخائے نمی باید

۱۷۰

برائے میر چوں آن نہ ز خانہ برخیزد  
 بہ شہر محشرے از ہر کراہ برخیزد  
 رمیدم ز سر کوئے او بدایں ساں شد  
 کہ نو دمیدہ پرے ز آشیانہ برخیزد  
 دلے برائے جفا ہر دم از کجا آدم  
 خدا کند کہ وفا از میانہ برخیزد  
 غراب و در بہ دم روزِ حشر باید دید  
 کہ خاک من ز کدام آستانہ برخیزد

دوغم زدو کس طرح زندہ رہے کہ جسے آسمان نے  
 طرح طرح کے غم دیے اور جھٹم غم نہیں دی  
 زمانے نے باغ کائنات میں مجھے پھول کی طرح  
 پانی پینے کی مہلت بھی نہیں دی  
 عشق کی بے پروائی سے داغ ہوں کہ مہر  
 سوزخم دیے اور ایک مرہم بھی نہیں دیا

۱۶۹

مجھ ناکام کو اس کے عشق میں کوئی کام لازم نہیں ہے  
 میرے لیے تکلیف کا نہ سہارنا بہت ہے، آرام لازم نہیں ہے  
 میں اس کی بے لطفی کی وجہ سے ہوش سے گزر جانا سب نظر رکھتا ہوں  
 قصے ضروری نہیں ہے، گالی (دینا) لازم نہیں ہے  
 ایک دم میں میری جان مستانی عرش سے بھی آگے نکل جاتی ہے  
 اس پرندے کے لیے راہ میں بام کے کنارے کی ضرورت نہیں ہے  
 عشق کی قربان گاہ میں آ اور جان شیریں نثار کر  
 اسے طائرِ قدسی، (اس کے بغیر) شاید تیرا نام نہ ہو  
 اگر اتنا ہی شوق ہے اے میرا اس کے کوپے میں جانا چاہیے  
 خطا کی ضرورت نہیں ہے، پیغام لازم نہیں ہے

۱۷۰

جب وہ مد میر کے لیے گھر سے نکلتا ہے  
 شہر میں ہر طرف سے محشر اٹھتا ہے  
 اس کے کوپے سے میرا نکلتا اس طرح تھا  
 (جیسے) کہ نو دہیدہ پر آشیانے سے اٹھتا ہے  
 جنا کے لیے ہر وقت دل کہاں سے لاؤں  
 خدا کرے کہ درمیاں سے دفا اٹھ جائے  
 مجھ خراب اور در بدر کو روزِ محشر میں دیکھنا چاہیے  
 کہ میری خاک کس آستانے سے اٹھتی ہے

حدیث غیر ہ بہتر فائدہ گوش کند  
 ز غم چو بر لبم آید فسانہ بر خیزد  
 مگر فریفتہ آئینہ اش کہ در بر او  
 نصیب، آہ کھند، عاشقانہ بر خیزد  
 دے نمی شودم فرصت از کشیدن جور  
 چو یاد دلم نماید، زمانہ بر خیزد  
 بر آورد نگہش گرد از دلم آری  
 رسد چو حیر، غبار از نشانہ بر خیزد  
 یکے بہ غمزد برد چش میر و بہت خواہ  
 بہ وقت صبح چو بہر دوگانہ بر خیزد

۱۷۱

جلوہ اش چوں ابتدا در ناز کرد  
 با دل عاشق عجب انداز کرد  
 شد کہاب از آتش غیرت دلم  
 مگر بہ کوشش طائرے پرواز کرد  
 در چمن رفتی و بہر و بہت  
 گلبن از ہر شاخ چشمے باز کرد  
 وقت آں کس خوش کہ چوں گل در بہار  
 برگ عیشے بر لب جو ساز کرد  
 بر دماغم خود از بس ضعف دل  
 طبلے مگر از چمن آواز کرد  
 چشم تر ناگشتہ من ہے ز غش  
 گر یہ ہاے درد دل پرواز کرد  
 خواب امشب ہم بہ یاروں شد حرام  
 قصہ غم میر باز آغاز کرد

ہستہ پر لیٹ کر طہر کی باتیں سنتا ہے  
 جوں ہی میرے لبوں پر غم کا فسانہ آتا ہے، اٹھ جاتا ہے  
 ضرور اس کا آئینہ اس پر فریفتہ ہے کہ وہ اس کے سامنے  
 بیٹھتا ہے، آؤ کھینچتا ہے، عاشقانہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے  
 قلم سب سے رہنے سے ایک دم بھی مجھے مہلت نہیں  
 جب یارِ دم کھاتا ہے، زمانہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے  
 اس کی نگہ نے میرے دل سے گرد باہر نکال دی، سچ ہے  
 جب تیر لگ جاتا ہے، نکٹانے سے فہار اٹھتا ہے  
 کبھی انکسار کے ساتھ میرے سامنے جا اور دعا چاہ  
 جب صبح کے وقت (تو) دوکانہ کے لیے اٹھے

۱۷۱

اس کے جلوے نے جب ناز کی ابتدا کی  
 عاشق کے دل کے ساتھ جب انداز میں پیش آیا  
 میرا دل غیرت کی آگ سے کباب ہو گیا  
 اگر اس کے کوچے پر سے کسی طائر نے پرواز (بھی) کی  
 تو چمن میں گیا اور تجھے دیکھنے کے لیے  
 ہر شاخ سے گلاب نے آنکھ کھولی  
 اس کا وقت اچھا (گزارا) کہ بہار میں گل کی طرح (جس نے)  
 فہر کے کنارے پر پیش کا سامان بچایا  
 ضعفِ دل (کی وجہ) سے مجھے بہت ناگوار گزارا  
 چمن سے اگر بائیل نے آواز دی  
 تیرے چہرے (کے دیدار) کے بغیر میری ناگشتہ انہم تاک آنکھوں نے  
 درودِ دل (کی وجہ) سے رونا شروع کر دیا  
 آج رات بھی دوستوں کے لیے خوابِ حرام ہو گیا  
 میرے قلم کو دوبارہ چھیڑ دیا

۱۷۲

دردے کہ مرا دوش از او حال دگر بود  
 پروردہ نان و نمک داغ جگر بود  
 این دل کہ ہمہ نگوں شد و از دیدہ فرد ریخت  
 عمرے بہ سر راہ بہ امید خبر بود  
 آن جذب نہ مانده ست کہ از پہلوئے او میر  
 در دست دعا گوشتہ دامانی اثر بود

۱۷۳

ایر تر شوق سے فزوں تر کرد  
 این ہوا آتش مرا بر کرد  
 یکدم جملہ زرد شد یعنی  
 عشق این مشت خاک را در کرد  
 دردمند غم تو آخر کار  
 مردان خویشتن مقدر کرد  
 عشق می داشت نہاں لیکن  
 خشکی ہر دو لب مرا تر کرد  
 تا چہ اندوہ میر در دل داشت  
 گر یہ سر کرد چوں سخن سر کرد

۱۷۴

رفت رفت در بر من نگوں دل صد چاک شد  
 کار آخر بر مرا دیدہ غم ناک شد  
 بر حذر می باش در وقت طلوع آفتاب  
 عالی از چشم شور آسماں در خاک شد  
 قطره از مژگاہ فدا و موج زن گردید بحر  
 سر کشید از دل غبار و طرح نہ ہلاک شد

۱۷۲

وہ درد کہ جس سے کل میرا حال دگر تھا  
 داغِ جگر کے نان و نمک پر چلا تھا  
 یہ دل کہ تمام غموں ہو گیا اور آنکھوں سے بہ گیا  
 ایک مدت سے سر راہِ خبر کی امید میں تھا  
 وہ جذبِ باقی نہیں ہے کہ میر جس کے فیض سے  
 دستِ دعا میں دہانِ اثر کا کونا ہوتا تھا

۱۷۳

ابر تر نے شراب کا شوق زیادہ کر دیا  
 اس آرزو نے میری آگ بھڑکا دی  
 میرا بدن تمام زرد ہو گیا، یعنی  
 عشق نے اس مشقِ خاک کو سونا بنا دیا  
 حیرے غم کے دروہند نے آخر کار  
 اپنا مرنا مقدر کر لیا  
 میں عشقِ چہ شیدہ رکھتا تھا، لیکن  
 ہونٹوں کی شکلی نے میرا راز ظاہر کر دیا  
 میرے دل میں کس قدر غم رکھتا تھا  
 گر یہ شروع کیا، جب (بھی) بات شروع کی

۱۷۴

رفتہ رفتہ میرے پہلو میں دلِ صد چاک غموں ہو گیا  
 آخر کار دیدہٴ فضا کی مراد کو پہنچ گیا  
 طلوعِ آفتاب کے وقت سے ڈرتے رہا کر  
 ایک دنیا آسمان کی ٹھس چشم سے خاک میں مل چکی ہے  
 قطرہ چکلوں سے ٹپکا اور بحر کو موج زن کر دیا  
 غبارِ دل سے اٹھا اور نوآسمانوں کی بنیاد بن گیا



من نمود از بس لافری مردم چ کج صیدگاه  
وقت صیدے خوش کہ خوش زیب آں فزاک شد  
مست بودن میر در مے خات عالم خوش است  
طالع رندے کہ تو پیش پہ وقت جاک شد

۱۷۵

تا قیامت دل تپاں دارد  
کشیے تیغ او نساں دارد  
گل کفش جو ملے باشد  
کہ چ پائے گل آشیان دارد  
چ سخن میر را میار کہ او  
زیر لب ناله و فغاں دارد

۱۷۶

چند پرہی کہ محبت بہ من زار چہ کرد  
چہ گوئیم کہ سیلاب چہ دیوار چہ کرد  
جاں بہ خواری شد و اے داکے نہ پرسید کسے  
کایں بہ انواع عقوبات سزاوار چہ کرد  
عالم خلق جہاں گشتہ زیان جاں با  
آں کہ آورد ترا بر سر ہزار چہ کرد  
نے بہ تیغ کسے رقت و نہ گردید کہاب  
کس چہ پردازد از او مرغ گرفتار چہ کرد  
در جگر قطرۂ خون نیست کہ آتش سازم  
ہائے بے سرگی دیدۂ خون ہار چہ کرد  
سیدام چاک کن و سوائے دل مست حق  
تا بدانی مژہ برہم زدن ہار چہ کرد  
سید از سکوت دائم ہنسی گشت سیاہ  
چہ دہم شرح کہ محرومی گلزار چہ کرد

میں خود لاٹری سے صید گاہ کے کونے میں مر گیا  
اس فکار کی قسمت اچھی (تھی) جس کا خون اس فزاک کی زینت بنا  
میرہ دنیا کے بے خانے میں مست رہنا اچھا ہے  
اس رند کی قسمت (اچھی تھی) کہ جس کی شادی انگور کی بیٹی سے ہوئی

۱۷۵

قیامت تک چتا ہوا دل رکھے گا  
اس کی تیغ سے قتل ہونے والا (یہ) لٹکانی رکھے گا  
حیرتی جوتی پر (کڑھا ہوا) پھول کوئی بلبل ہوگا  
کہ پھول کے پاؤں میں آئیناں بنایا ہے  
میر کو بات مت کرنے دو کہ وہ  
زیر لب نالہ اور فغاں رکھتا ہے

۱۷۶

کیا پوچھتا ہے کہ محبت نے مجھ ناتواں کے ساتھ کیا کیا  
کیا کہیں کہ سیلاب نے (درو) دیوار کے ساتھ کیا کیا  
جاں نزاری میں چلی گئی اور غصوں کسی نے نہ پوچھا  
کہ ان طرح طرح کی سزاؤں کے مستحق نے کیا کیا تھا  
دنیا کے لوگوں پر جان کا زیاں عائد ہو گیا  
وہ جو تجھے بازار میں لایا، (اس نے) کیا کیا  
نہ کسی کی تیغ کے تلے گیا اور نہ کباب بنا  
وہ کس چیز میں مشغول تھا، مرغ کر قرارے کیا کیا  
جگر میں قطرہ خوں نہیں ہے کہ میں اس کو اٹک بناؤں  
ہائے دیدہ خونہار کے بے فائدہ جانے نے کیا کیا  
میرا سید چاک کر اور دشمنی دل کی طرف دیکھ  
تاکہ جان سکے کہ یار کی پلکوں کے چھپکنے نے کیا کیا  
داغ کی کھڑت سے میرا سید تمام سیاہ ہو گیا  
کیا بیان کروں کہ گلزار سے دوری نے کیا کیا

بر سرِ رہ گزشت می شنوم خود را کشت  
لائی میر نہ بودہ ست چنین کار چہ کرد

۱۷۷

شورش دل تا شیا می رود  
کار آہ و نالہ بالا می رود  
دے دے صد بار آید جاں بہ لب  
کس چہ داند آں چہ بر ما می رود  
کے بہ حرفش می رسد سحر حلال  
بحث در اعجاز صیغی می رود  
ایں چنین تا چند خوابد ماند میر  
از دست امروز و فردا می رود

۱۷۸

سحر ہر روز خورشید از سر کویت گذر دارد  
نمی داند مگر آں سادہ کہ ایں رہ صد خطر دارد  
نہ دارد طاقت صبر بلا جان المناک ام  
محبت چند روزے کاش از من دست بردارد  
تو اے بے رحم ہر شب واگشتی بر بستر نازے  
چہ دانی حال غمگینے کہ سگے زیر سر دارد  
چو من یک لفظ میلی خواب راحت نیست زگیں را  
مگر چشم ترا اے شوخ آں ہم در نظر دارد  
نمی داند چہ دارد آہ عشق فتنہ گر یارب  
کہ با ما غم کشاں ہر لفظ اندازد دگر دارد  
بہ وقت رخت بستن دیدن یاراں بود لازم  
تو ہم یک دم اہیں ما را کہ جاں حزم سفر دارد  
من اے ہم دم مصیبت دیدہ اے چوں میر کم دیدم  
ظن از محبت خود تا بگوید چشم تر دارد

سنا ہوں کہ اس کی راہ میں خود کو مار ڈالا  
یہ کام میرے لائق نہیں تھا، کیا کیا

۱۷۷

دل کی شورشِ ثنیا تک پہنچی رہی ہے  
آہ اور نالے کا کام ترقی پر ہے  
ایک دم میں سو بار جان لب پر آ رہی ہے  
کون جانتا ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے  
اس کی بات کو سحرِ حلال کب پہنچتا ہے  
بات بھینسی کے منجھوے تک پہنچ جاتی ہے  
اس طرح کب تک میرے پڑا رہے گا  
آج کل میں تیرے دروازے سے چلا جاتا ہے

۱۷۸

ہر سحرِ غورِ شید اس کے کوپے سے گزرتا ہے  
مگر وہ سادہ لوح نہیں جانتا کہ اس راہ میں سنگڑوں کے خطرے ہیں  
میری المناک جان پر صبر کی طاقت نہیں رکھتی  
کاش محبت چند روز مجھ سے ہاتھ اٹھالے  
اے بے رحم تو ہر رات بسترِ باز پر (آرام سے) لیٹتا ہے  
اس غم زدہ کا حال کیا جانے جو سر کے نیچے ہاتھ رکھتا ہے  
میری طرح زخم کو بھی ایک پل (کے لیے بھی) خواب راحت سے رغبت نہیں ہے  
ضرور وہ بھی تیری چشمِ شوخ کو نظر میں رکھتی ہے  
یارِ ب (میں) نہیں جانتا، آہ، عشقِ فتنہ گر کیا چاہتا ہے  
کہ وہ ہم غم کشوں کے ساتھ ہر لکھ اور ہی طرح پیش آتا ہے  
سفر کے لیے تیار ہوتے وقت دوستوں کی ملاقات لازم ہوتی ہے  
تو بھی ایک پل ہمیں دیکھ کہ جانِ سفر کا عزم رکھتی ہے  
میں نے اے بھوم میر کی طرح مصیبت و جدائیم دیکھا ہے  
اپنی تکلیف کا ذکر کرتے ہی اس کی آنکھیں تر ہو جاتی ہیں

۱۷۹

تنہا نہ در بر من دل اضطراب دارد  
 در راہ اشتیاقش جاں ہم شباب دارد  
 ہم چوں حباب غافل یک چشم دیدہ واکن  
 زلزلت موج دریا کاو چچ و تاب دارد  
 یک صبح دیدہ بوم آں چشم پر شر را  
 کیفیت کاہش عالم خراب دارد  
 از سوز سینہ آخر خود را زدم بہ دریا  
 چند آتش جدائی جانم کباب دارد  
 از جا مرو بہ حرف بے مغز واعظ شہر  
 حمامہ اسے کہ دارد رہن شراب دارد  
 تا چند زندہ ماند میرِ این پنجیں بہ ہجران  
 زودش بخش کہ قاتل این غول ثواب دارد

۱۸۰

ایں بے کسی نگر کہ کسے چشم تر نہ کرد  
 یک ابر ہم بہ خاک غریباں گذر نہ کرد  
 نازم بہ کینہ جوئی دربان سنگ دل  
 مردم بر آستانہ یار و خبر نہ کرد  
 دئے بہ من رسید کہ خود ہم ستود و گفت  
 صد آفریں ترا کہ کسے ایں جگر نہ کرد  
 زیں غم چہ غول کہ در جگر پارہ پارہ نیست  
 کاں نازیں ز شرم بہ عالم نظر نہ کرد  
 دس نالہ ہا کہ از جگر سنگ بگذرند  
 محروم ام ہیں کے یکے ہم اثر نہ کرد  
 ماتمبہ شمع کھنڈ بے دردی و بیم  
 ہا من چہ دھن کہ نسیم سحر نہ کرد

۱۷۹

صرف میرے پہلو میں دل ہی بے قرار نہیں ہے  
اس کے اشتیاق کی راہ میں جان کو بھی جلدی ہے  
حباب کی طرح غافل تھوڑی سی آنکھ کھول  
موج دریا زلف ہے کہ وہ پیچ و تاب رکھتی ہے  
ایک صبح اس خمار سے پر آنکھوں کو دیکھا تھا  
اس کی نگاہ کی کیفیت نے میرا حال خراب کر دیا  
سو زینہ (کی وجہ) سے آخر خود کو سمندر میں پھینک دیا  
کب تک جدائی کی آتش میری جان کو جلاتی رہتی  
واعظ شہر کی کھوکھلی باتوں پر جگہ سے مست مل  
اس کے پاس جو صفا تھا (اسے) رہن شراب رکھ دیا ہے  
میرے جگر میں اس طرح کب تک زندہ رہنے کا  
قائل اس کو جلد قتل کر کہ اس نگوں سے ثواب ملے گا

۱۸۰

اس بے کسی کو دیکھ کہ کسی نے چشمِ تر نہیں کی  
ایک ایر بھی خاکِ غریباں پر سے نہیں گزرا  
سنگِ دل دربان کی کہینہ جوئی پر ناز کرتا ہوں  
میں یار کے آستانہ پر سر گیا اور خبر نہیں کی  
مجھ پر ایک ڈم (ایسا) لگا کہ (وہ) خود بھی کھڑا ہو گیا اور کہا  
تجھ پر صد آفریں ہے کہ کسی نے ایسا حوصلہ نہیں دکھایا تھا  
جگر چاک چاک میں کیا کیا خوں نہیں ہوا، اس غم سے  
کہ اس ناز میں نے شرم سے میرے حال پر نظر نہیں کی  
ان تالوں میں سے کہ پتھر کے جگر سے گزر جاتے ہیں  
میری عروسی دیکھ کہ ایک نے بھی اثر نہیں کیا  
ہم اس کی بے مروتی (کی وجہ) سے بھی ہوئی شمع کے مانند ہیں  
مجھ سے ہم سحر نے کیا دشمنی نہیں کی

خارے بہ پائے من نہ ظلیہ دست در دشت  
کاو رفت رفت میر سر از دل ہر نہ کرد

۱۸۱

ی سزد گر ز بتاں چشم وقایے دارد  
ہر کہ آئینہ صفت دست وقایے دارد  
غیرت عشق چساں در ولم آتش نہ زد  
ہر خس و خار بہ او ربط جدایے دارد  
پے توں ہر کہ کویش ز نگاہ عطاق  
شوق دل گم شدگان راہ بہ جائے دارد  
ہر طرف آہ و ہنسی اقلب ومام ویدم  
کوچہ یار جب آب و ہوائے دارد  
ماہ و خورشید و گل و لالہ نمی دلم میر  
دلبر آن است کہ آئے و اوائے دارد

۱۸۲

سلوک و غولبی نحوایں کہ ظلم کیشتاند  
کساں کہ اہل وقایے اند خوب ی دانند  
ز دلبراں مگر ایں چشم داشتہ کہ ز تاز  
بہ خون ناحق من تلخ را بنواہاند  
بہ ہجر زینستہ جان سخت ی خواہد  
فدائیان تو پیش از دے نمی مانند  
رو سلوک در ایں کارواں سراسر کن  
نفیست اند عزیزاں کہ جملہ مہماند  
تو در نہ یافتہ ای ذوق عشق را ناسخ  
بتاں کہ دشمن جاں اند غوش تر از جانند  
قدم در برف دارد از مزار غم کیشتاں  
کہ از برائے تو ہا خاک تیرہ یکسانند

میرے پاؤں میں ایک کانٹا بھی اس کی راہ میں (ایسا) نہیں چبھا  
جس نے کہ رفتہ رفتہ میرے دل سے (اپنا) سر باہر نہیں نکالا

۱۸۱

درست ہے اگر جوں سے وفا کی توقع رکھتا ہے  
ہر ایک جو آئینہ کی طرح دست دعا رکھتا ہے  
عشق کی غیرت کس طرح میرے دل میں آگ نہ لگائے  
ہر خس و خوار اس سے جدا رہا رکھتا ہے  
عشاق کی نگاہ سے یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کو پے میں  
دل گم شدگان کا شوق گنج دانستے پر لے جا رہا ہے  
ہر طرف آہ و بکا اور بکی دم پدم کار و تادیکھا  
کو چنّے یا رجب آب و ہوا رکھتا ہے  
ماہ اور خورشید اور گل و لالہ کو میر میں نہیں جانتا  
دلبر وہ ہے جو کہ آن اور ادا رکھتا ہے

۱۸۲

خوہاں کہ ظلم پیشہ ہوتے ہیں (ان کا) سلوک اور خوبی  
جو اہل وفا ہیں خوب جانتے ہیں  
دلبروں سے ضرور یہ امید رکھتا ہوں کہ ناز سے  
میرے خونِ ناحق میں تلخ کو سلا دیں  
بہر میں جینے کے لیے سخت جان چاہیے  
حیرے فدا کی ایک سانس سے زیادہ نہیں بچیں گے  
اس کارواں میں راہ سلوک کی میر کر  
عزیزانِ قابلِ قدر ہیں کہ سب مہمان ہیں  
ناصح تو نے ذوقِ عشق نہیں پایا ہے  
معتوق کہ دشمنِ جان ہیں، جان سے پیارے ہیں  
غم کشوں کے حرار سے قدم دور نہ رکھ  
کہ (یہ) حیرے لیے خاک حیرہ میں مل گئے ہیں



ز فرط شوق بے گشتہ ام کنوں اے کاش  
 مرا ہے گردِ سرِ دلیراں بگردانند  
 ہے خدمتِ صنم اے راہباں نہ شد تقصیر  
 ز اہلِ صومعہ رسید، شاں مسلمانند  
 گذشتِ نو بہ قدری و صاحب و کھڑا  
 در ایں زماں ہمہ دیوانِ میر می خوانند

۱۸۳

ہوش از خرامِ ناز ہے یک بار می برد  
 و آں چشمِ شہمست دل از کار می برد  
 من پیدماغ و ہر سحر آوازِ عندلیب  
 دلمان دل کشیدہ ہے گلزار می برد  
 با ایں متاع اگر سوئے بازار می رود  
 دل را ہے یک نگہ ز خریدار می برد  
 دامنِ کشاں گدازش از اہلِ خانقاہ  
 چندیں ہزار فرقہ ہے بازار می برد  
 یک چند زندہ اش و گر از دور می شنو  
 کے محضرِ جاں ز دستِ غم یار می برد  
 یارب جہاں ہے جا ست کزیں منزلِ آدمی  
 با خود ہے خاکِ حسرتِ بسیار می برد  
 روزے ہزار بار ز شوق در کے  
 ایں پاگلستہ دست ہے دیوار می برد  
 اتنا گنجی رود قدمِ چوشتہ یکے  
 ہر بار ضعفِ دست و دل از کار می برد  
 چالش ہے لب رسید و نہ عیشی ڈچار میر  
 رخصتِ سفر ز کوئے تو ناچار می برد

میں فرط شوق میں بہت پھرا ہوں، اب اسے کاش  
 مجھے دلبروں کے سر کے گرد پھرا میں  
 صنم کی خدمت میں اسے راہبہ تقصیر نہیں کی  
 اہل صومعہ<sup>۱</sup> سے پوچھیے وہ مسلمان ہیں  
 قدسی، صاحب اور عطر کی نو بہت گزر گئی  
 اس زمانے میں سب میر کا دیوان پڑھتے ہیں

۱۸۳

خرام باز سے ہوش ایک بار اڑا لیتا ہے  
 اور وہ نیم مسست چشم دل کو دیوانہ کر دیتی ہے  
 میں بے دماغ اور ہر حجر عنایت کی آواز  
 دل کے دماغ کو گلزار کی طرف کھینچتی ہوئی لے جاتی ہے  
 اس حنا کے ساتھ اگر بازار کی طرف جاتا ہے  
 دل کو ایک نگاہ میں خریدار سے لے اڑتا ہے  
 خانقاہ والوں (کے پاس) سے اس کا دامن کشاں گزرتا  
 کئی ہزار فرقوں کو بازار میں لے جاتا ہے  
 ابھی اس نے زندہ چھوڑ دیا ہے مگر بعد میں دیکھنا  
 کب تک غصہ ظم یاد کے ہاتھوں سے جان بچا لاتا ہے  
 یا رب دنیا کیا جگہ ہے کہ اس منزل سے آدمی  
 خاک میں اپنے ساتھ ہزاروں خستوں کو لے جاتا ہے  
 ایک روز میں ہزار بار کسی کے در کا شوق  
 اس پا شکستہ کو دست بدیعار لے جاتا ہے  
 لیکن میرا ایک سے زیادہ قدم نہیں بڑھتا  
 ہر بار تا توانی دست و دل کو معطل کر دیتی ہے  
 اس کی جاں ہونٹوں پر آگئی اور تو میر سے ڈچار نہیں ہوا  
 ناچار (وہ) حیرے کو سچے سے رعب سفر اٹھاتا ہے

<sup>۱</sup> صومعوں کا مہارت خانہ، ہر مہارت گاہ ہزار مسک۔

۱۸۳

گر یہ چوں شیشہ در گلو دارد  
دل نہ دانم چه آرزو دارد  
گل و آئینہ و مسدود طور شد  
ہر کسے رو چه سوئے او دارد  
لعل ہے کہ می زند بر سنگ  
پیش لب ہائے او چه رو دارد  
سایہ اش با پری چه ہر گاہے  
از سر جانز گفتگو دارد  
چوں زید در زمان ہے لطفی  
آں کہ با انکسار غو دارد  
چرخ یارب نمی رسد ہائے  
از برائے کہ جستجو دارد  
چه گرہ بست است چوں گوہر  
ہر کہ یک قطرہ آہو دارد  
جمہ بر خاک میر خواہد رنکات  
یار از آں سے کہ در سبو دارد

۱۸۵

نکاح ہم با تہ کار آشنای بود  
چه ہر مشت غبارے کبریا بود  
چه می پری کہ ہر ردو جہانی  
نکارے بود لیکن بے وفا بود  
ز بلبل در گلستان یادگارے  
پر چہے نسے در قفا بود  
محرکہ بر سر پردانہ رستم  
کلمہ خاکستر گرے چہ جا بود

۱۸۴

صریح کی طرح (اس کے) گلوں میں آنسو ہے  
 میں نہیں جانتا دل کیا آرزو رکھتا ہے  
 گل اور آئینہ اور مد اور غور شدہ  
 یہ سب اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں  
 بے حقیقت لعل وہ پتھر پر مار دیتا ہے  
 اس کے لبوں کے سامنے کیا قدر رکھتا ہے  
 اس کا سایہ ہر قدم پر پری کے ساتھ  
 باز سے گفتگو کرتا ہے

نامہربانی کے زمانے میں کیسے زندہ رہے  
 وہ بیسے کہ انکسار کی عادت پڑی ہوئی ہو  
 آسماں یا رب منزل تک نہیں پہنچتا  
 (وہ) کس کی جستجو کرتا ہے

(اس نے اسے) گہر کی طرح گہ میں باندھ لیا ہے  
 جس کے پاس بھی ایک قطرہ آہد ہے  
 میر کی خاک پر ایک گھونٹ چھڑکنا چاہیے  
 یا اس شراب سے جو تیرے سبب میں ہے

۱۸۵

میری نگاہ کام کی اصل سے آشنا تھی  
 ہر منگی بھر غبار میں خدا تھا  
 کیا پوچھتا ہے کہ جوانی میں ہر دن  
 ایک محبوب (میتھر) تھا مگر بے وقاف تھا  
 بلبل کی گلستان میں نکلتی

اے نسیم (بارغ کے) پچھلے حصے میں چند پر (باقی) رہ گئے تھے  
 صبح کو پروانے کے پاس گیا  
 گرم کعبہ کا کسترمو جو دھجی

چہ صد عنوان جگر من پیش بردم  
 وگرنہ شہرت مجھوں بلا بود  
 غلط کردم کہ وا بوسیدم از خود  
 نہ داستم در این قالب خدا بود  
 مگر در غافل دستہ فشانہی  
 کہ صد پیرا من نیکان تھا بود  
 تو اے سراپا ہستی چہ ہستی  
 کہ خلق گشت از بہر تو تا بود  
 نہ دیم میرا در کوئے او یک  
 طبار تا تو اے با صبا بود

۱۸۶

دوہم چہ بید لرزہ چہ جسم غوار بود  
 خود جسم من نہ بود دل بے قرار بود  
 بے گشت خورد عشق زبردست ناہت  
 بازوئے من کہ بالمش ناز نگار بود  
 بہر کسے کہ مشغول غبارم چہ ہاد رفت  
 او زیر لب نہ گفت کہ میں جا حزار بود  
 روزے ہزار مرتبہ از جاں گذشتہ ام  
 راہ جدائی تو چہ مشکل گزار بود  
 بارے زلم مسودی و آسودہ ساختی  
 جان چہ لب رسیدہ در میں انتظار بود  
 تا بودہ ام ز وقتہ خودآگاہ بودہ ام  
 دہم چہ کار بود و دل من چہ بار بود  
 چاہے کہ غارزار صودار گشتہ است  
 ویروز اے ستم زدہ میں جا بہار بود

جگر کو سوخون کر کے میں آگے آ گیا  
 ورنہ جنتوں کی بلا کی شہرت تھی  
 میں نے غلط کیا کہ خود سے روگردانی کی  
 یہ نہیں سمجھا کہ اس غالب میں خدا تھا  
 ضرور خانقہ میں تو نے (گاتے وقت) ہاتھوں کو جنبش دی ہے  
 کہ پارساؤں کی قبائیں صد چاک تھیں  
 تو اے سرمایہ ہستی کیا ہستی ہے  
 کہ ایک دنیا تیرے لیے فنا ہو گئی  
 میر کو اس کے کوسے میں دیکھا نہیں، لیکن  
 ایک ناتواں غبار صبا کے ساتھ تھا

۱۸۶

کل رات جسم ناتواں پر بید کی طرح لرزہ طاری تھا  
 خود میرا جسم نہ تھا، دل بے قرار تھا  
 عشق زبردست نے آخر کار توڑ ڈالا  
 میرا ہانڈو (جو) کہ محبوب کا ہالٹس ناز تھا  
 جس کے لیے میری مشت غبار ہوا میں اڑی  
 اس نے زیر لب (بھی) نہیں کہا کہ اس جگہ مزار تھا  
 ہر روز ہزار مرتبہ (میں) جان سے گزرتا تھا  
 حیرتی جدائی کی راہ کتنی مشکل گزار تھی  
 آخر کار مجھے چہرہ دکھایا اور آسودہ کیا  
 لبوں پر آئی ہوئی جان اسی انتظار میں تھی  
 جب تک زندہ تھا اپنے زمانے سے خود آگاہ تھا  
 میرا ہاتھ کام میں لگا تھا اور میرا دل یار میں لگا تھا  
 اس جگہ کہ (جہاں) غار زار نمودار ہو چکا ہے  
 کل اے ستم زدہ اس جگہ بہار تھی

تا چشم خویش باز نہایم خراب گشت  
 بنیاد قصر عمر چه ناپائیدار بود  
 کردی جفا و جور بہ طرے کہ شد ہلاک  
 ہر چند میر طرح کش روزگار بود

۱۸۷

مستقیم عشق می داند کہ سودا می کند  
 دیدن طلاق بہ بازار رسوا می کند  
 کہہ خود دارد طلب کاندہ بیاباں واقع است  
 کام می جوید دل از دے سگی بے پامی کند  
 دل اگر این است کار از دست خواهد رفت میر  
 از صیدن ہر نفس ہنگامہ برپا می کند

۱۸۸

از سر مژگاں، نہ تنہا در غمت خون می رود  
 آں چہ در دل داشتہ از دیدہ پیرہن می رود  
 گرچہ ہر لفظ من شکوہ ویرید اے ست  
 نیم جانے دارم آں ہم بے تو اکنون می رود  
 آہ از آں عاشق ستم آخر چہ می خواهد کہ میر  
 می کشد آزار بسیارے و ممنوں می رود

۱۸۹

زندگانی کہ اعتبارے بود  
 در فراقش بہ دوش بارے بود  
 شد چہ ہر شاخ ماتم بلبل  
 باغ گوئی کہ سبزدارے بود  
 کوکبن مفت جان شیریں دار  
 سخت ناآزمودہ کارے بود

جب تک اپنی آنکھ دو بار نہ کھول، اجڑ گیا  
 قصر عمر کی بنیاد کتنی ناپائیدار تھی  
 تو نے جفا اور ظلم اس طرح سے کیا کہ ہلاک ہو گیا  
 ہر چند کہ میرے روزگار کا فرماں بردار تھا

۱۸۷

عشق میں غم اٹھانے والا جانتا ہے کہ جنون ہو جاتا ہے  
 بازارِ لڑکوں کا دیکھتا رسوا کرتا ہے  
 کعبہ خود طلب رکھتا ہے کہ وہ بیاباں میں واقع ہے  
 اس سے دل کی مراد مانگتا ہے، بے جاسبی کرتا ہے  
 دل اگر سبکی ہے میرے کام ہاتھ سے نکل جائے گا  
 تڑپ کر ہر سانس کے ساتھ ہنگامہ برپا کرتا ہے

۱۸۸

میرے غم میں صرف خون ہی پگھلے نہیں بہتا ہے  
 جو کچھ دل میں رکھتا ہوں، آنکھوں سے باہر آ جاتا ہے  
 میرا ہر وقت کا رونا پرانا شکوہ ہے  
 نیم جان رکھتا ہوں، تیرے بغیر اب وہ بھی جارہی ہے  
 آہ اس عاشق پر حتم کرنے والے سے میرا خرکیا چاہتا ہے کہ  
 بہت زیادہ آزار اٹھاتا ہے اور ممنون (ہو کر) جاتا ہے

۱۸۹

زندگی کہ ایک اعتبار تھی  
 اس کے فراق میں بارودوش ہو گئی  
 ہر شاخ پر بلبل کا ماتم تھا  
 باغ تو کہے کہ سبز و ادا تھا  
 کوئکن نے جان شیریں مفت میں گنوائی  
 بہت ناخبرجہ کار تھا



کرد یکساں پہ خاک گور مرا  
 آن کعب خاک یادگارے بود  
 نے مجیدے و نے گرفتہ شدے  
 پیش از ایں دل عزیز یارے بود  
 ساحر آن نہال گلشن حسن  
 گوینا سیم شاخ دارے بود  
 رنگی عاجزانہ کرو و بمرود  
 میر درویش خاکسارے بود

۱۹۰

رام دل ہر کہ کند سر جگرش باید کرد  
 در نختیں قدمے ترک سرش باید کرد  
 گر چہ تدبیر نکست دل از او ہم نہ شود  
 لیکن از حال خرابم خبرش باید کرد  
 حیف باشد کہ رود دل پے لعل و یاقوت  
 میر خوش رنگی گل برگ ترش باید کرد  
 قابل صحبت آن مہچہ ہر کس نہ بود  
 شیخ را حلقہ ہیردن درش باید کرد  
 چند چوں موسے شب و روز پہ خود چہیدن  
 دست اگر دست دہد در کمرش باید کرد  
 ہر کہ چشمان ترا مائل خود می خواہد  
 از آن از ہمہ قطع نظرش باید کرد  
 ہر کرا میر بود قصد پہ چشم آمدنے  
 تاب دل صرف پہ کعب ہنرش باید کرد

مجھے خاکِ گور کے برابر کر دیا  
وہ کتبِ خاک یا دگا رتھی  
نہ تپش رکھتا تھا اور نہ رنجیدہ رہتا تھا  
اس پہلے دل، ایک عزیز دوست تھا  
اس حسن کے گلشن کے نہال کا بازو  
گو یا سم شاخ دار تھا  
عاجزانہ زندگی کی اور سر گیا  
میرا ایک خاکسار درویش تھا

۱۹۰

جو بھی رام دل سر کرنا (چاہتا) ہے اس کو حوصلہ پیدا کرنا چاہیے  
پہلے قدم پر اپنا سر رک کرنا چاہیے  
اگرچہ شکستِ دل کا ہوا اس سے بھی نہیں ہوگا  
لیکن میرے حال خراب کی اس کو خیر کرنی چاہیے  
حیف ہوگا کہ دل لعل و یاقوت کی جستجو کرے  
اس کے تازہ گل برگ کی خوش رنگی کی سیر کرنی چاہیے  
اس مرغِ بچہ کی صحبت کے قابل ہر کوئی نہیں ہوتا  
شیخ کو اس کے در کے حلقے سے باہر نکال دینا چاہیے  
ذلف کی طرح رات دن خود سے الجھنا کب تک  
ہاتھ اگر ساتھ دے اس کی کمر میں ڈالنا چاہیے  
جو بھی تیری آنکھوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے  
سب سے پہلے اس کو اور سب سے قطع نظر کرنا چاہیے  
جس کو بھی (اس کی) نگاہوں میں آنے کا شوق ہے  
دل کی توانائی کو اس کے ہر کو پکھنے میں صرف کرنا چاہیے

۱۹۱

درد مندے کہ عشق خو اُفتاد  
 با غم و درد کار او اُفتاد  
 رشتہ افسانہ بہت آخر کار  
 ہم چو زکار در گلو اُفتاد  
 دین او بہ حشر ہم رحمتے ست  
 طبع شویش بہانہ جو اُفتاد  
 زلف بکھود، تختے اے برخاست  
 چشم بھود، ہائے و ہو اُفتاد  
 قد برابر اُٹھتے، قیامت شد  
 گام برداشتے، نلو اُفتاد  
 نامہ ام چوں پر قادیہ بہ راہ  
 در دیار تو کو بہ کو اُفتاد  
 جملہ تن گوش شو کہ واسطہ شہر  
 بر زباں با ز گنگلو اُفتاد  
 سینہ معلوم می شود خالی ست  
 تا چہ از دیدہ ام فرو اُفتاد  
 پہلون ام بہ فن شعر اے میر  
 ہر کہ شد رو کھم، بہ رو اُفتاد

۱۹۲

موذن سحر کہ اڑاں می دہ  
 نجائب اذیت از آں می دہ  
 چا گم نہ مردم کہ ہر ساکھے  
 بہائے من او را نکاں می دہ  
 چہ آں نقل امید ہر می خورم  
 اگر مرگ چہے اماں می دہ

۱۹۱

وہ درد مند جو عشق کا خوگر ہو گیا  
 اس کا کام درد اور غم سے بڑا  
 بہت کی الفت کا رشتہ آخر کار  
 زہری طرح نکلے میں پڑ گیا  
 حشر میں بھی اس کا دیدار ایک فریب ہے  
 اس کی شوخ طبع بہانہ جو ہو گئی ہے  
 زلف کھولی اور ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوا  
 آنکھ اس کی دیکھنے سے ہائے وہو شروع ہوئی  
 کھڑے ہونے سے قیامت ہو گئی  
 قدم اٹھانے سے غوغا مچ گیا  
 میرا خط راستہ میں پڑے ہوئے پر کی طرح  
 تیرے دیا میں کو نکو پڑا رہا  
 ہر تن گوش ہو کہ واعظ شہر  
 (اپنی) گفتگو سے بدنام ہو گیا ہے  
 سینہ خالی (خالی) معلوم ہوتا ہے  
 میری آنکھوں سے کیا گر گیا ہے  
 اے میرے فن شعر کا پہلو ان ہوں  
 جو بھی میرے سامنے آیا منہ کے بل گرا

۱۹۲

موزون صبح کے وقت اذان دے رہا ہے  
 اس سے عجیب اذیت پہنچا رہا ہے  
 میں کیوں گم نہ ہو جاؤں کہ ہر سالک  
 میرے بہانے اُس کا پتہ بتا رہا ہے  
 اس امید کے چڑ سے پھل کھاؤں  
 اگر موت کچھ دن امان دیتی ہے

مکیر یہ نام ہے پیش من  
 ہے خوش بتاں بندہ جاں می وہ  
 ہے ایں کم زبانی بسیار میر  
 زباں آوراں را زباں می وہ

۱۹۳

در ملک دل ز کثرت شوخ فتور شد  
 چشم قرم بھیرۂ عسراعیور شد  
 دارد نظر ہ سرمہ بت شوخ چشم من  
 یکساں شدن ہ خاک سیاہم ضرور شد  
 و شد گرہ ز گیسوئے او، فتنہ سر کشید  
 در جنبش آمد آں لب شیریں و شور شود  
 انگشت پردہ از رخ و نورے نمود کرد  
 مژگاں ہم زد از رو شوخی، ظہور شد  
 کارم غراب کردۂ بے تابی دل است  
 ہر دم ساجت از حد و شرم حضور شد  
 مقصود بود خدمت معقول شیخ ایک  
 از من ناپدید آہ چہ سازم، قصور شد  
 در کین میر صرفۂ یارانہ عہد نیست  
 ہر کس کہ تیز جانب او دید، کور شد

۱۹۴

گردش زکس مست تو شب آزادم کرد  
 تا سحر ہم نفس گریۂ سرشارم کرد  
 موجب خواہش بسیار نہ دل گفت و نہ چشم  
 دیدن گرم تو اے شوخ طلبکارم کرد  
 ناتواں سقتم و ہر ہستہ غم اقدام کرد  
 آرزومندی دیدار تو نیارم کرد

میرے سامنے کسی بت کا نام نہ لیں  
غیر صورتِ جنوں کے لیے بندہ جان دیتا ہے  
اتنی زیادہ کم زبانی کے باوجود میر  
زبان آوروں کو زبان سکھاتا ہے

۱۹۳

ملکِ دل میں اس کے شوق کی زیادتی سے شورش برپا ہوئی  
میری چشم تر وہ سمندر بن گئی جسے پار کرنا مشکل ہے  
میرا بے شوخ چشم سرے کی خواہش رکھتا ہے  
مجھے خاکِ سیاہ سے یکساں ہونا ضروری ہے  
اس کے گیسو سے گرہ کھلی اور مجھے نے سراغ دیا  
وہ لبِ شیریں جنتش میں آئے اور شور برپا ہو گیا  
اُس نے رخ سے پردے کو اٹھایا اور ایک نورِ ظاہر ہو گیا  
اس نے شوقی سے پنکھوں کو ملایا اور ظہور ہو گیا  
ہمارا کام دل کی بے ثباتی کا خراب کیا ہوا ہے  
بر وقت کی منتِ ساجت اس کی حیا کی (حزِ برداشت) سے زیادہ ہو گئی تھی  
شیخ کی معقول خدمت مقصود تھی لیکن  
انہوں مجھ سے نہیں ہوئی، کیا کروں، قصور ہو گیا  
میر کی دشمنی میں یا رانِ مہد کا فائدہ نہیں ہے  
جس نے بھی اس کی طرف دشمنی سے دیکھا، اندھا ہو گیا

۱۹۴

حیرتِ فرس مست کی گردش نے رات مجھے آزار دیا  
صبح تک (اس نے) مجھے گریہ سرشار کا ہم نفس بنادیا  
بہت زیادہ خواہش کا موجب نہ دل ہوا نہ آنکھیں  
تجھے قریب سے دیکھنے نے اسے شوخ مجھے طلب گار کر دیا  
نا تو اس ہو گیا اور بسترِ غم پر گر گیا  
تجھے دیکھنے کی آرزو نے مجھے تیار کر دیا

رفتم از خویش و فراغت ز دو عالم کردم  
 بے خبر بودن از آرام، خبردارم کرد  
 کاش می داشتم اے میر زبان را در کام  
 آخر این دُرمه صبح گرفتارم کرد

۱۹۵

خوش باشد اگر قصدِ جفا داشته باشد  
 آن رفت که سر بر سر ما داشته باشد  
 من ہم جگرے داشتم از سنگ که نمون شد  
 عشق است کسے را که وفا داشته باشد  
 راسے نتوان برد به سر کوچه زلفش  
 این بخت نگر باد صبا داشته باشد  
 از نفس شہیدے که رود دیر توان یافت  
 کایں کشد به دل از تو چه با داشته باشد  
 ہر وقت بھودے به در او نتوان برد  
 این نیست نمازے که قضا داشته باشد  
 دایے کنم اے لاله زخاں با دل پیرداغ  
 انصاف اگر شہر شہم داشته باشد  
 با خاک برابر شدن میر دلیل است  
 اغلب کہ سر آن کف پا داشته باشد

۱۹۶

سرگذشت من لدا از ہر زبانے می شود  
 این حکایت رفتہ رفتہ داستانے می شود  
 گر بہ این انداز خود را می نمای چند روز  
 خال رخسار تو اے مہ داغ جانے می شود  
 این نہ چہداری کہ خواہی شد بہ بیری ناتوان  
 قامتِ ہم کشد ہم بار گرانے می شود

میں خود سے بے گناہ ہوا اور وہ عالم سے فراغت پالی  
آرام سے بے غم ہونے نے مجھے خبردار کر دیا  
کاش اسے میرے زبان کو مس میں رکھتا  
آخر اس صبح کے دم سے نے مجھے گرفتار کر دیا

۱۹۵

اچھا ہو گا اگر وہ جفا کا قصد کیے ہوئے ہو  
وہ (وقت) گزر گیا کہ میرے سر پر سر رکھے ہوئے ہوتا تھا  
میں بھی جگر کا جگر رکھتا تھا جو کہ خون ہو گیا  
اس پر شاباش ہے جو وفا رکھتا ہو  
اس کے کوچہ زلف میں راستہ نہیں پاسکتے  
ایسا نصیب (صرف) بادِ صبا کو ہی ملا ہے  
شہید کا جنازہ (تیرے کوچے سے) زک زک کر گزر رہا ہے  
کہ یہ دل کا مارا ہوا قہقہہ سے کیا کیا (خواہش) رکھتا ہو گا  
ہر وقت اس کے دروازے پر سجدہ نہیں کر سکتے  
یہ نما نہیں ہے کہ قضا ہو سکتی ہے  
اے لالہ رخاں میرے دل پر داغ سے انصاف کرو  
اگر تمہارے شہر میں انصاف ہوتا ہو  
میر کا خاک کے برابر ہونا (اس بات کی) دلیل ہے (کہ)  
ضرور (وہ) اس کف پا کی خواہش رکھتا ہو گا

۱۹۶

میری سرگزشت ہر زبان سے ادا ہو رہی ہے  
یہ حکایت رفتہ رفتہ داستانِ بن رہی ہے  
اگر (تو) اس انداز سے خود کو چند روز دکھاتا رہے گا  
اے صبر، تیرے رخسار کا گل، جان کا داغ ہو جائے گا  
یہ مست گمان کر کہ بڑھاپے میں ناتواں ہو جائے گا  
جھکا ہوا قد بھی بارگراں بن جاتا ہے



دزدہ دزدہ خاک من لبریز شود عشق اوست  
چوں بہم می آید این اجزا جہانے می شود  
در نظر قدر بلندے دارم از مجز و نیاز  
این زمین پست روزے آسمانے می شود  
دل قوی دارد رعداں، شیخ شاہد باز شد  
عاقبت این بے حقیقت قلقلانے می شود  
از نیاز ہر زمان میر می داشم ما  
کہ این جوان رفتہ خاک آستانے می شود

۱۹۷

شیوہ است در سادگی بجز ناز و استغنا نہ بود  
حالے برباد می رفت و ترا پروا نہ بود  
عہد خلعت خوش کہ با رزم آشایست کردہ است  
گفتگوئے لطف آمیز این چہیں با ما نہ بود  
آں چناں مستم کہ گم مستم دلے سودے نہ داد  
گوہر تاباب مطلب بچ جا پیدا نہ بود  
تاب با خوردم کہ دستم داد مقبولی خلق  
ورنہ رہ چوں رشتہ تسبیح در دل ہا نہ بود  
کرد از ہستم تراوش آں چہ در دل داشتم  
جوئے عشق اداؤء من بیشتر دریا نہ بود  
آساں از سفلگی گم کرد ما را ناگہاں  
جانے ما پیدا در این جا بود و ما را جان نہ بود  
این چہ واقع شد کہ از دامن گدشتش چاک جیب  
در بہار رفتہ خود میر این قدر رسوا نہ بود

میری خاک کا قزو قزو اس کے عشق کے جنون سے بھرا ہے  
جب یہ اجزا اکٹم آتے ہیں، ایک دنیا بن جاتی ہے  
عجزہ نیاز (کی وجہ) سے نظروں میں بلند قدر رکھتا ہوں  
یہ پست زمین ایک روز آسمان ہو جائے گی  
دندہ دل مضبوط رکھو، شیخ شاہد بازار ہو چکا ہے  
یہ ذلیل آخر کار عورتوں کا دلال بن جائے گا  
میر کی ہر وقت کی آرزو مندی سے ہم سمجھتے ہیں  
یہ رفتہ جوان کسی آستان کی خاک ہو جائے گا

۱۹۷

سادگی میں حیرا شیوہ، ناز و استغنا کے سوا کچھ اور نہیں تھا  
ایک دنیا برباد ہو گئی تھی اور تجھے پروا نہیں تھی  
حیرے بول لعل آنے کا زمانہ اچھا ہے کہ (اس نے) حیرتی دم سے آفتابی کرادی ہے  
(پہلے) ہم سے اس طرح کی لطف آمیز باتیں نہیں تھیں  
اتنا پھر کہ گم ہو گیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا  
مطلب کا گوہر نایاب کہیں نہیں نظر آیا  
بہت تکلیفیں اٹھائیں تب جا کر مجھے غلق میں مقبولیت حاصل ہوئی  
وگرنہ تسلی کے دھماکے کی طرح دلوں میں راہ نہیں (بن سکتی) تھی  
جو کچھ دل میں رکھتا تھا میری آنکھوں سے چھپنے لگا ہے  
میری خشک پڑی ہوئی نثر پہلے سمندر نہیں تھی  
آسمان نے کیٹکی سے ہمیں اچانک گم کر دیا  
یہاں پر ہماری جگہ بن گئی تھی اور ہمارے لیے جگہ نہیں تھی  
ایسا کیا خوش آیا کہ اس کے گریباں کا چاک دامن سے گزر گیا  
ہلچلی بہار میں تو میرا اتنا رسوا نہیں ہوا تھا

۱۹۸

دو روزے شد کہ دل از غم قیامت در جہاں دارد  
نفاں و نالہ و شود از زمین تا آسمان دارد  
کرا راہ است در بزم خوشش کز من بہ او گوید  
فقیرے جملہ تن آزرده، سر بر آستان دارد  
بہ دوش غیر دست آگندہ در استادہ ی باشد  
نصیبہ چوں بہ من، شمشیر و عنبر درمیان دارد  
دل استقلال ظاہر ی کند در عین بے تابی  
ہمانا اضطراب خویش را از من نہاں دارد  
بہ عہد ست گل دل را چہ بند کس در این گلشن  
کہ این محبوب کم گو خود زباں زیر زباں دارد  
نہ خواہ لرزہ رفت از مطیع او تا دم محشر  
شہید زخم حیر این جفاکاراں نفاں دارد  
ز ضعف و ناتوانی بار خاطر بیستم ہر گز  
نہ دامن آں ستم گر از چہ بر من سرگراں دارد  
نمی دامن کہ در شہر نکودیاں چہ رسم است این  
کہ گر کس نام مہر این جا بگیرد، تر جہاں دارد  
بیا اے ہم نفس گر دیدن میر آرزو داری  
ہنوز آں رفتی در جسم غم فرسودہ جاں دارد

۱۹۹

برگ گلے بہ دست ز گلشن صبا رسید  
یعنی خطے ز کوچہ آں بے وفا رسید  
گل گل گرفتہ است چمن موسم گل است  
ساقی تو ہم بیا کہ دماغ ہوا رسید

۱۹۸

دو دن ہوئے کہ دل نے تم سے دنیا میں قیامت اٹھا رکھی تھی  
 فطاس اور نالہ اور شور زمیں سے آسمان تک کر رکھا تھا  
 کہے اس کی بزمِ خوش میں رسائی ہے کہ وہ اس سے میرے ہارے میں کہتا  
 ایک فقیر، سراپاِ مسروگی، آستان پر سر جھکائے ہوئے ہے  
 غیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھے دیر تک کھڑا رہے گا  
 میرے ساتھ جب بیٹھتا ہے شمشیر اور غنچہ درمیاں میں رکھتا ہے  
 دل بین بے تابی میں جھکی نکلا کر کرتا ہے  
 یقیناً یہ اپنا اضطراب مجھ سے پوشیدہ رکھتا ہے  
 گل کے بے ثبات وعدے پر دل کو کون اس گلشن سے لگائے  
 کہ یہ کم گو محبوب خود زبان زیرِ زبان رکھتا ہے  
 دلازل اس کی قبر سے دمِ محشر تک نہیں جائے گا  
 ان جفا کاروں کے حیر کے دلم کے شہید کی پہچان یہ ہے  
 ضعف اور ناتواپی سے ہرگز ہار خاطر نہیں ہوں  
 نہیں جانتا وہ ستم گر کس وجہ سے مجھ سے سرگراں رہتا ہے  
 نہیں جانتا کہ خوبصورت لوگوں کے شہر میں یہ کیا رسم ہے  
 کہ اگر کوئی یہاں محبت کا نام لے، (اے) جرماندہ بنا پڑتا ہے  
 اے ہم نشیں آ اگر میر کو دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے  
 ابھی تک وہ جانے پر مجبور، تم سے تہاہ جسم میں جان رکھتا ہے

۱۹۹

صبا گلشن سے برگ گل ہاتھ میں لیے آئی  
 یعنی اس بے وفا کے کوچے سے خط پہنچا ہے  
 جہن طرح طرح کے رنگ میں کھلا ہے، موسم گل ہے  
 ساقی تو بھی آ جا کہ آرزو کا نقشہ چڑھ گیا ہے

پیکاری اش نہیں ہے قراول زدہ دستِ حرف  
تا آں زمان کہ زخمِ قہقہے پہ ما رسید  
حیرانِ داغِ لالہ ام ای غامِ دستِ را  
میراثِ سیدِ سونگلاں از کجا رسید  
دردِ شمع و دلم پہ نیازے خوش است میر  
قربانِ آں سرم کہ کسے را ہے پا رسید

۲۰۰

یا رحمِ درِ دل تو بخدائے جہاں دہ  
یا طاقتِ فکلب پہ ایں ناتواں دہ  
دلِ رفت و بچج جائے سرافش نہ یا قسم  
یارب کسے ز گم شدہ من نکاں دہ  
صد سال ی توایں ہے امیدِ وصالِ زیست  
گر ہے قرائی شبِ بھراں اماں دہ  
مردن پہ دوری تو دہ جانِ تازہ اے  
میرم ز رنکبِ آں کہ جدا از تو جاں دہ

۲۰۱

از معارضِ محبِ خوب تو فرامی دارد  
محبِ خوبانِ دگر پائے کلائی دارد  
آنقسمِ زد پہ دلِ اے لالہ نکبِ آبی تو  
دردِ ہر سوختہ جاں یک دو سر دانے دارد  
خاکِ دلِ نوحِ شدہ داغِ وفا خواهد بود  
ترجے کاغذ پہ سر از لالہ چراتے دارد  
از سحرِ کوچہ آں زلفِ گزشتہ ست مگر  
کہ نسیمِ سحرِ اے میرِ دمانے دارد

اس کی پرکاری دیکھ بندوٹی سے باتیں کرتا رہا  
 جتنی دیر میں کہ ہمیں ہندوق کا دُخم لگے  
 لالہ کے داغ پر حیران ہوں کہ اس خام دستِ اسف  
 سینہ سونگیاں کی میراث کہاں سے پہنچی  
 میرتیں درویش ہوں اور میرادل بھڑ سے خوش ہے  
 اس سر پر قربان جو کسی کے پاؤں پر جھک گیا

۲۰۰

یا تیرے دل میں خدائے جہاں رحم دے  
 یا اس باتوں کو صبر کی طاقت دے  
 دل چلا گیا اور کہیں اس کا سراغ نہیں پایا  
 یا رب کوئی میرے گم شدہ کا پتہ بتائے  
 وصال کی امید میں سو سال جی سکتے ہیں  
 اگر شبِ بھر کی بے قراری امان دے  
 تیرے فراق میں مر جانا نئی زندگی بخلتا ہے  
 اس پر دھک سے مرتا ہوں جو تجھ سے دور رہ کر جان دیتا ہے

۲۰۱

تیرے خوش نما عطر کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں  
 دوسرے معشوقوں کا خط گھسیٹ کر نکلتی ہوئی تحریر کی طرح ہے  
 اے لالہ حیرتِ کم طرفی نے میرے دل میں آگ لگا دی  
 ورنہ ہر دل چلا چند داغ (تو) رکھتا (ہی) ہے  
 وفا کے خم میں دل کا خون کرنے والے کی خاک ہوگی  
 کہ اس کی تربت کے سرانے لالہ کا چراغ ہے  
 شاید اس زلف کے کوچے سے گزری ہے  
 کہ اے میرؔ نسیمِ سحر کا دماغ نہیں مٹتا

۲۰۲

گر چہ روئے گلِ نووا شدہ دیدن دارد  
 نالہ مرغِ چمن نیز شنیدن دارد  
 این کنارم کہ لبالب ز بر و دوش تو بود  
 حالیا کار چہ شیاوہ کشیدن دارد  
 پنجہ اش نیز چہ عاشق چہ گریبان خود است  
 گل ہم آیا ہوں جیب دریدن دارد  
 ہر زماں تا مژہ می آید و بر می گردد  
 این دل خوں شدہ انداز چکیدن دارد  
 من عزادارِ شکیبائی مرحوم میر  
 بر دل من الے چند بریدن دارد

۲۰۳

نوسید ز ہاں گشت چہ ہر کس کہ نگہ کرد  
 این چشم سیاہ تو بے خانہ سیہ کرد  
 یک صبح نہ شد با رخ خوب تو برابر  
 ہر چند کہ گل مشورہ شب ہا چہ نگہ کرد  
 شد کشتہ چہ سرکوچہ او میر چہ خواری  
 معلوم نہ گردید کہ مسکین چہ گنہ کرد

۲۰۴

در محبت محنتِ بسیار می باید کشید  
 بہر یک نظارہ صد آزار می باید کشید  
 بے ترشح ہادہ گل رنگ بے کیفیت است  
 دامنِ ابرے سوئے گلزار می باید کشید  
 چہرہ زبائے او من بعد خواہی نقش بست  
 اول اے نقاش دستِ یار می باید کشید

۲۰۲

گرچہ سنے کھیلے ہوئے پھول کا چہرہ دیکھنے کے لائق ہے  
 مرغ چمن کا نالہ بھی سننے کے لائق ہے  
 میری یہ آغوش کہ تیرے بدن سے بھری ہوئی تھی  
 اب خمیازہ کھینچنے سے کام رکھتی ہے  
 اس کا ہاتھ بھی عاشق کی طرح اپنے گریباں پر ہے  
 گل بھی کیا کر بیان چاک کرنے کی حسرت رکھتا ہے  
 ہر بار پتکوں تک آتا ہے اور لوٹ جاتا ہے  
 یہ غم شدہ دل بہہ نکلنے کا اراوہ رکھتا ہے  
 میر میں اپنے صبر مرحوم کا عزوار ہوں  
 میرے دل پر (اظہار غم کے لیے) چند دھم ڈالنے کی ضرورت ہے

۲۰۳

جان سے ناامید ہو گیا جس پر بھی نگاہ کی  
 تیری اس چشم سیاہ نے بہتوں کو بے خانماں کر دیا  
 ایک صبح بھی تیرے خوابسورت چہرے کے چٹا (خوابسورت) نہیں ہوا  
 ہر چند کہ پھول نے بہت سی راتوں کو (اپنے) رخسار سے مشورہ کیا  
 میرا اس کے کوپے میں وقت کے ساتھ مارا گیا  
 معلوم نہیں ہوا کہ بے چارے نے کیا گناہ کیا تھا

۲۰۴

محبت میں بہت رنج اٹھانا چاہیے  
 ایک نگارہ کے لیے سو آزار کھینچنا چاہیے  
 ہلکی ہلکی بارش کے بغیر باد، گل رنگ بغیر کھیت کے ہے  
 ابر کا دامن گلزار کی طرف کھینچنا چاہیے  
 اس کے زیا چہرے کا بعد میں نقش بنانا چاہیے  
 پہلے اسے نقش بار کا ہاتھ کھینچنا چاہیے



نہا ناہاب و رام جیتو دور و دراز  
 پا بہ دامن ہم نشیں ناچار می باید کشید  
 من نمی کفتم کہ از ناخن جبین مخراش میر  
 قدر دانے نیست دست از کار می باید کشید

۲۰۵

ہر کہ بر بستر فراق افتاد  
 چشم او دیدہ ام بہ طاق افتاد  
 شد مرا قدر یاقین معلوم  
 کار دل چوں بہ اشتیاق افتاد  
 دوش از پرتو رخ ساقی  
 آتش در سے رواق افتاد  
 میر و من دیر درد دل کریم  
 چوں ملاقات اشتاق افتاد

۲۰۶

نہ شوی غمزہ بر این ہستی ایاسے چند  
 کہ عزیزان جہاں نیست بخیر نامے چند  
 کاش باز سحر این جا شدہ یک رہ برود  
 کہ دامن ہم برساند بہ تو پٹاسے چند  
 جملہ تن خوں شدہ از دیدہ چکید آخر کار  
 این دل خودمزم از یاری خودکاسے چند  
 من و پروانہ و بلبل ہم یک جا جمعیم  
 در گرفتہ ست بکم صحبت بدنامے چند  
 تلخ او میر بود مضمون مذاقم چوں شہد  
 کاش بخوازم آن شوخ بہ دشنامے چند

مدد مانا پاپ اور جہنم کی راہ دور اور دور  
 اسے ہم نہیں پاؤں کو دامن میں مجبوراً کھینچ لیتا چاہیے  
 میں نے کہا نہیں تھا اسے میرے کہ تاخن سے پیشانی پر عرش مست کا  
 کوئی قدر دان نہیں ہے، کام سے ہاتھ کھینچنا چاہیے

۲۰۵

جو بھی فراق میں بہتر پرگرا  
 میں نے دیکھا ہے اس کی آنکھیں عالم نوح میں بھرا گئیں  
 مجھے یاقوت کی قدر معلوم ہوئی  
 دل کا کام جب تمنا سے پڑا  
 کل ساتی کے پھرے کے کھس سے  
 منظرِ شراب میں ایک آگ لگ گئی  
 میرے اور میں نے دیر تک دردِ دل بیان کیا  
 جب اتفاق سے ملاقات ہو گئی

۲۰۶

اس چند روزہ ہستی پر تجھے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے  
 کہ عزیزِ اپنا جہاں چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں  
 کاش بادِ سحر اس جگہ سے ایک بار ہو کر گزرتی  
 کہ مجھ سے بھی چند پیغام تھہ تک پہنچاتی  
 تمام کا تمام نوحوں ہو کر آخر آگسٹوں سے بہ لگلا  
 میرا یہ خودِ مردل چند مطلب پر ستوں کی دوستی میں  
 میں، پر دانت اور بلبیل سب ایک جگہ جمع ہیں  
 چند بدناموں کو صحبت موافق آگئی ہے  
 اس کی تلخ باتیں میرے ذائقے کے لیے مفت کے شہد کی طرح ہوں گی  
 کاش وہ شوق مجھے چند دشناموں سے نوازے

۲۰۷

ہزار چاک پہ حیرانِ اہلِ دل دارند  
از این حریرِ قباہاں کہ خوش بر کارند  
برائے عبرتِ یارِاں ضرورت است اے کاش  
دو روز کشے ما را پہ خاکِ نِسارند  
روو ز خاطرِ مجنوں، جنونِ مجنوں میر  
اگر پہ طورِ خودم چند روز بگذارند

۲۰۸

چشم تو غارتِ غرورِ شیخ و شاپ کرد  
یک سرمہ دہاں شرابِ بے را خراب کرد  
از بزمِ یادِ دوشِ پوشیاں بر آدم  
امیدِ لطفِ بودِ مراد او غائب کرد  
سرمست در رسیدی و دست و بغلِ شدی  
قربانِ سے شوم کہ ترا بے حجاب کرد  
سے خورد با رقیبِ شب و روئے ما نہ دید  
ایں بے مروتی دلِ ما را کہاب کرد  
اہلِ نظرِ سزد کہ دہانش ظلم کنند  
چشمِ ترا کسے کہ بہ نرگسِ حساب کرد  
شرحِ سلوک او چہ دہم چوں شدم پہ پیش  
دو دوش با مخالف و بر من خطاب کرد  
میر از غم تو قابلِ دیدن نہ مانده است  
نامت پہ گوشِ خورد کہ چشماں پر آب کرد

۲۰۹

گر شود دہرِ گلستاں کہ تماشا نہ کنند  
نفیِ حُسنِ تو ہرگز مژدہ را نہ کنند

۲۰۷

اہل دل پیرا کہن پر ہزار چاک رکھتے ہیں  
 ان رشتی پوشاک پہننے والوں کی وجہ سے جو نہایت خوش اسلوب ہیں  
 دوستوں کی مہرت کے لیے ضروری ہے اسے کاش  
 دو دن میری خوش کو خاک کے سپرد نہ کریں  
 میرے بھلون کا جنوں بھلوں کے دماغ سے نکل جائے  
 اگر چند روز اسے میری طرح رہنے دیں

۲۰۸

تیری آنکھ نے بوزھوں اور جوانوں کی عقل کو غارت کیا  
 ایک سرمہ دان (بھر) شراب نے بہتوں کو شراب کیا  
 بزم یار سے کل (میں) پاشیاں نکلا  
 مجھے لطف کی امید تھی اس نے غلطی (کا اظہار) کیا  
 تو نشے میں مست آیا اور ہم آغوش ہوا  
 شراب کے قربان جاؤں کہ تجھے بے پاک بنا دیا  
 رقیب کے ساتھ رات شراب پی اور ہمارا چہرہ نہ دیکھا  
 اس بے مروتی نے ہمارے دل کو (ہلا کر) کباب کر دیا  
 اہل نظر کو مناسب ہے کہ اس کی زبان قلم کر دیں  
 جس نے میری آنکھ اور فرس کو یکساں کہا  
 اس کے سلوک کی شرح کیا کروں، جب (میں) اس کے سامنے آیا  
 (اس نے) رقیب سے گندھا بھڑایا اور مجھے باتیں سنائیں  
 میرے تیرے غم (کی وجہ) سے دیکھنے کے قابل نہیں رہ گیا ہے  
 حیرانام کان میں پڑا (نہیں) کہ آنکھوں میں آنسو بھر لایا

۲۰۹

اگر دنیا گلستاں ہو جائے (تو) کون نہیں دیکھے گا  
 (مگر) حیرے غلے نہ پاں ہرگز پلکوں کو نہیں کھولیں گے

در دیارے کہ وفا شیوہ اہل آں جاست  
 رسم ایں است کہ میرند و قضا نہ کنند  
 قندہ در زیر سر از دیدن چہاں دارند  
 گرچہ از شرم بتاں چشم بہ بالا نہ کنند  
 ناز ہرچہ حسن است نکورویاں را  
 ایں ادا گر نہ بود در دل من چاہ نہ کنند  
 موکشان سر آں زلف کسان جب اند  
 گر جراحت بشود زخم کہ پروا نہ کنند  
 نعل جاں بخش تو ہر گاہ سخن آغازد  
 لائق آں است کہ مذکور مسحا نہ کنند  
 تلخ کاماں وفا طرقت کسان اند اے میر  
 کہ بجز مرگ بہ خود پیچ گوارا نہ کنند

۲۱۰

تا کار دل بہ چوں تو سراپا جفا قناد  
 بر خاک جملہ خوش شدہ از دیدہ ہا قناد  
 سوئے دل و جگر سحر از آہ سوزناک  
 جست آتش و لیک نہ دامن کجا قناد  
 با من کسے کہ دید ترا گفت از عجب  
 کاہی گوہر از چہ راہ بہ دست گدا قناد  
 ی گفتش کہ گیسوئے پے پیچ او بیاست  
 حرفم نہ کرد گوش دل و در بلا قناد  
 در بزم مطربے غزل میر خواہد بود  
 زاہد بہ سر در آمد و صوفی ز پا قناد

۲۱۱

سرم پگاہ سبک از شراب ی گردد  
 طلوع کبھ از ایں آفتاب ی گردد

اس دیار میں جہاں کے رہنے والوں کا شیوہ و دقا ہے  
 رسم یہ ہے کہ مہر جاتے ہیں اور حقنا نہیں کرتے  
 (در اصل) سر میں چھپ کر دیکھنے کا سودا رکھتے ہیں  
 اگرچہ شرم سے محبوب آنکھ اوپر نہیں اٹھاتے  
 نازاچھے چہرے والوں کے حسن کا انداز ہے  
 اگر یہ ادا نہیں ہوتی (تو) میرے دل میں چمک نہیں کرتے  
 اس زلف کے موکشیاں کچھ عجیب لوگ ہیں  
 دھم اگر ناسور ہو جائے (تو بھی) پروا نہیں کرتے  
 تیرا اعلیٰ جاں بخش جس وقت ہات شروع کرے  
 مناسب یہی ہے کہ مسحا کا (اس وقت) ذکر نہ کریں  
 وفا کا تلخ ذائقہ بچھنے والے کیسے عجیب لوگ ہیں اسے میر  
 کہ موت کے سوا اپنے لیے کچھ بھی گوارا نہیں کرتے

۲۱۰

جب سے دل کا کام تجھ جیسے سراپا جہاں سے پڑا  
 (وہ) آنکھوں سے تمام حلوں ہو کر خاک پر گر پڑا  
 دل اور جگر کی طرف صبح آہ سوزناک سے  
 ایک آگ بلند ہوئی تھی لیکن نہیں جانتا کہاں پر مری  
 جس کسی نے بھی تجھے میرے ساتھ دیکھا تجب سے کہا  
 کہ یہ گوہر کس طرح سے (اس) گدا کے ہاتھ لگا  
 میں نے اس سے کہا تھا کہ اس کے گیسوے پر بیچ بلا میں  
 دل نے میری بات نہیں سنی اور بلا میں گرفتار ہو گیا  
 بزم میں مطرب نے میری غزل کاٹی تھی  
 زاہد سر کے بل گرا اور صوفی لڑکھڑا گیا

۲۱۱

میرا دماغ صبح کو شراب سے چاق و چوبند ہو جاتا ہے  
 سرور اسی آفتاب سے طلوع ہوتا ہے

تو بر مراد دل غیر مست می گردی  
 دلم ز آتش غیرت کباب می گردد  
 ز موج خیزی بحر جہاں فریب مخور  
 کہ این محیط بہ یک دم سراب می گردد  
 ہمیشہ گل ز رخت سرخ و زرد می باشد  
 مدام بادہ ز لعل تو آب می گردد  
 ز حال میر چہ گوید کس کہ آن بے کس  
 بہ کوچہ تو بہ حال خراب می گردد

۲۱۲

ہر گم بہ شرح جہر دل از کار می رود  
 چشم چہ میر وصل بہ طومار می رود  
 سروے بہ جنبش آمد و من از فریب شوق  
 پنداشتم کہ یار بہ گلزار می رود  
 ہرگز نمی شد بہ کس چشم بے خودش  
 مست گزارہ است و چہ ہشیار می رود  
 حسن است و شور قصہ یوسف نہ خواندہ ای  
 در آخر این متاع بہ بازار می رود  
 ز گس ز خاک مختلراں رستہ یک کلم  
 حرفت این کہ حسرت دیدار می رود  
 رہ می رود چہاں کہ اثر نیست ظاہرش  
 این عمر برق جلوہ چہ عیار می رود  
 از میر پا شکستہ چہ آید کہ آن ضعیف  
 تا کوئے یار دست بہ دیوار می رود

تو غیر کے دل کی خواہش پر شراب میں مست ہو جاتا ہے  
میرا دل غیرت کی آگ سے (جمل کر) کہاں ہو جاتا ہے  
دنیا کے سمندر کے طوفان اٹھانے سے فریب مت کما  
کہ یہ سمندر اچانک سراب بن جاتا ہے  
پہول سدا تیرے چہرے کے سامنے شرمندہ رہتا ہے  
شراب ہمیشہ تیرے ہونٹوں کے سامنے تاثیر کھودتی ہے  
کوئی میر کا حال کیا سنائے کہ وہ بے کس  
تیرے کو پہے میں شراب حال پھرتا رہتا ہے

۲۱۲

جب بھی ہجر کی تفصیل (بیان کرنے) میں دل ناکام ہو جاتا ہے  
میری آنکھ ہر پہل کی طرح طومار باندھ دیتی ہے  
ایک سرو حرکت میں آیا اور میں نے فریب شوق میں  
گمان کیا کہ یاد نگزار کو چار ہا ہے  
ہرگز کسی پر اس کی بے غور آنکھ نہیں پڑتی  
نشے میں مست ہے اور کیسا ہوش میں چار ہا ہے  
حسن ہے اور (تو نے) یوسف کے قصے کی شہرت نہیں سنی ہے  
آفرکار یہ محتاج بازار میں پہنچ جاتی ہے  
فرس منتظروں کی خاک سے یک قلم "اُمّی  
کہا جاتا ہے کہ حسرت دیدار چلی جاتی ہے  
اس طرح راہ چل رہی کہ اس کا پتہ (ہی) نہیں لگتا  
یہ برق جلوہ عمر کتنی تیزی سے گزرتی ہے  
میر پا شفق پر کیا گزری کہ وہ تاتواں  
کوئے یار تک دست پہنچا رہا جاتا ہے



۴۱۳

ز غم خلق میرود بہت خندہ دارد  
 ترا حق تعالیٰ ہے زندہ دارد  
 پے اش رود چشم تا می خراشد  
 خرامش چه طرز غوغا آئندہ دارد  
 اگر سرخ و زرد است یا قوت شاید  
 کہ لعل تو اش سخت شرمندہ دارد  
 کجا مصلحت می شود با من و تو  
 ولے از جہاں ہر کہ برگزیدہ دارد  
 بہ رخسار او برابر نہ گردد  
 چه شد باو اگر روئے تابندہ دارد  
 بہ ہر فرد موجود بالذات باشد  
 خدا ہم نہ دائم چه با بندہ دارد  
 دے چند با میر آوارہ بنشین  
 غائب مزاج پرآگندہ دارد

۴۱۴

تسکین جان غم زدہ در تن نمی شود  
 یعنی کہ بے تو زیستن از من نمی شود  
 تاریک دان سپید من بے رخ کسے  
 دارد ہزار رخسہ و روشن نمی شود  
 دین لطف گاہ گاہ تو اے کام جان خلق  
 با من کدام دوست کہ دشمن نمی شود  
 گل پر مکلف است ولے بے تو ہرگز  
 میان دل بہ دیدن گلشن نمی شود

۲۱۳

خلقِ غم سے مرتی ہے اور میرے لیں پر غمی ہے  
 تجھے حق تعالیٰ بہت دنوں تک زعمہ رکھے  
 اس کے پیچھے پیچھے آنکھ چلتی ہے چپ تک وہ خراباں رہتا ہے  
 اس کا خرام کتنا پکارا اعداد رکھتا ہے  
 یہ جو یا قوت سرخ و زردا ہے، شاید  
 کہ تیرے ہونٹوں نے سخت شرمندہ کر رکھا ہے  
 کب مجھ سے (یا) تجھ سے ملتا ہے  
 (اپنا) دل جس نے دنیا سے اٹھا لیا ہے  
 اس کے دھسار کے برابر نہیں ہوا  
 کیا ہوا اگر چاند کا چہرہ روشن ہے  
 ہر فرد کے ساتھ موجود ہالذات ہوتا ہے  
 نہیں جانتا خدا بھی بندہ سے کیا چاہتا ہے  
 ہاتھ دیر میرا آوارہ کے ساتھ بیٹھ  
 عجیب پرانگندہ حراج رکھتا ہے

۲۱۴

جانِ غم زدہ کو بدن میں جین نہیں آتا  
 یعنی کہ تیرے بغیر زعمہ رہنا مجھ سے ممکن نہیں ہے  
 کسی کے پیرے کے بغیر میرے سینے کا تار یک دان  
 ہزار روزن رکھتا ہے مگر روشن نہیں ہوتا  
 تیرے اس گاہ گاہ کلف سے اسے خلق کے معشوق  
 کون (سا) دوست (ہے جو میرا) دشمن نہیں ہو جائے گا  
 گل بہت زیادہ دعوت دے رہا ہے لیکن تیرے بغیر ہرگز میرے  
 دل میں گلشن کی سیر کی خواہش نہیں ہوتی

طبع تو گر بہ شیخ نہ سازد بعد نیست  
صفت برآر میر ز کون نمی شود

۲۱۵

شیخ کارم میر حسب دعا در غم نہ شد  
مردنے مرکوز خاطر داشتہ آں ہم نہ شد  
اے فلک طور ستم از دلبر من یاد گیر  
ریخت خون یک جہاں از ناز و ابرو غم نہ شد  
نہست ہرگز جامۂ احرام زاہد معتبر  
ماند عمرے در حریم کعب و محرم نہ شد  
از عصا و سجہ و سجادہ و صوم و صلوة  
رو نمائے عالمے شد شیخ و خود آدم نہ شد  
جا بہ چشم مردماں چوں سرمہ کرد از یمن بجز  
شد بہ خاک تیرہ یکساں میر و قدش کم نہ شد

۲۱۶

عقرب است گزین بے سروسامانی چند  
دامنے چند بیابند و گریبانے چند  
سینہ من کہ مشک بہ نظر می آید  
بے مہابا زوہ ام بر سر مژگانے چند  
گردباد و من و مجنوں بہ غمت یک جا ایم  
گشتہ چپاں چہ قدر ربط پریشانے چند  
در رہ شعر کسم راہ نما نیست مگر  
حرفے چندے ست بہ یادم ز سخن دانے چند  
وائے بر ما کہ در این دیر کہن بعد از مرگ  
می گذاریم کعب خاکے و عصیانے چند

اگر تیری طبیعت شیخ سے نہیں ملتی، بھید نہیں ہے  
الحق سے میرا دوستی نہیں بڑھ سکتی

۲۱۵

کوئی بھی کام میرے غم میں حسبِ مدعا نہیں ہوا  
ایک مرتبہ مرنے کا خطرہ رکھتا تھا، (سو) وہ بھی نہ ہوا  
اے فلک میرے دلیر سے قسم کا طریقہ دیکھ  
تاز سے ایک جہاں کا خون بہا دیا اور ارد (نیک) غم نہیں ہوئے  
زاہد کا جامہ احرام ہرگز معتبر نہیں ہے  
ایک مدتِ حرم کعبہ میں رہا اور محرم نہیں ہوا  
عصا، تسبیح، سجادہ، داور روزے نماز سے  
شیخ ایک دنیا کو ہدایت کرنے والا بن گیا لیکن خود آدمی نہیں بنا  
جز کی تاخیر سے لوگوں کی آنکھوں میں سرسے کی طرح جگہ پائی  
میرا خاک حیرہ میں مل گیا اور اس کی عزت کم نہیں ہوئی

۲۱۶

جلد ہی ہو گا ان چند بے سرو سامانوں کی نشانی  
چند دامن پاکیں گے اور چند گریباں  
میرا سینہ کہ (جو) مشکب نظر آ رہا ہے  
(میں نے) بے دریغ چند مژگانوں سے مضمحل کیا ہے  
گرد و پاؤں میں اور مجھوں حیرے غم میں ایک جگہ ہیں  
چند رہا پریشان کتنے مربوط ہو گئے ہیں  
شعری راہ میں کوئی میرا ہنسا نہیں ہے مگر  
مجھے چند سخن دانوں کی چند باتیں یاد ہیں  
ہم پر افسوس کہ بعد مرنے کے اس دیر کہیں<sup>۱</sup> میں  
کعبہ خاک اور کچھ گناہ چھوڑ کر جا رہے ہیں

<sup>۱</sup> وہ جس میں سوراخ ہی سوراخ ہوں۔

<sup>۲</sup> دنیا۔

جانبِ خانقہ اے کافر بدکیش مرد  
 رحمِ ہمائے بہ احوالِ مسلمانے چند  
 بود نزدیک کہ افسردہ شود آتشِ عشق  
 میر پیدا شد و بر دے زودہ دامانے چند

۲۱۷

دیدنی آخر کہ محبت چہ ادا ہا ہا کرد  
 کوچہ در کوچہ بہ حیرانہ سری رسوا کرد  
 شہر در شہر ز اندازِ قدرت لغوفا بود  
 طرزِ رفتار تو ہنگامہ نو برپا کرد  
 واسے بر آں کہ از او چشمِ توحم دارد  
 کشتہ شد خلق و آں شوخ کیا پردا کرد  
 شیخ را باطنِ دل محبتِ جہانناں زودہ است  
 کہ بدیں گونہ بہ حیرانہ سری سودا کرد  
 دارد اندازِ خرامش روشِ آبِ حیات  
 مردہ ریگے اگر آمد تہ پا، احیا کرد  
 انس با کس نہ بود در وطنِ مالوم  
 شہر را وحشتِ دیوانگیم صحرا کرد  
 مست اکثر بہ سر کوئے تو ی آید میر  
 ایں غرائبِ نقشیں رفتیے پیدا کرد

۲۱۸

چہ باید کرد حیران ایم اکنوں کار مشکل شد  
 بلائے چوں دل بہ تاب ناگاہے مقابل شد  
 نمایاں گشت شوق از پردہ، خشنے در نمود آمد  
 بہ خود چہیدہ دردِ جاں گدازے، نیست دل شد

خائفہ کی جانب اسے بے دین کا فرست جا  
چند مسلمانوں کے حال پر رحم کھا  
قریب تھا کہ عشق کی آگ بجھ جاتی  
میر آگیا اور اس پر (اپنے) دامن سے کچھ ہوا دی

۲۱۷

تو نے دیکھا کہ محبت نے آخر ہمارے ساتھ کیا ادا دکھائی  
بڑھاپے میں کوچہ در کوچہ رسوا کیا  
تیری قامت کے انداز سے شہر و شہر شور تھا  
تیری رفتار کے انداز نے نیا ہنگامہ برپا کر دیا  
اس پر ہنسوں ہے جو اس سے رحم کی امید رکھتا ہے  
ایک دنیا نقل ہو گئی اور اس شوق نے کب پروا کی  
شع کے بوڑھے دل کا باطن نو جوانوں کا مارا ہوا ہے  
کہ (اس نے) بڑھاپے میں اتنا زیادہ دیوانہ پن کیا  
اس کے خرام کا انداز آپ حیات کی طرز رکھتا ہے  
پاؤں کے نیچے اگر مردہ رہ سکے آگئی، (اسے) زندہ کر دیا  
مجھے اپنے عزیز وطن میں کسی سے انس نہیں تھا  
شہر کو میری دیوانگی کی وحشت نے صحرَا کر دیا  
اکثر حیرے کوچے میں میرست (ہو کر) آتا ہے  
اس شراباٹھیں نے ایک بے عروسی اختراع کی ہے

۲۱۸

کیا کرتا چاہیے، (ہم) حیراں ہیں، اب کام مشکل ہو گیا  
دل بے تاب جھنکی بلا اچانک مقابل آگئی ہے  
شوق پردے سے نمایاں ہوا، آنکھ صود میں آگئی  
ایک در و جاں گداز خود میں الجھا (اور) دل کی شکل اختیار کر گیا

ز رو آگندہ برقع در چمن چوں جلوہ گر عشقی  
گل از خود رفت، سنبل گشت دالہ، سرو نائل شد  
حبت از محبتاں دست ہرگز بر نمی دارد  
اگر شد جسم مجنوں خاک، گردہ راو محمل شد  
تو زخمی زن خلاف رسم عشق از مانی آید  
کدامیں کھنڈ چنچنی ستم بدخواہ قاتل شد  
نہ ماند آیا ز فرط گریہ نگوں در چکر زارم  
کہ داغ سیدام بے نورتر از چشم بے ل شد  
قریب صبح خواہم بود و کوچیدہ ہمراہاں  
بہ سر ہم چوں منش خاکے کہ از ادقات غافل شد  
اغیر عمر در طبع سلیم آوارگی آمد  
چہ گویم آہ راو من غلط نزد یک منزل شد  
بجز پامانی کشت امید اے میر در آخر  
گو ہارے کہ از دردیہاں عشقت چہ حاصل شد

۲۱۹

عزم رو گر میر من خواہد کرد  
عالی ترک وطن خواہد کرد  
ہر کہ عریاں بدنش خواہد دید  
در زباں خلع بدن خواہد کرد  
چشم گل شام و سحر بر راہ است  
یار کے رو بہ چمن خواہد کرد  
بے تو ایں گرچہ خویشی آخر  
چشم را دلم کہن خواہد کرد  
می چکد نگوں ز لب بستہ میر  
از فہش تا چہ سخن خواہد کرد

برقع کو رخ سے ہٹا کر چمن میں چب تو جلوہ گر ہوا  
گل پاگل ہو گیا، سنبل فریفتہ ہو گیا، سرو پاگل ہو گیا  
محبت عاشقوں سے ہرگز دست بردار نہیں ہوتی  
محبوں کا جسم اگر خاک ہوا، راہ گھل کی گرد ہو گیا  
تو دھم لگا، عشق کی رسم کے خلاف ہم سے نہیں ہوتا  
کوئی قسم کی خفیج کا مارا (کب) قاتل کا بدخواہ ہوا ہے  
کیا رونے کی زیادتی سے میرے ناتواں جسم میں حلوں باقی نہیں رہا تھا  
کہ میرے سینے کا داغ چٹھم بھل سے (بھی) زیادہ بے نور تھا  
صبح کے قریب مجھے خواب لے گیا اور صرہاں کوچ کر گئے  
میرے جیسے کے سر پر خاک کہ وقت سے غافل ہو گیا تھا  
آخر عمر میں طبع سلیم میں گمراہی آگئی  
کیا کہوں، ماہوس کہ میری راہ منزل کے قریب (آ کر) غلط ہو گئی  
کشت امید کی پامانی کے سوا اے میرا آخر  
کچھ کہہ کہ تجھے عشق اختیار کرنے سے کیا حاصل ہوا

۲۱۹

اگر میرا محبوب سفر کا ارادہ کرے گا  
ایک دنیا ترک وطن کر جائے گی  
جو بھی اسے عریاں بدن دیکھے گا  
(اپنے) بدن کو دنیا (ہی) میں چھوڑ دے گا  
گل کی آنکھیں صبح و شام اس کے راستہ پر (لگی) ہیں  
یار کب چمن کی طرف رخ کرے گا  
تیرے بغیر یہ گریہ غوئیں آخر  
آنکھ کو تاسور بنا دے گا  
میرے کے بند ہونٹوں سے خوں ٹپک رہا ہے  
(دو) اس کے غم کی بات کب تک کرے گا



۲۲۰

چہ گلشن ہے آں کہ گردیدہ باشد  
 گل تاز کے چوں تو کم دیدہ باشد  
 بدیں رنگ اگر از در باغ آئی  
 عداوت کشد ہر کہ گل چیدہ باشد  
 نیامد چہ چشم من امروز سنبل  
 ز گیسوئے او شانہ دزدیدہ باشد  
 چہ ناعاقبت ہیں کسے بود قحالم  
 نفقت آں کہ عشق تو دزدیدہ باشد  
 چہ خود نیست امروز از صبح زرخس  
 سحر چشم منظور او دیدہ باشد  
 یقین است آں کم سخن حال دارم  
 پس از مرگ من ہم نہ پرسیدہ باشد  
 عداوت چہ طرزے کلامت چہ طورے  
 ترا کم کسے میر فہیدہ باشد

۲۲۱

تا کہا آہ بدیں گوشت بسر باید برد  
 از سر کوئے توام رخت سفر باید برد  
 یار دیرے ست کہ دارفے جاں داون ماست  
 مگر بمیریم چہ او زود خبر باید برد  
 دانے بر من کہ چہ ای جان سراپا خواہش  
 از گلستان توام داغ جگر باید برد  
 نفس من در از آں کوچہ گذر خواہد کرد  
 بعد جاں دلوئم از راہ دگر باید برد  
 حسد چشم تو بہتر ز ہمتا نہ شود  
 میر را بر در ارباب نظر باید برد

۲۲۰

جو بھی نگہن میں بہت کھوٹا ہوگا  
 (اس نے) تجھ جیسا نازک پھول کم دیکھا ہوگا  
 اس رنگ سے اگر تو باغ کے دروازے سے آیا  
 جس نے بھی پھول چنا ہوگا، شرمندہ ہو جائے گا  
 سنبل آج میری نظر میں نہیں بچا  
 اس کے گیسو سے کلزار ہا ہوگا  
 ظالم وہ کتنا نا عاقبت بین تھا  
 جس نے تیرے عشق کو سب سے پہلے اختیار کیا ہوگا  
 آج صبح سے زخمس ہوش میں نہیں ہے  
 ضرور اس کی نشتے میں چہر آنکھوں کو دیکھا ہوگا  
 یقین ہے اس کم سخن نے میرا حال زار  
 میرے مرنے کے بعد بھی نہیں پوچھا ہوگا  
 تیری چال ایک خاص طرز کی، تیری بات ایک خاص طور کی  
 تجھے میر کسی نے کم (ہی) سمجھا ہوگا

۲۲۱

آہ اس طرح کب تک بسر کیا جاسکتا ہے  
 تیرے کوچے سے مجھے رشتہ سلا لٹانا چاہیے  
 بہت دنوں سے یاد ہماری جان دینے کا منتظر ہے  
 اگر ہم مر جائیں اسے جلد خبر پہنچانی چاہیے  
 مجھ پر افسوس کہ اس سراپا خواہش جان کے ساتھ  
 تیرے گلستان سے مجھے داغ جگر لے کر جانا پڑے گا  
 میرا جنازہ اس کوچے سے (تو) رک رک کر گزروے گا  
 جان دینے کے بعد مجھے کسی اور راستے سے لے جانا چاہیے  
 تیری آنکھوں کا بنار طلیوں سے اچھا نہیں ہوتا  
 میرے گوارا ب نظر کے دروازے پر لے جانا چاہیے

۲۲۲

دارشکای ز کوئے تو ہر گاہ می روند  
 جاں می دهند ہر قدم و راہ می روند  
 ناچار ہر سحر ز دست بے کسان عشق  
 در دیدہ ہا سرکش و پ لب آہ می روند  
 ما خود فقط بہ زلف و زنج جلا نہ ایم  
 خواباں بہ ریسای تو در چاہ می روند  
 با روئے شوقشاں چہ بہ مہتاب می رہی  
 انجم بہ چشم روشنی ماہ می روند  
 مستانہ پا منہ کہ جہاں شیشہ خانہ است  
 رہ رو چہاں کہ مردم آگاہ می روند  
 اتراگان عشق بہ تخریب اشتیاق  
 با کوہ درد و غم چہ پر کاہ می روند  
 اے میر غفلت از سطر مرگ خوب نیست  
 یاراں و دوستان ہمہ ناگاہ می روند

۲۲۳

دل نہ دالمسم کہ سوئے آں دہن خواہد کشید  
 و ز سکوت من بہ جائے این سخن خواہد کشید  
 گر ز طرفے دست و تنگی یار خواہد شد بلند  
 عالمے سر در گریبان کفن خواہد کشید  
 گر فروغ چہرہ اش این است امشب، شمع را  
 اشتیاق او بروں از انجم خواہد کشید  
 در گستاخم مہر با خود کہ جاں خواہم سپرد  
 بلبلے گر تالہ از طرف چمن خواہد کشید

۲۴۲

وارفتگان حیرے کو سچے سے جب گزرتے ہیں  
 ہر قدم پر جان دیتے ہیں اور راستہ چلتے ہیں  
 ناچار ہر صبح حیرے دروازے سے عشق کے بے کس  
 آنکھوں میں آنسو اور لب پر آد کے ساتھ چلے جاتے ہیں  
 فقط ہم خود ہی زلف اور زنج ایں جتنا نہیں ہیں  
 خواباں بھی حیری دی سے کنوئیں میں چلے جاتے ہیں<sup>۱</sup>  
 اپنے خنوشاں چہرے کے ساتھ جب تو چاندنی میں پہنچتا ہے  
 ستارے چاند، کو مبارکباد دینے کے لیے جاتے ہیں  
 پاؤں مستانہ نہ رکھ کر دنیا شیشہ خانہ ہے  
 اس طرح راستہ چل جیسے آگاہ لوگ چلتے ہیں  
 عشق کے ناتواں شوق کے اکسانے پر  
 درد و غم کا پہاڑ اٹھائے تنگ کی طرح اڑے جاتے ہیں  
 اے میرِ موت کے سفر سے غفلت اچھی نہیں ہے  
 یارِ دوست بھی اچانک چلے جاتے ہیں

۲۴۳

نہیں جانتا تھا کہ دل اس دہن کی طرف کھینچے گا  
 اور میرے سکوت سے اس سخن کی طرف کھینچے گا  
 اگر کسی طرف سے یار کا ہاتھ اور تجھ بلند ہو گئی  
 ایک دنیا کفن کے گریبان میں سر ڈال دے گی  
 اگر اس کے چہرے کا نور آج رات ایسا ہی ہے، (تو) شمع کو  
 اس کا شوق اچھن سے باہر کھینچ لائے گا  
 اپنے ساتھ مجھے گلستان میں نہ لے جا کہ جان دے دوں گا  
 ایک بلبل (بھی) اگر چمن کی جانب سے نالہ بلند کرے گا

۱ غمزدی۔

۲ عشق بھی حیری بدلت صحبت میں بکھلتے ہیں۔

دل پہ غربت چند یارب ہر سحر چوں آفتاب  
جامِ نگوں بر یار یاران وطنِ خواہد کشید  
لقش چسپاں پش من خواہد چسپاں نقش بہت  
گر نہ دامنش پہ زور از دست من خواہد کشید  
مستے در پردہ وحشت کردہ ای ای ہار میر  
جوئی سودایت بروں از پیرکن خواہد کشید

۲۲۳

عشق ی خواہد کہ دل را بر سر کار آورد  
نغمہ بر لب در سہام سوئے بازار آورد  
آن سراپا ناز مغرور است در نہ روزگار  
سال ہا باید کہ چوں من ناز بردار آورد  
گر بہ ای رنگیں خرمای بگذری از طرف باغ  
سرو را شوق تماشایت بہ رفتار آورد  
در غم بھنوں اگر کامیہ جسم من بھاست  
رفتن یار موافق رنج بسیار آورد  
گر بہ یک برق گلشن عشق کند عاشق، چہ لطف  
دل چسپاں باید کہ تاب جلوہ یار آورد  
تا کجا از ناکسی شرمندہ برگردم ز راہ  
وین دل بے طاقتم سوئے تو ہر بار آورد  
اشتیاق چشم مست او ز غلوت ہر زماں  
گوشہ گیروں را بروں آشفستہ دستار آورد  
ایں ہوا را ہیں کہ منت ی گذارد صد چمن  
گر صبا برگ کئے سویم ز گلزار آورد  
آہ از انجاز رنگِ آن لب خاموش میر  
صورت دیوار اگر باشد بہ گفتار آورد

یارب غریب الوطنی میں دل کب تک ہر صبح آفتاب کی طرح  
 وطن کے دوستوں کی یاد میں غم کا جام پیئے گا  
 نقش کس طرح میرے نگہ پوش کا نقش باندھ جائے گا  
 جب تک کہ اس کا دامن زبردستی میرے ہاتھ سے نہ چھینے  
 (تو نے) لذت سے دور پردہ وحشت کی ہے اس بار میر  
 حیرے جنوں کا جوش (تجھے) بھرا من سے باہر کھینچ نکالے گا

۲۲۳

عشق چاہتا ہے کہ دل کو برسر کار لائے  
 وجد میں مجھے نالہ بر لب سوائے بازار لائے  
 وہ سراپا ناز مغرور ہے ورنہ زمانے (کو)  
 سالہا چاہیے ہیں کہ مجھ جیسا ناز بردار پیدا کرے  
 (تو) اگر اس رنگیں خرابی سے باغ کی طرف گزر کرے  
 سر کو تجھے دیکھنے کا شوق رفتار میں لے آئے  
 اگر مجھوں کے غم میں میرا جسم گھل گیا، درست ہے  
 ہم مزاج دوست کے گزر جانے کا بہت زیادہ غم ہوتا ہے  
 اگر صرف برقع کے اٹنے سے عاشق فحش کھا جائے، کیا لطف  
 دل ایسا ہونا چاہیے کہ جلوۂ یار کی تاب لائے  
 کہاں تک بے کسی (کی وجد) سے راستے سے شرمندہ لوٹ جاؤں  
 اور میرا یہ بے طاقت دل ہر بار حیرتی طرف لے آئے  
 اس کی چشم مست کا شوق غلوت سے ہر زماں  
 گوشہ گیروں کو بکھری ہوئی دستار کے ساتھ باہر لے آتا ہے  
 اس اشتیاق کو دیکھ کہ سوچن کا شکر گذر ہو جاتا ہے  
 اگر صبا گلزار سے ایک پتھری (بھی) میری طرف لاتی ہے  
 آہ ان خاموش لبوں کے رنگ کے مجھ سے میر  
 (کوئی) اگر صورت دیوار (بھی) ہو گفتار میں آ جائے گا

۲۲۵

پیش از این درو محبت پیش بود  
 ہر کجا دانگست، این جا ریش بود  
 عاقبت دل شد نشانِ تیر او  
 این سخن نشنو جہالت کیش بود  
 دوش وصل او منیر شد وے  
 دل ز بے تابی بہ گھر خویش بود  
 وقتِ آخر ز بے لب فرہاد گفت  
 کایں محبت بہ ستم اندیش بود  
 عزتِ بہنوں ضرور افتادہ است  
 مہر او از من دو روزے پیش بود  
 کار با دنیا و ما فیہا نہ داشت  
 دیدہ ام من میر را درویش بود

۲۲۶

ناگہاں کاکلِ صمغ ز مقابل وا شد  
 جلوہ اے در نظر آمد کہ از او دل وا شد  
 چشمِ نونِ بستہ خود ہے تو سحر بکشاوم  
 مژہ ام ہم چو پیر طائرِ بسمل وا شد  
 شد الحمد پئے جرءِ سے زاہد را  
 بر در سے کدہ آں عقدِ اتامل وا شد  
 بستش باز نہ دائم کہ چہاں صورت بست  
 دیدہ اے کاو بہ رخ ہم چو تو قاتل وا شد  
 روزگار سے کہ دل قتل در زندان است  
 می شدش گاہ در ایامِ اوائل وا شد  
 آخر الامر دل خود بہ گدازے دوام  
 گرہ کار من غم زدہ مشکل وا شد

۲۲۵

اس سے پہلے محبت کا درد بہت تھا  
 جس جگہ بھی داغ ہے اس جگہ زخم تھا  
 آخر کار دل اس کے تیر کا نشانہ بن گیا  
 یہ بات نہ سنئے والا نادانی کی خور کھتا تھا  
 کل اس کا وصل متیر ہوا تھا، لیکن  
 دل بے تابی کے سبب اپنی (ہی) فکر میں تھا  
 آخر وقت میں فرہاد نے زیر لب کہا  
 کہ یہ محبت بڑی ظالم تھی  
 مجنوں کی عزت کرنا لازم ہے  
 اُس کا مہد مجھ سے دو ایک دن پہلے تھا  
 دنیا اور مافیہا سے کام نہیں رکھتا تھا  
 میں نے میر کو دیکھا ہے، درد پیش تھا

۲۲۶

اولیٰ صبح صادق اچانک ظاہر ہوئی  
 ایسا جلوہ نظر میں آیا کہ اس سے دل کھل اٹھا  
 صبح کو (جب) اپنی خوں بہت آنکھ تیرے بغیر کھولی  
 میری مڑہ بھی طائرِ بسمل کے پر کی طرح کھلی  
 اللہ اکملہ جہ سے کے واسطے زاد کو  
 سے کدے کے دروازے پر وہ انگلیوں پر حساب کرنا آ گیا  
 اس کا پھر بند ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا کس طرح ممکن ہوا  
 وہ آنکھ جو میرے جیسے قافل کے رخ پر کھلی  
 زمانہ ہو گیا ہے کہ دل قید خانے کے دروازے کا قفل ہے  
 یوں تھا کہ وہ شروع کے دنوں میں کبھی کھلتا تھا  
 آخر کار میں نے اپنا دل کسی گداز کو دے دیا  
 مجھ ظم زدہ کے مقصد کی گرہ مشکل سے کھلی



تا چہ گویم کہ چہ از دستِ قہی بر من رفت  
 اندر آن دم کہ بہ چشم لبِ سائل وا شد  
 در عزاداری یک خواہشِ مجنوں چوں بید  
 بارہا سوئے سرِ صاحبِ محمل وا شد  
 حرفِ بے قاعدہ میر ز راہم می برد  
 خوب شد از سرمِ آن ہادی باطل وا شد

۲۲۷

چشمے بہ یک طرف کہ دلم رنک پارہ کرد  
 روئے ترا شکافِ درے گر تظارہ کرد  
 پایاںِ مسلمِ کارِ خواہشِ قصابِ بچہ اے  
 در چند بود قطرۂ آبے سرشکِ گرم  
 چوں بازگشت از مژدہ کارِ شرارہ کرد  
 اے مہ ز جنبشِ دورِ گوشِ تو فتنہ خاست  
 در روزگار ما چہ قراںِ این ستارہ کرد  
 جز بندہ دستِ در کمر او کسے نہ زد  
 این کارِ دستِ بہت ہمیں چچ کارہ کرد  
 کفتم کہ در گشتہ ام اکنوں کجا روم  
 قہرِ خمیدہ جانبِ خاتمِ اشارہ کرد  
 از درہمی حالِ فرستادہ ظاہر است  
 کلاںِ شوخِ چشمِ خطِ مرا پارہ پارہ کرد  
 کارے نہ کرد در دل نرم تو چچ گاہ  
 گو نالہ رخشہ در جگرِ سنبِ خارہ کرد

کیا کہوں کہ دستِ جی سے مجھ پر کیا گزری  
 اُس وقت جب میرے سامنے لبِ سائل کھلا  
 مجھوں کی ایک خواہش کے ماتم میں بید کی طرح  
 بارِ باصا دُبِ حمل کے سر کے بال کھلے  
 میری سہ قانکہ باغیں مجھے راہ سے ہٹا دیتی ہیں  
 اچھا ہوا میرے سر پر سے وہ جھوٹا ہدایت کرنے والا نکلا

۲۲۷

آنکھ تو ایک طرف میرے دل کو دھک نے نکلوے (نکلوے) کر دیا  
 میرے چہرے کا اگر شکافِ در نے (بھی) تظارہ کیا  
 آخر کار ایک قصاب بچے کی خواہش  
 مجھے مسلخ امیں لے گئی اور قارہ<sup>۱</sup> کا مستحق بنا دیا  
 ہر چند کہ گرم آنسو پانی کی بوہ تھا  
 جب چکوں سے نکلا (اس نے) شرارے کا کام کیا  
 اے ماہِ تیرے کانوں کے موتیوں کی جنبش سے خستہ تھا  
 ہمارے زمانے میں اس ستارے نے کیا قراں<sup>۲</sup> کیا  
 بندے کے سوا کسی اور نے اس کی کمر میں ہاتھ نہیں ڈالا  
 یہ دشوار کام اسی ناچیز نے کیا  
 میں نے کہا کہ پوڑھا ہو گیا ہوں اب کہاں جاؤں  
 بچکے ہوئے قد نے مجھے خاک کی جانب اشارہ کیا  
 قاصد کے حال کی پریشانی سے ظاہر ہے  
 کہ اس شوقِ چشم نے میرا خط چاک چاک کر دیا  
 کبھی بھی تیرے نازک دل پر کوئی اثر نہیں کیا  
 اگرچہ نالے نے سنگِ خارہ کے دل میں شکافِ ذل دیا

<sup>۱</sup> کمال اتارنے کی جگہ۔

<sup>۲</sup> ذرا کیے ہوئے جانور کو نکالنے کی سوار۔

<sup>۳</sup> ستاروں کا ایک برہنہ میں قریح ہوتا۔

شودے ست در زمانہ ز جوش سرکش من  
 دریا چہ خوب کرد کہ چہے کنارہ کرد  
 از ذکر تلخ کای اش اکنوں چہ قائمہ  
 با زہر مرگ درد ترا میر چارہ کرد

۲۲۸

چوں تیغ ناز آں ستم اندیش برکشید  
 در جیب خاک فتنہ سر خویش درکشید  
 اشکم مشاپ است بہ یاقوت سوختہ  
 شاید کہ کار سوغلی تا جگر کشید  
 بر بخت مہر خویش ناز می رسد  
 آں کس کہ سرد قامت او را بہ برکشید  
 پیدا است جائے آدم خاکی بہ بزم قدس  
 ایں مشت خاک تا چہ مقام آہ سرکشید  
 شعرم بہ طرز بود لب نیست میر اگر  
 از خاک برگرفته بہرم بہ درکشید

۲۲۹

کماں بہ دست چو گیرد جفائے تازہ کند  
 دچاہ ہر کہ شود یکد و جنازہ کند  
 چہ راہ تست شب و روز چشم گل در باغ  
 کہ خاک پائے تو آرد بہ دست و نازہ کند

۲۳۰

دلہراں جز جفا نمی دانید  
 راہ و رسم وفا نمی دانید

رمانے میں میرے آنسوؤں کے جوش کی شہرت ہے  
 سمندر نے اچھا کیا کہ کچھ دن کنارہ کر لیا  
 اس کی تلخ کاشی اسکے ذکر سے اب کیا فائدہ  
 میر نے موت کے دہرے تیرے درد کا علاج کر لیا

۲۲۸

جیسے ہی اس قسم اندیش نے تلخ ناز بگینی  
 تھے نے خاک کے دامن میں اپنا سر چھپا لیا  
 میرا ملک پا قوت سوئے<sup>۱</sup> سے مشابہ ہے  
 شاید کہ چلنے کا کام جگر تک پہنچ گیا  
 اپنی خوش نصیبی پر تاز کرنے لگا ہے  
 جو بھی اُس کے سرو قامت کو آغوش میں کھینچتا ہے  
 بزم قدس میں آدم خاکی کی جگہ موجود ہے  
 اس مشت خاک نے آہ کس مقام تک سر کھینچا ہے  
 میرے شعر ایک خاص انداز کے تھے، جب نہیں ہے کہ جو میر  
 آسمان نے مجھے خاک سے اٹھا کر سونے میں تو لا

۲۲۹

جب ہاتھ میں کمان پکڑتا ہے تازہ ظلم کرتا ہے  
 جو بھی سامنے آتا ہے اسے پلے و چنارہ<sup>۲</sup> کر دیتا ہے  
 بارغ میں گل کی آنکھوں دن رات تیری راہ پر لگی ہے  
 کہ حیرے پاؤں کی خاک ہاتھ میں اٹھائے اور (اپنے چہرے کا) نازہ کرے

۲۳۰

دلبر جفا کے سوا کچھ نہیں جانتے  
 وفا کی راہ و رسم نہیں جانتے

۱ نامیدی۔

۲ طبع پا قوت (پا قوت کو آگ پر دکنے سے اس کا رنگ ناراضی طور پر طبع ہو جاتا ہے۔)

۳ ایسا لڑکا تاکہ پڑتے ہی حکام مر جائے۔

آو او سادو نجست، پرکار است  
میر صاحب شامی دانید

۲۳۱

حدیث درد یہ زائد گو، نمی داند  
ترا ز اکتب ریائی بہ آپ می راند  
جہاں کتاب مصور، سپر صورت خواں  
زمانہ است دگر چوں ورق بگرداند

۲۳۲

بر ورق نقاش مشکل صورت دلبر کشید  
در خیال آن جنیں بسیار درد سر کشید

۲۳۳

گرچہ نقش کیسے آن ماہ را مائی کشید  
نقش انا خوب غصہ و پریشانی کشید

۲۳۴

کے نقش ساق یار بہ خوبی توں کشید  
نقاش خوب کرد کہ پا از میاں کشید

۲۳۵

تصویر آن دو زنگی بنار می کشد  
صورت گراں جنیں عبت آزار می کشد

۲۳۶

گر بے نقاب چہرہ آن رختہ نہ شود

۲۳۷

نارہے بلبل از شوق فراوان تو بود  
گل کہ از ہم ریخت آن ہم دل پریشان تو بود

آہ وہ سادہ نہیں، پرکار ہے  
میر صاحب آپ نہیں جانتے

۲۳۱

درد کی باتیں زاہد سے مت کہو، (وہ) نہیں جانتا  
تجھے جھوٹے آنسوؤں سے دھوکہ دیتا ہے  
دنیا باتصویر کتاب (ہے)، آساں صورت خواں (ہے)  
انکھاپ آجاتا ہے جیسے ہی ورق چلتا ہے

۲۳۲

کافز پر نقش نے دلیر کی صورت مشکل سے کھینچی  
اس پریشانی کے خیال میں بہت دور برداشت کیا

۲۳۳

اگرچہ اس محبوب کی دلوں کا مائی نے نقش کھینچا  
اس کا نقش لیکن ٹھیک نہیں اترا اور (اس نے) پریشانی اٹھائی

۲۳۴

کب یار کی پنڈلی کا نقش اچھی طرح کھینچ سکے ہیں  
نقش نے اچھا کیا کہ درمیاں سے پاؤں کھینچ لیا

۲۳۵

ان دونوں چار کی تصویر کھینچتے ہیں  
مصور یوں عہد آزار کھینچتے ہیں

۲۳۶

اگر اس رنگِ باہ کا چہرہ بے نقاب ہو جائے

۲۳۷

بلبل کے نالے حیرے شوقی فرہواں (کی وجہ) سے تھے  
گل جو اس کے ساتھ منتشر ہو گیا (وہ بھی) تیری وجہ سے پریشان دل تھا

تا نگاہ واپس ہم درویشانِ قرا  
کادھے در سینہ از برگشتہ مژگانِ تو بود

۲۳۸

تا متصل ز دیدہ من خون نمی رود  
از دل بظاہر جوہر تو بیرون نمی رود  
ناصح دماغ خود پہ مہبت صرف می کند  
مہر از دلم پہ حیلہ و افسوس نمی رود

۲۳۹

دل از بے طاقتی در سینہ خون شد  
دماغے داشتہ صرف جنوں شد  
پہ پا کاں کار کے گمرو ٹھک ٹھک  
کہ بھینی از سر سوزن بروں شد

۲۴۰

نے شور پہ سر ماندہ و نے زور پہ پا ماندہ  
از عمر ہمیں حسرت بسیار بجا ماندہ  
زادہ کہ پہ تقوائے قمارے ز جہاں رفت  
در رہن سے آتش خرقہ و تسبیح و ہوا ماندہ  
پرغافل از وقتِ عزیز آہ و گرنہ  
ہر گام در این ہادیہ یوسف ز تو وا ماندہ

۲۴۱

شد آں عہدے کہ می گفتہ ز چشمِ آب می ریزد  
کتوں زیں رخنہ چشمہ چشمہ خونِ ناب می ریزد  
شہم را روز کن ساقی پہ یک افشاخند دستے  
ز چاک آسخت پرتو مہتاب می ریزد

لکڑوا پیسے تک (بھی) حیرے دردمندوں کے  
 سینے میں تیری پھری ہوئی چٹکوں کی ایک غلط قسمی

۲۳۸

جب تک میری آنکھوں سے مسلسل غموں نہیں بہتا  
 دل سے تیرے ظلم کا غصہ نہیں جاتا  
 ناصح اپنا دماغ بے کار خرچ کر رہا ہے  
 میرے دل سے محبت حیلہ اور انصاف سے نہیں جاسکتی

۲۳۹

دل بے طاقتی سے سینے میں غموں ہو گیا  
 دماغ دکھتا تھا جنوں میں خرچ ہو گیا  
 پاک لوگوں کا راستہ ٹھک کب تک کرتا ہے  
 کہ بھئی سرسوزن سے باہر آ گیا

۲۴۰

نہ سر میں شور باقی رہا نہ پیروں میں طاقت باقی رہی  
 زندگی میں بھی بے انتہا حسرت بچی رہ گئی ہے  
 زاہد کہ تمام تقویٰ کے ساتھ جہاں سے چلا گیا  
 اس کا خرقہ اور تسبیح اور چادر شراب (کے عوض) رہن رہ گئے  
 (تو) وقتِ عزیز سے آہ بہت غافل ہے ورنہ  
 اس بیابان میں ہر قدم پر یوسف تجھ سے چھوٹا جا رہا ہے

۲۴۱

وہ وقت گزر گیا کہ میں کہتا تھا، میری آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے  
 اب اس رخنے سے چشمہ کے آنسو بہہ رہے ہیں  
 میری رات کو ساقی ہاتھ کی ایک جنبش سے دن کروے  
 تیری آستین کے چاک سے پر تو مہتاب چھن رہا ہے



۲۳۲

کدام دل شدہ شب در خروش می آید  
 کہ شور سینہ خراشی بہ گوش می آید  
 ز میر نیست مجب پامال غم گشتن  
 تو ہر چہ گوئی از آن سرفروش می آید

۲۳۳

بس کہ در ہر کوچہ از جور کسے بیداد شد  
 عاقبت شہر جہاں آباد جورآباد شد  
 من ہم تنہا پریشاں حال مثل گردباد  
 در ہوائے گیسوئے او عالمے بر باد شد  
 آخر اسے کافر ز طور چشم مستی شیدہ است  
 کہہ ویراں گشتہ و بت خانہ اسے آباد شد

۲۳۴

طرز دیدن ہوش از سر، طاقت از پای برد  
 جنبش مزگان شوش ذق ز دل ہای برد  
 گر بہ قربان سراپایش رود دشمن بجاست  
 دوستان، ہر جائے خوب او دل از جای برد

۲۳۵

شمس تا دور این دل تلک زد  
 سرشم بہ مزگان دم از رنگ زد  
 تلک آب بودہ ست معذور دار  
 اگر کوکن سنگ بر سنگ زد

۲۳۲

کون عاشق رات کو فریاد کرتا ہے  
کہ سینہ خراشی کا شور کانوں میں پڑتا ہے  
میر سے مجب نہیں کہ غم سے پامال ہو جائے  
تو جو کچھ کہتا ہے، وہ سرفروش کر سکتا ہے

۲۳۳

بس کہ ہر کوپے میں کسی کے عظم سے پیدا تھی  
آخر کار جہاں آباد کا شر جو رآباد<sup>۱</sup> ہو گیا  
میں ہی گرد پاؤ کی طرح تنہا پریشاں حال نہیں ہوں  
اس کی زلزلوں کی آرزو میں ایک دنیا برپا ہو گئی  
آخر اسے کافر حیرتی مستی شیوہ آنکھوں کے انداز سے  
کعب ویران ہو گیا اور بیت خانہ آباد ہو گیا

۲۳۴

دیکھنے کے انداز نے سر سے ہوش، پاؤں سے طاقت جھین لی  
اس کی شوغ پکوں کا بھپکتا دلوں سے ملال لے گیا  
اگر دشمن اس کے سراپا پر قربان ہوتا ہے درست ہے  
دوستو، اس کا ہر حسین عضو دل کو (اپنی) جگہ سے (اڑا) لے جاتا ہے

۲۳۵

اس کے غم نے جب اس دل تلک کے دروازے پر دستک دی  
میرے آنسو ٹھون بن کر پکوں پر ٹھہر گئے  
(وہ) کم طرف تھا، (آسے) معاف کر دیں  
اگر کوئین نے پتھر پر پتھر مارا<sup>۲</sup>

۱۔ دلی۔

۲۔ عظم آباد۔

۳۔ مصلوبی سے کام کو زور و شور کے ساتھ انہماک دیا۔

۲۴۶

خاک زیرِ قدمت غلقِ تنی دارد  
خون اگر بر سرِ ایں خاک شود چا دارد

۲۴۷

از دردِ سحرگاه نہ شد خاطرِ منِ شاد  
صد عقدہ چو تسبیح بہ کارِ دلم افتاد

۲۴۸

او چہ داند کہ ز ما نالہ عجب می داند  
نوحہ و زاری ما را دلِ شب می داند

۲۴۹

لالہ از خاک و گل از شاخ بروں می آید  
مژدہ اے عقل کہ ہنگامِ جنوں می آید  
ہر دم از دیدہ تر لچہِ خون می آید  
از تر پردہ دل تا چہ بروں می آید

۲۵۰

امشب کہ در کنارِ من آن کامِ جان نہ بود  
حالے گذشتہ است کہ جاں در میان نہ بود

۲۵۱

دی پرتو رخسار تو در جلوہ گری بود  
آئینہ خورشید چراغِ سحری بود

۲۵۲

کے بدیں گوشت کے طرزِ چٹائی داند  
کافرے چوں تو نہ دیدیم، خدا می داند

۲۵۳

با من آن رنکسِ ماہ صاف نہ شد  
جرمِ ناکردہ ام معاف نہ شد

۲۴۶

خلق تیرے قدموں کے نیچے کی خاک کی قتلارکتی ہے  
اگر اس خاک کے لیے غوں ریزی ہو جائے، بھا ہے

۲۴۷

مہج کے دھلنے سے میری طبیعت خوش نہیں ہوئی  
تسلی کی طرح دل کے مقصد کے حصول میں سو گرہیں پڑ گئیں

۲۴۸

اسے کیا خبر جو ہمارے نالہ کرنے پر قہقہہ کرتا ہے  
ہمارے لوہے اور رونے سے آدھی رات (کا وقت) باخبر ہے

۲۴۹

خاک سے لالہ اور شام سے گل باہر نکل رہا ہے  
اے مغل مڑو ہو کہ جنوں کا زمانہ آ رہا ہے  
ہر وقت دیدار میں خون کا بھنور بن رہا ہے  
دل کے پردے کے اندر سے کیا کیا کچھ باہر آئے گا

۲۵۰

آج رات کہ میری آغوش میں وہ آرزوئے جاں نہیں تھا  
وہ حال گزرا ہے کہ جان درمیان (میں) نہیں تھی

۲۵۱

گل (جب) تیرے رخسار کا چرو جلوہ گری کر رہا تھا  
خورشید کا آئینہ چراغ سہری تھا

۲۵۲

کب کوئی جہا کے اسنے طریقے جانتا ہے  
(ہم نے) تجھ جیسا کافر نہیں دیکھا، خدا جانتا ہے

۲۵۳

مجھ سے اس دھکم بھکم ماہ کی کدورت نہیں گئی  
میرانا کردہ جرم معاف نہیں ہوا

۲۵۴

شب ناله من گوش زد مرغ چمن شد  
ہنگامہ ز بے خوابی او بر سر من شد

۲۵۵

نے مجھ روئے او شد نے از لہش تر آمد  
بے چشم و رو گل تر از آب بد برآمد

۲۵۶

بر سر من از جنوں ہنگامہ اے برپا نمود  
آسمان بے تیز آخر مرا رسوا نمود

۲۵۷

گر چہ در نقش نعلش انجاڑ بھٹی می کنند  
لیکن ایں صوت گراں صوت نویسی می کنند

۲۵۸

از کعبہ میر راہ بردں کس چرا برد  
لیکن تو قصہ بت کدہ داری، خدا برد

۲۵۹

چہ من چو غیر چہ راہ تو پاے بردارد  
مرا خدا برد او را خداے بردارد

۲۶۰

تماشا کرد ہر کس جزاے من سخت حیراں شد  
چہ حدے دھم ہا خودم کہ آن شمشیر خنداں شد  
نصیب کس نہ گردد در جہاں یارب دل جتکے  
ز آبادی چہ صحرا رستم، آن ہمہ رنگ زنداں شد  
قد من تا دوتا شد از نیسے رنگ می بازو  
چہ جی پرتو حرم چراغ زیر داماں شد

۲۵۳

رات میرا نالہ مرغ چمن کے کانوں تک پہنچا  
اس کی بے خوابی سے (ہونے والا) ہنگامہ میرے سر آیا

۲۵۵

نہ (تو) اس کے چہرے میں بخو ہوا، نہ اس کے ہونٹوں کے سامنے شرمندہ ہوا  
حیا اور شرم کے بغیر کلی تر (گو یا) کچھڑ سے لگا

۲۵۶

میرے سر پر جنوں سے ایک ہنگامہ برپا کر دیا  
بے لحاظ آسمان نے آخر مجھے رسوا کر دیا

۲۵۷

اگرچہ حیرے خدا کی تصویر بنانے میں عیسیٰ کا مجزوہ دکھاتے ہیں  
لیکن یہ صورت گر (محض) صورت نویسی کرتے ہیں

۲۵۸

کعبے سے میز کوئی کیوں باہر جانے کی راہ لے گا  
لیکن تو بہت کدے کا قصد رکھتا ہے، خدا لے جائے

۲۵۹

میرے ساتھ جب غیر تیری راہ میں قدم اٹھائے  
مجھے خدا پہنچائے، اسے خدا اٹھائے

۲۶۰

جس نے میری جرأت دیکھی سخت حیران ہوا  
(میں نے) اس حد تک دھم کھائے کہ اس شمشیر میں دھما نے نکل آئے  
یارب دنیا میں دل تلک کسی کا نصیب نہ ہو  
آبادی سے صحرا میں چلا گیا وہ بھی رقبہ زعمداں ہو گیا  
جب سے میرا قدم دوہرا ہوا ہے نسیم سے (بھی میرا) رنگ اڑ جاتا ہے  
بڑھاپے میں میری عمر کا سایہ چراغ زیر داماں ہو گیا ہے

۲۶۱

از تعلق در جہاں پائیم بہ گل اے میرؔ بود  
خاک ایں سحرانے دل کش سخت دامن گیرؔ بود  
بردار ایں مشت خاکستر بہ دست کم صبا  
مستقیم با آتشیں رویاں بے درگیرؔ بود  
کس نہاد بر سر نعش کہ زہر لب نہ گفت  
کایں جوانی جملہ خواہش، محض ہے تقصیرؔ بود

۲۶۲

چشم دل چوں بہ ثبات کم دنیا افتاد  
ایں عمارت ہمہ از طاق دل ما افتاد  
مکفتم آن آتش سوزان سر طور چہ شد  
دل اشارت بہ جگر کرد کہ ایں جا افتاد

۲۶۳

از لوث کبر صاف دلاں پاک بودہ اند  
مردان ایں طریق ہمہ خاک بودہ اند  
ایں فتنچہ ہاے گل کہ کلدہ کج نہادہ اند  
نوبان ناز پیشہ و بے ہاک بودہ اند  
ایں چشمہ ہا کہ از دل خاک اند جوش زن  
چشمان عاشقان الم ناک بودہ اند

۲۶۴

بہ گوش اہل دل آوازۂ ہوس نہ رسد  
بہ وادی اے کہ مہم، نالۂ جرس نہ رسد  
ز بے وفائی گاثر پیر سخن چہ سکھ  
زمانہ اے ست کہ صابون کس بہ کس نہ رسد

۲۶۱

تعلق کی وجہ سے جہاں میں اے میرا پاب بھل رہا تھا  
اس دل کش صحرایہ خاک و امن کو بہت زیادہ سمجھنے والی تھی  
(اے) صبا اس مٹتے خاکستر کو تنگ ہاتھوں سے مت اٹھا  
آتھیں رویوں کے ساتھ میری صحبت بہت ناموافق (روی) تھی  
(ایسا) کوئی میرے جنازے پر نہیں آیا کہ (جس نے) زیر لب (یہ) نہیں کہا  
کہ یہ سر تا پا خواہش جہان ہا نکل بے قصور تھا

۲۶۲

دل کی آنکھ جب دنیا کی ناپائیداری پر پڑی  
یہ تمام عمارت ہمارے دل کے خالق سے گر گئی  
میں نے کہا وہ سرطور کی آتش سوزاں کیا ہوئی  
دل نے جگر کی طرف اشارہ کیا کہ اس جگہ آگنی

۲۶۳

صاف دل واسے نکلتی کی آلودگی سے پاک رہے ہیں  
اس مسلک کے لوگ تمام خاک ہو رہے ہیں  
یہ پھولوں کے خنجرے کہ گلاہ کو میزھی رکھے ہوئے ہیں  
ناز پیشہ اور بے باک معشوق ہوا کرتے تھے  
یہ چٹھے کہ خاک کے دل سے ابل رہے ہیں  
الم تاک عاشقوں کی آنکھیں ہوا کرتے تھے

۲۶۴

ابل دل کے کانوں میں ہوس کی آواز نہیں پہنچتی  
میں جس وادی میں ہوں (وہاں) جس کی آواز نہیں پہنچتی  
گازر پہرا کی ہے وفا کی کا کیا بیان کروں  
زمانہ ہو گیا کہ کسی کا صابن کسی تک نہیں پہنچا



۲۶۵

در باغ چوں بہ ناز قد آں نازیں کشید  
شمشاد ناز پیش الف بر زمیں کشید  
بے روئے او گریستن میر کم نہ شد  
بر چشم تر اگرچہ بے آستیں کشید

۲۶۶

قطرۂ آب کہ دوش از سر مژگاہ افتاد  
آتشی بود کہ در گوشہ دہاں افتاد  
وجع استاں پئے نگوں خوردن ما می میرد  
غالباً چاشنی اش در بین دہاں افتاد

۲۶۷

سرم زیں پیش خاک پائے او بود  
ہمیں ویرانہ دل جائے او بود  
بہ صد غولہ گل آمد پیش لیکن  
مرا بے تو کہا پردائے او بود

۲۶۸

شد داغ دل سیاہ ، تنہم چہ می شود  
تا موسم گل آہ ، تنہم چہ می شود  
صعب است راہ دور جدائی اگرچہ یک  
پای خیم بہ راہ ، تنہم چہ می شود

۲۶۹

شور عشق این چمن آناں کہ در سر داشتند  
ہر سحر بانہب شبنم دیدہ تر داشتند  
از چمن بگذر کہ گل ہا جملہ تن گردیدہ چشم  
بر امید دیدنت از خاک سر پر داشتند

۲۶۵

بارغ میں جب اس نازنین نے ناز سے قہر کھینچا  
ناز پیشہ شمشاد و شرمندہ ہو گیا  
اس کو دیکھے بغیر میر کا رونا کم نہیں ہوا  
اگرچہ بہت دلاسا دیا

۲۶۶

پانی کی بوند کہ کل پلکوں سے گری  
ایک آگ تھی کہ گوشے داماں پر گری  
دانتوں کا درد میرا انھوں پینے کے لیے مرا جا رہا ہے  
غالباً اس کی چاشنی دانتوں کی جڑ تک پہنچ گئی ہے

۲۶۷

میرا سرا اس سے پہلے اس کی خاک پا تھا  
بیکہ دل کا ویرانہ اس کا مقام تھا  
گل سوخونی کے ساتھ پیش آیا، لیکن  
مجھے تیرے بغیر اس کی پروا کب تھی

۲۶۸

دارغ دل سیاہ ہو گیا دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے  
موسم گل تک آہ، دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے  
جہاں کی دور دراز راہ اگرچہ مشکل ہے، لیکن  
راستے میں قدم رکھتا ہوں، دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے

۲۶۹

وہ جو اس چمن کا جنوں سر میں رکھتے ہیں  
ہر سحر شہلم کی طرح دیدہ تر رکھتے ہیں  
چمن سے گزر کہ پھول ہر قرن آنکھ میں کر  
تیرے دیکھنے کی امید میں خاک سے سراٹھائے ہوئے ہیں

۲۷۰

گل پر گل رخسارت چوں مہ نظرے دارد  
مستقبل پہ سر زلفت چوں ملک سرے دارد

۲۷۱

اگر ہے ترک ہوں دل نہاد جا دارد  
ستم رسیدہ عشق تو دل کجا دارد  
جزاں بار ہے بزم تو آدم، رستم  
کسے نہ گفت کہ مسکین چہ قضا دارد

۲۷۲

حذر از درد مندے کن کہ محروں نالہ اے دارد  
چہ دہالی شکایت از جگر پہ کالہ اے دارد  
نکن ایں ہا کہ ناکام از سر کویت رواں گرم  
لگاؤ یاسی نومیدیاں بلا دہالہ اے دارد

۲۷۳

عشق دل را بیشتر رو می دہد  
بدلا را آہ پہلو می دہد  
آں چہ از انداز مظلوم است میر  
مستقبل تر خط پہ آں سو می دہد

۲۷۴

دل ملاقات بہت سیم برے می خواہد  
خبرش نیست کہ ایں کار درے می خواہد  
کھداری جا ز سر خویش قدم مکناری  
رفتہ راہ بہت جگرے می خواہد

۲۷۵

در روز جزایم پو پہ ایں طور در آرد  
اعمال نہ دائم چہ قیامت پہ سر آرد

۲۷۰

گل حیرے چاند جیسے رخسار پر نظر رکھتا ہے  
سنبل حیرری منکھ جھسی زلفوں کی خواہش رکھتی ہے

۲۷۱

شاید ترکب ہوں کا ارادہ دل میں جگہ بنا لے  
(لیکن) حیرے عشق کے ستم رسیدہ کے پاس دل کہاں ہے  
(میں) ہزار بار حیرری بزم میں آیا کیا  
کسی نے نہیں پوچھا کہ (یہ) غریب کیا مذہار رکھتا ہے

۲۷۲

(اس) درد مند سے ڈر کہ (یہ) غم زدہ فریاد کرتا ہے  
فریاد کے پیچھے پیچھے (اس نے) جگر کا ٹکڑا (بھی) لگا دیا ہے  
ایسا نہ کر کہ حیرے کو سچے سے ناکام روانہ ہو جاؤں  
تا امیدوں کی حسرت کی نگاہ برے عواقب رکھتی ہے

۲۷۳

عشق دل کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے  
افسوس کہ بلائے ہد کی پشت پناہی کرتا ہے  
اعزاز سے کچھ یوں معلوم ہوتا ہے میر  
(کہ) سنبل تران زلفوں کی خوبی کا اعتراف کرتا ہے

۲۷۴

دل چاندی جیسے بدن والے محبوب سے ملاقات چاہتا ہے  
اس کو خبر نہیں کہ اس کام کے لیے زور چاہے  
جب تک کہ اپنے سر سے نہ گزر جا، قدم مست رکھ  
محبت کے راستے پر چلنے کے لیے حوصلہ چاہیے ہے

۲۷۵

روز جزا جو مجھے اگر اس طور سے لائیں گے  
مجھے نہیں معلوم (میرے) اعمال (میرے) سر پر کیا قیامت ڈھائیں گے

آں رفت کہ از بھر قماشائے تو خوش بود  
ایں رخنہ کہ دارم چہ دل کاش بر آرد

۲۷۶

ہر کس کہ چہ عشق تو سرے داشتہ باشد  
داغ جگرے، چشم ترے داشتہ باشد  
برخیز و چہ دامن نسیم سحر آویز  
شاید کہ از آں گل خبرے داشتہ باشد

۲۷۷

شب ابرے کہ بر عالم خاک بود  
نظر کردہ چشمِ غم ناک بود

۲۷۸

سبل دگر چہ شکلا

۲۷۹

برابری را تاب ایں جود و ستکاری نہ بود  
آں چناں رفت از سر کوش کہ پنداری نہ بود  
در جہاں محشر ہوا کرویم و لب ہستیم میر  
نیش از ایں ما را داغ نالہ و زاری نہ بود

۲۸۰

کے چہ دام آید ہر دم در کینِ فرست اند  
چوں نزال ایں شوخ چہاں بڑہ بندہ دشت اند  
داغ ہا دارم ز بزم آرایِ خوباں چہ دل  
با کس و ناکس بسانِ شمع گرمِ صحبت اند  
از برائے دلبراں صاحبِ دلاں ہاں می دہند  
حسنِ معنی آشنایاں رفتگانِ صورت اند

وہ (وقت) گزر گیا کہ تجھے دیکھنے کے لیے مناسب تھا  
اس رشتے کو جو ہمارے دل میں ہے کاش بند کر دیا جائے

۲۷۶

جو بھی تیرے عشق سے تعلق رکھتا ہوگا  
دارغ جگر، چشم ز رکھتا ہوگا  
اللہ اور نسیم سحر کے دامن کے ساتھ لپٹ  
شاید کہ اسے اس گل کی خبر ہو

۲۷۷

رات جو بادل عالم خاک پر تھا  
چشم فنا کا تربیت یافتہ تھا

۲۷۸

دوسرا سیلاب پتھر سے

۲۷۹

یوالمیوں کو اس غلم اور ستم کی برداشت نہیں تھی  
اس کے کوسچے سے اس طرح گیا کہ تو گمان کرے کہ (کبھی) تھا (نہی) نہیں  
میرا ہم نے جہاں میں محشر بپا کیا اور ہونٹ سی لیے  
اس سے زیادہ ہمیں نالہ و زاری کی طاقت نہیں تھی

۲۸۰

(یہ) کب دام میں آتے ہیں، ہر دم موقع کی گھات میں ہیں  
نورالوں کی طرح یہ شورش چشم وحشت کرنے میں ماہر ہیں  
دل پر خوباس کی بزم آرائیوں سے بہت سے دارغ رکھتا ہوں  
(کہ وہ) ہر کس و تا کس سے شمع کی طرح گرم صحبت ہیں  
دلبروں کے لیے صاحب دل جان دے دیتے ہیں  
حسن معنی کے آفتاب، صورت کے مارے ہوئے ہیں

تجی پر کیف می ری و بر نمی دارند سر  
 ناتوانان محبت زیر بار محنت اند  
 در تن آکنوں نیست طیر از آفتوانے چند و پوست  
 میر صاحب را کہ می لازم، قہامی عبرت اند

۲۸۱

کہ گفتہ بود بہ سویم کہے قدم مگذار  
 امیدہاست مرا، نامید ہم مگذار  
 ز تجی ناز تو سہل است خون مشاقاں  
 تو ترک جود کن، شیوہ ستم مگذار  
 بیا بیا و ز خاک مدظلم برگیر  
 ہمان نقش قدم چشم بر رہم مگذار  
 بہ از سخن بہ جہاں یادبود آدم نیست  
 ز دست خویش دے کافذ و قلم مگذار  
 ز گرہ میر چہیں کار اور بالا شد  
 تو نیز گوشہ دہان چشم نم مگذار

۲۸۲

رہے بکن تا کے ستم آخر جفاکار ایں قدر  
 یک سینہ و دھم ایں ہم، یک جان و آزار ایں قدر  
 با ایں محتاج دلیری ظالم مناسب ہیست  
 گردیدن بے گاہ و گہ در کوئے و بازار ایں قدر  
 اے گرد سرگرم ترا از دل چہ پا ہیروں نمی  
 در چشم ہم یک رہ بیا، رہ نیست دشوار ایں قدر  
 از دیدنے بفرہدم در گھٹنے بفلکسیدم  
 من سادہ و ابلہ چنیں، او شوخ و پرکار ایں قدر  
 میر ایں معیشت تا بہ کے، پیدا کن اندک غیرتے  
 خواہش ترا ایں مرتبہ او از تو ہزار ایں قدر

تو ہاتھ میں تیغ لیے آیا ہے اور (اُن کے جسموں پر) سر نہیں  
 محبت کے ناتواں احسان کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں  
 تن میں اب چند ہڈیوں اور کھال کے سوا (کچھ) نہیں ہے  
 میرا صائب کوجو میں دیکھتا ہوں تمام مہرت ہیں

۲۸۱

کس نے کہا تھا کہ میری طرف کبھی قدم مت رکھ  
 مجھے بہت سی امیدیں ہیں، (تُو) مجھے ناامید تو مت چھوڑ  
 تیری تیغ ناز پر مشاقوں کا غول سہل ہے  
 تو جو رکھ کر مت کر، ستم کا شیعہ مت چھوڑ  
 آ، آ جا اور مجھے خاکِ مذلت سے اٹھا  
 نقش قدم کی طرح مجھے راہ میں آنکھیں بچھائے ہوئے مت چھوڑ  
 سخن سے بہتر دنیا میں انسان کی نشانی نہیں ہے  
 اپنے ہاتھ سے دم بھر کے لیے بھی کاغذ اور قلم کو مت چھوڑ  
 میرا گریہ سے دیکھ ابر کا مقام بلند ہو گیا  
 تو بھی چشمِ فم کے دامن کے گوشہ کو مت چھوڑ

۲۸۲

(اے) جفاکار کچھ رحم، آخر کب تک اس قدر ستم  
 ایک سینہ اور اتنے دلم، ایک جان اور اس قدر آزار  
 اس محتاجِ دلبری کے ساتھ ظالم تجھے مناسب نہیں ہے  
 گاہ دے گاہ کوچہ بازار میں اس قدر پھرنا  
 اسے حیرے سر کے گرد گھوموں، دل سے جب حیر باہر رکھ  
 آنکھوں میں بھی ایک ہار آ، راہِ اتنی دشوار نہیں ہے  
 دیکھنے سے مجھے فریب دیتا ہے اور باتوں سے مجھے قہقہے دیتا ہے  
 میں سادہ اور نادان اتنا، وہ شوغ اور پرکار اس قدر  
 میرا کسی زندگی کب تک، تھوڑی طیرت پیدا کر  
 تجھے اس درجہ خواہش، وہ تجھ سے اس قدر حیرار



۲۸۳

داغ دل شد سیاه آخر کار  
 سوختم بے تو آہ آخر کار  
 فکر زاوے بکن کر تا نہ شوی  
 ہم چو من خرچ راہ آخر کار  
 شد تحف مفت جان نو میدم  
 بر امید نگاہ آخر کار  
 سنگ آں آستانہ گم گردید  
 از نجوم جہاں آخر کار  
 بردہ از راہ نکل پیش مرا  
 جامہ راہ راہ آخر کار  
 تیرہ شد روزگار در چشم  
 بے تو اے رنجب ماہ آخر کار  
 برد آواز کا قربا تم  
 رونق خانقاہ آخر کار  
 میر در بزم ما شراب کشاں  
 شمع شد دستگاہ آخر کار

۲۸۴

بے تو دل دردناک شد آخر  
 وز تپش سید چاک شد آخر  
 در غم آں جوان خوش پرکار  
 کشتی بندہ پاک شد آخر  
 عشق یارب چہ داشت با فرہاد  
 آں بلاکش ہلاک شد آخر

۲۸۳

دل کا داغ آ خر کار سیاہ ہو گیا  
 تیرے بغیر آہ میں جل کر رہ گیا  
 زاہد راہ کی نظر کر کہ تو آ خر کار  
 میری طرح راہ میں نہ مارا جائے  
 میری نا امید جان مفت میں بردہا ہوئی  
 ایک نگاہ کی امید میں آ خر کار  
 اس آستان کا ہنر گم ہو گیا  
 جیونوں کے جھوم سے آ خر کار  
 میرے غلج پاش کو راہ سے بھٹکا دیا  
 راہ راہ اپٹاک نے آ خر کار  
 میری نظر میں دنیا اندھیر ہو گئی  
 تیرے چہرے کے بغیر اے رفیق ماہ آ خر کار  
 میری خرابات کی شہرت نے  
 خانقاہ کی روٹی اڑا دی، آ خر کار  
 ہر قسم شراب نوشوں کی بزم میں  
 طبع آ خر کار مذاق کا نشانہ بن گیا

۲۸۴

تیرے بغیر دل آ خر درو سے بھرا آیا  
 اور تیش سے سینہ چاک ہو گیا  
 اس نہایت مہاجر جوان کے فہم میں  
 آ خر بندے کا کام تمام ہو گیا  
 عشق کو پا رہب فرہاد سے کیا کد تھی  
 وہ مصیبت اٹھانے والا آ خر چاک ہو گیا

چشمویش از این نمی باشد  
در رخش میر خاک شد آخر

۴۸۵

نه شد شور مزاج اسال از تدبیر هم آخر  
کست از وحشت بسیار من زنجیر هم آخر  
نمی بایست این ساں پنج در غنم فرد بردن  
ز آدمی شود اے بے وفا تقصیر هم آخر  
به این وحشی غزالاں بے محابا عشق می بارد  
بیاباں مرگ خواهد شد چو بھوں میر هم آخر

۴۸۶

بلبل در باغ می نالید زار  
تاکیاں القاد آن سویم گذار  
رفتم و پرسیدمش احوال چیست  
از دلت آخر چه شد صبر و قرار  
دختر تالیدن نه شد معلوم هیچ  
نال عاشق می کند در حجر یار  
این زماں گل گل چمن بگفتند است  
میر دارد جلوه فصل بهار  
شعرهای میر اگر داری چه یاد  
خوش بخواں و یک دو دم را خوش برآر  
گفت بر گل نیست هرگز اعتدال  
یاد دارم صحبت درگیر یاد  
دا شده می داشت با من صبح و شام  
لطف لطف می کشیدم در کنار  
از نظر یک دم نه رفت روی او  
دیدنی بوده ست رنگ اعتبار

جنتو اس سے زیادہ نہیں ہوتی  
اس کی رو میں میر آ خر خاک ہو گیا

۲۸۵

اس سال طبیعت کا جنوں تدبیر سے بھی آ خر نہیں کیا  
میری بہت زیادہ وحشت سے زنجیر بھی آ خر نوٹ گئی  
میرے خون میں اس طرح ہاتھ نہیں ڈبو تا چاہے  
اے بے وفاء انسان سے آ خر نصیر بھی ہو جاتی ہے  
ان وحشی خزانوں سے بے کھٹکے عشق بازی کرتا ہے  
جنوں کی طرح میر بھی آ خر کار بیاباں میں مر جائے گا

۲۸۶

باغ میں ایک بلبل بری طرح تالہ کر رہا تھا  
اچانک میرا گزر اس کی طرف ہوا  
کیا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے  
حیرے دل سے صبر و قرار کہاں گیا  
رونے کی وجہ کچھ معلوم نہیں ہوتی  
عاشق یار کے جہر میں تالہ کرتا ہے  
ان دنوں چمن میں رنگ برنگ پھول کھلے ہیں  
فصل بہار کا جلوہ میر کے قابل ہے  
اگر میر کے شعر کو یاد کر لے  
(تو) اچھی طرح پڑھ اور دو چار لمحات ایسے گزار  
کہا گل پر ہرگز اعتماد نہیں ہے  
یار کی موافق صحبت کو یاد کرتا ہوں  
مجھ سے صبح اور شام تپاک سے ملتا تھا  
لٹل لٹل آغوش میں کھینچتا تھا  
اس کا چہرہ ایک پل کے لیے نظر سے اوجھل نہیں ہوتا تھا  
اعتماد کارنگ دیکھنے کے لائق رہا ہے

سر پہ زبرِ ہال بروم یک شے  
 صبح با پانچ گرویدم و چار  
 باد دل کش گشتہ رنج عاقلے  
 زد پہ جرأت مہرگاں دستے پہ کار  
 شاخ عریاں بیدہ ہر نو بادہ اسے  
 در سے غواری درخت سایہ دار  
 غنچہ از جاے کہ چشک ی زدے  
 سر بروں آورد از آن جا لوک خار  
 از روش پا باوگرد اچھنتہ  
 شد چمن سحرائے پے گرد و غبار  
 والے کاو دیدہ باشد ایں تہنیں  
 بہت در بے طاقی بے اختیار  
 من نہ دارم رنگ از گلزار حسن  
 داغ با بر سینہ دارم بے شمار  
 ایں کہکشا و تالہ از دل بر کشید  
 داد با آن تالہ جان مستعار  
 او ز ہم بگذشت و من رستم ز غوریش  
 از ہلاک او کرستم اعتبار

۲۸۷

مشو غافل، اوقات را در نظر دار  
 کہ وقت است چوں سیفِ قاطع، خبردار  
 نہ رفتے ز جا گر ہمہ نگوں شدہ سے  
 دلے داشتہم در غم او جگر دار  
 پہ بر صبح تا کے دعاہا نہائیم  
 از ایں با بایہ شدن دست بردار

ایک رات میں نے سر پرہوں میں چھپایا تھا  
 (کہ) صبح کو خزاں کا سامنا ہوا  
 دل کش ہوا ریح عاصفہ ابن گنی  
 خزاں نے بڑھ کر نگشتن کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا  
 ہر نئے پودے کی شاخ عریاں تھی  
 ساپہ دار درخت غم میں گھل رہے تھے  
 غلطے جس جگہ سے اشارہ کرتا تھا  
 اس جگہ سے نوک خار نے سر باہر نکالا تھا  
 روشوں سے گرد باد اٹھتا تھا  
 چمن گرد و طبار سے اٹا ہوا صحرا بن گیا تھا  
 ایسا عاشق جس نے کہ یہ سب دیکھا ہو  
 اپنی بے غم سے رونے میں بے اختیار ہے  
 میں حسن کے نگزار سے بہرہ ور نہیں ہوں  
 میرے سینے پر بے شمار داغ ہیں  
 یہ کہا اور دل سے نالہ کھینچا  
 اس نالے کے ساتھ جان مستعار دے دی  
 وہ خود مر گیا اور میں اپنے آپ سے گزر گیا  
 اس کے ہلاک ہونے سے میں نے عبرت پکڑ لی

۲۸۷

نافل مت رہ وقت کو نظر میں رکھ  
 کہ وقت تلوار کی طرح کاٹنے والا ہے، خبردار رہ  
 اپنی جگہ سے نہیں ہلا اگرچہ تمام خون ہو گیا  
 میں اس کے غم میں حوصلہ مند دل رکھتا تھا  
 ہر صبح کو کب تک دعا مانگ کر رہیں  
 ان سب سے دست بردار ہو جانا چاہیے

تگر داغ و دل غول، دماغ پریشان  
تلف مفت کشتہ این ہر سہ سردار  
چہاں میر بلبل و گل کام گیرد  
کہ کام است مشکل و معشوق زردار

۲۸۸

سال ہا گریست ہے تو دیدہ من زار زار  
در گریہ نام رنگ ابر است اکٹوں تار تار  
کار ضائع کرو و در عالم مرا رسوا نمود  
سوئے او از شوق منفرط رفتن من بار بار  
بے دماغ از دھوی غولی سرد و گل مشو  
ی زندہ از بے چہی این یک دو ناکس چار چار  
عاشق ام خواہم بہائے قول ایماں ہم و شوق  
از زبان من دم آخر بیاید : "یار یار"  
میر را تجھ نہ کشتہ است اشتیاق آں مژہ  
عالے با خود بہ زیر خاک برد این خارخار

۲۸۹

تا توانی ہا بتاں سادہ اسے دل کار دار  
بھد خوانی را دعا می گوئے چوں زہار دار  
دل بہ این کافر بتاں ہر گاہ و بے گہ کار دار  
بھد را باید و دست انگند چوں زہار دار  
شرعہ ناسازی طبع عشق جھائی است  
رو نمی آرد کسے سوئے درخت خاردار  
جمع کن دل از حیات درمندان وفا  
نے دوائے درمیان د نے کسے بیماردار  
از حکم داران دنیا نیست حاصل جز گزند  
مار می زاید اکثر این زبان ہاردار

چکر داغ، دل خون اور میرا داغ پریشان  
یہ تینوں سردارِ مفت میں مارے گئے  
کس طرح میرے ٹیلبل گل سے اپنی مراد حاصل کرے  
کہ زردارِ معشوق سے مراد حاصل کرنا دشوار ہے

۲۸۸

سالمہا حیرے بغیر میری آنکھیں زار زار روئیں  
میرے گریباں میں ہا دل کی دھاری اب بھی تار تار ہے  
کام بگاڑ دیا اور دنیا میں مجھے رسوا کر دکھایا  
اس کی طرف شوق کی زیادتی سے میرے بار بار جانے نے  
سرد گل کی خوبی کے دھوئی پر غصہ مت کر  
کم ظرفی سے یہ دو ایک ناکس بجکی بجکی باتیں کرتے ہیں  
عاشق ہوں چاہتا ہوں تجھے کی جگہ بھی عشق میں  
میری زبان سے دم آخر ”یار یار“ نکلے  
میرے ہی صرف اس مڑہ کے اشتیاق میں نہیں مارا گیا ہے  
ایک دنیا اپنے ساتھ خاک میں یہ خار خار لے گئی ہے

۲۸۹

جب تک ہو سکے سادہ بتوں سے اسے دل کام رکھ  
جب زمارِ باندھ تصنیع پڑھنے کو الوداع کہہ دے  
دل ان کافر بتوں سے ہر گاہ وہ بے گاہ کام رکھ  
تصنیع کو ہاتھ سے پیچک دینا چاہیے جب زمارِ باندھ  
نہایت کمروری طبیعت کے بگڑنے کا نتیجہ جہائی ہے  
کوئی خار دار درخت کی طرف رخ نہیں کرتا  
وفا کے درمندیوں کی زندگی سے دل جمع رکھ  
شد درمیان میں کوئی ودا ہے نہ کوئی حیار دار  
دنیا کے ظلم داروں سے گزند کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے  
یہ حاملہ عورتیں اکثر سانپ کو جنم دیتی ہیں



میر از بول قیامت این ہمہ اندیشہ چیست  
رو، توکل کن، امید مرحمت از یار دار

۲۹۰

یک رہ ز شوق میر رہ آں سوار گیر  
تا چند نام او بودت حرف بارگیر  
ساز زمانہ ہم نہ بود جائے احتار  
ہست این گزندہ زیر فلک طرفہ بارگیر  
دیرے ست شیوہ تو ولا بے قراری است  
اکتوں پہ ضبط کوش و زمانے قرار گیر

۲۹۱

پہ امیدے کہ ی تالی خموشی اے جس بہر  
نہ دارد اہل دل این کارواں، ضبط نفس بہر  
پہ گام اولیں سری رود در راہ عشق او  
اگر ہاور نمی داری، بیا اے بواہوس بہر

۲۹۲

اے کہ ہا تو نہ شود صحبت عاشق درگیر  
لطف کن یک رہم از خاک مذلت برگیر  
تا کسے تہمت آرام نہ بندہ پہ دلت  
سرگذشت تو پہ آخر چو رسد، از سرگیر

۲۹۳

مرد پہ راہ خرابات گر نہ ای پیکار  
کہ گفتہ اند حریفان قمار و راہ قمار

۲۹۴

گر از جوہ دل نمی شوی یار  
بارے پہ زباں نگاہ ی دار

میرِ قیامت کے خوف سے اتنی ٹھہریوں ہے  
جاہ توکل کر، یار سے مرحمت کی امید رکھ

۲۹۰

ایک بار میرِ عشق میں اس سواری راہ روک  
کب تک اس کا نام حیرانگیے کلام بنا رہے  
زمانے کی موافقت بھی اعتبار کے قابل نہیں ہے  
آہاں تلے یہ دانے والا طرف فرہی ہے  
مذت سے اسے دل حیرا شیوہ ہے قراری ہے  
اب حبیب کی کوشش کر اور کچھ دن سکون سے رہ

۲۹۱

کس امید پر نالہ کر رہی ہے، اسے جس خاموشی بہتر (ہے)  
اس کارواں میں اہل دل نہیں ہیں، حبیب نفس بہتر (ہے)  
اس کے عشق کی راہ میں پہلے قدم پر سر چلا جاتا ہے  
اگر (چھے) جھین نہیں آتا بہتر ہے (کہ) اسے ہوا لہو آ (کر دیکھ لے)

۲۹۲

اسے کہ حیرے ساتھ عاشق کی صحبت موافق نہیں آتی  
مہربانی کر کے ایک بار مجھے خاک مذلت سے اٹھا  
تا کہ کوئی تیرے دل پہ آرام کی تہمت نہ لگائے  
جب حیرا ماجرا آخر کو پہنچ جائے، پھر سے شروع کر

۲۹۳

خراپات کی راہ نہ لے اگر چٹا نہیں ہے  
کہ حریفوں نے کہا ہے کہ قمار و راہ قمار

۲۹۴

اگر (ٹو) تیرے دل سے دوست نہیں بنا ہے  
کم از کم (اپنی) زبان سے تو خیال رکھ

۲۹۵

نقاش تو غول کشید آخر  
کارش به جوں کشید آخر

۲۹۶

جان می رود ز فرط تپش هر شمع هنوز  
خون می چکد به گاو سخن از لبم هنوز  
از خاک من گذشت نسیم و سموم شد  
گردیده ام غبار و هاج و هم هنوز  
مقصود من تو ای همه زین آگه اند لیک  
ظاهر نمی کند به تو کس مطمئن هنوز  
نکراو حرف عشق ز یک عمر می کنم  
جری رسیده بر سر و در مطمئن هنوز  
جان رفت و میر سوختگی هم چنان که بود  
پراکنش است قبر من از قابلم هنوز

۲۹۷

بے خود شده چشمتش بهیار نه شد هرگز  
تا روز قیامت خفت، بیدار نه شد هرگز  
از یاس وصال او جانے و الم دارم  
هر چند از او محنتم، او یار نه شد هرگز  
وایسته آسائش یک لحظه نه گردیدم  
از بنده به عشق او این کار نه شد هرگز  
در شهر وفا هر یک بیماری دل دارد  
از اهل هوس کس را آزار نه شد هرگز  
از تصفیہ باطن میر آئینه گردیدم  
اما به مراد دل دیدار نه شد هرگز

۲۹۵

میرا عشق کھینچنے والے نے آخر قصہ کھلوائی  
اس کا کام آخر اسے جنون تک لے گیا

۲۹۶

ابھی تک ہر رات فرطِ تپش سے میری جان جاتی ہے  
ابھی تک سخن کی جگہ میرے لبوں سے خون نکلتا ہے  
میری خاک پر سے نسیم گزری اور مسموم بن گئی  
(میں) غبار ہو گیا ہوں اور ابھی تک اسی تپش میں ہوں  
میرا مقصود تو ہے، سب اس سے آگاہ ہیں مگر  
ابھی تک کسی نے تجھ پر میری خواہش کو ظاہر نہیں کیا  
ایک عمر سے حرفِ عشق کی تکرار کر رہا ہوں  
بڑھاپا سر پر آ گیا اور ابھی تک میں کتب میں ہوں  
جان چلی گئی اور میرا سوزش اتنی ہی (ہے) کہ جوتھی  
میرے قالب (کی وجہ) سے میری قبر ابھی تک آگ سے بھری ہے

۲۹۷

اس کی آنکھوں سے مست ہو جانے والا ہرگز ہوش میں نہیں آیا  
قیامت کے دن تک سویا، ہرگز بیدار نہیں ہوا  
اس کے وصال کی ناامیدی سے جان اور الم رکھتا ہوں  
کتنی ہی بار اس کی طرف سے گزرا آیا، وہ ہرگز یاد نہ بنا  
آرام سے ایک لٹک بھی واہستہ نہیں ہوا  
مجھ سے اس کے عشق میں یہ کام ہرگز نہیں ہوا  
شہر و فامیں ہر ایک دل کی بیماری رکھتا ہے  
اہلِ ہوس میں سے کسی کو (یہ) آزار نہیں ہوا  
باطن کے پاک و صاف ہونے سے اسے میر (میں) آئینہ بن گیا  
پھر بھی دل کی مراد کے مطابق دیدار نہیں (حاصل) ہوا

۲۹۸

در خانہ نشیں شرم کن اے خانہ برانداز  
تا چند بہ بازار روی مست سرانداز  
در در و حرم شد سبب فتنہ و آشوب  
چشم سے تست بلاشوخ و درانداز  
ہر دیدن او موجب صد گونہ بلائے است  
تا چشم سیاہ تو چہ دارد نظر انداز  
بے مصلحت وقت مزین دست بہ کارے  
چوں تیغ جفا یار برآرد، سہر انداز  
خواہم ہدف ناک او میر جگر کرد  
امروز نشان یافتہ ام زان قدا انداز

۲۹۹

مستند از غمش ہمہ آگاہے با گداز  
چوں شمع گشتہ ایم ز سر تا بہ پا گداز  
دستہ مزین بہ من کہ ز سوز دروں شدہ ست  
چوں آب نختہ میوہ تم جا بہ جا گداز  
شعرے نہ خواندہ ام کہ بکای نہ کردہ میر  
بسیار در غم تو شدہ ست آن گدا گداز

۳۰۰

او چہ داند کہ گل داغ نہ چیدہ ست ہنوز  
لفظ اے ہست و ہوایش نہ رسیدہ ست ہنوز  
او چہ داند کہ چہ در دوری او می باشد  
چند گاہے بہ رو غم نہ دیدہ ست ہنوز

۲۹۸

گھر میں بیٹھ، شرم کراے گھروں کو برباد کر دینے والے  
 کہاں تک بازار میں نشے میں بھومتا ہوا جائے گا  
 دیر و حرم میں فتنہ و آشوب کا سبب بن گئی  
 تیری بلا شوخ اور در اندازِ چشم سیاہ  
 ہر بار اس کا نظراٹھانا سوطرچ کی بلاؤں کا موجب ہے  
 کب تک تیری چشمِ سیاہ (مجھے) نظراٹھانے کے رکھتی ہے  
 وقت کی مصیبت کے بغیر کسی کام میں ہاتھ نہ ڈال  
 جب یارِ قبیح جفا کالے، سپردِ آل وے  
 (اے) میرؔ میں جگر کو اس کے ناک کا بدلہ بنا دوں گا  
 آج میں نے اس بے چوک تیرا انداز کا پتہ پایا ہے

۲۹۹

اس کے غم میں ہمارے تمام اجزاء کھل گئے  
 شمع کی طرح سرتاپا گداڑ ہو گئے ہیں  
 مجھے نہ چھو کہ سوز و رنوں سے ہو گیا ہے  
 میرا بدن آبِ غم سے 'میرے کی طرح ہر جگہ سے نرم  
 میرؔ (کے سامنے کوئی) شعر نہیں پڑھا کہ (اس نے) آہ و فغاں نہیں (شروع) کی  
 وہ گداڑ میرے غم میں بہت زیادہ کھل گیا ہے

۳۰۰

وہ کیا جانے کہ (اس نے) گلی داغ ابھی نہیں چٹا ہے  
 ٹپچے ہے اور اس کو ابھی ہوا نہیں لگی ہے  
 وہ کیا جانے کہ اس کا جگر کیا ہوتا ہے  
 راوِ غم میں ابھی تک چھ قدم بھی نہیں دوڑا ہے

۱ 'دو طرفوں میں لڑائی کراتے ہیں۔

۲ 'پانی میں پڑے پڑے شراب ہونے والے۔

بر سر رگبدر از حال من او را چہ خبر  
 افتکارے چو غورے را نہ کشیدہ ست ہنوز  
 گوش بر قصے عشاق نینداختہ است  
 شور ہنگامے دل ہم نہ شنیدہ ست ہنوز  
 کے بہ ایں چشم جگر بار منش چشم افتد  
 اشک ہم از مژغہ او نہ چکیدہ ست ہنوز  
 قدر ما سینہ نگاراں چہ کند کلاں بے دم  
 چوں گل از شوق گریاں نہ دریدہ ست ہنوز  
 دالم اے میر من از بکر لگا ہے کہ ز شرم  
 صورت آئینہ یک چشم نہ دیدہ ست ہنوز

۳۰۱

آماج تست تربت اہل وفا ہنوز  
 حیر تو گردی کند از خاک ما ہنوز  
 من در میانہ صیتم و در میان ہاشم  
 دارد بہ لب فسادہ شوق صبا ہنوز  
 جانم بہ لب رسید و قریب است رفتنم  
 غمہاں بہ آید با من مسکین شہا ہنوز  
 فرسودہ شد زبان اثابت بہ کام و میر  
 کارے نمی کند بہ دل او دعا ہنوز

۳۰۲

باقی ست بعد مرگ ہم آچار ما ہنوز  
 دارد نشان غم در و دیوار ما ہنوز  
 از حال ماست غافل اگر جائے شکوہ نیست  
 با کس وفا نہ کردہ جفاکار ما ہنوز

سردہجور میرے حال کی اس کو کیا خبر  
 (اس نے) کسی اپنے جیسے کا ابھی انتظار نہیں سمجھا ہے  
 (اس نے) عاشقوں کے قصے پر کان نہیں دھرا ہے  
 دل کے ہنگامے کا شور بھی ابھی تک نہیں سنا ہے  
 کب میری اس جگر برسانے والی آنکھوں پر (اس کی) نظر پڑتی ہے  
 آنسو بھی اس کی پلکوں سے ابھی تک نہیں ٹپکے ہیں  
 ہم زخمی سینہ رکھنے والوں کی وہ بے رحم کب قدر کرتا ہے  
 ابھی تک عشق میں گل کی طرح گریبان چاک نہیں کیا ہے  
 اے پیر میں کسی بکر لگاؤ کا غم کھاتا ہوں کہ شرم سے  
 (جس نے) ایک نگاہ آئینے کی شکل ابھی تک نہیں دیکھی

۳۰۱

اہل وفا کی تربت ابھی تک تیرے تیر کا نشانہ ہے  
 حیرا تیرا ہاری خاک سے ابھی تک غبار اٹھاتا ہے  
 میں موجود نہیں ہوں اور بارغ کے اندر  
 ابھی تک صبا کے لب پر میرے عشق کا افسانہ ہے  
 جان ہونٹوں تک پہنچ گئی ہے اور میرے جانے کا وقت قریب ہے  
 (اے) معشوق! تم ابھی بھی مجھ مسکین سے بری طرح پیش آرہے ہو  
 دعا مانگتے مانگتے زبان منہ میں کس گئی اور میر  
 اس کے دل پر ابھی تک دعا نے کوئی کام نہیں کیا

۳۰۲

مرنے کے بعد بھی ہماری نشانیاں ابھی تک باقی ہیں  
 ہمارے درد و بیمار پر ابھی تک غنوں کے نشان ہیں  
 اگر ہمارے حال سے غافل ہے، شکوے کی گنجائش نہیں ہے  
 کسی سے ابھی تک ہمارے جفا کرنے وفا نہیں کی ہے



۳۰۳

او چہ داند کہ دلش عشق نہ ورزیدہ بنوز  
رنگ آں غیرت گلزار نہ گرویدہ بنوز

۳۰۴

نہ کردیم گشت چمن یک نفس  
چہ حرمیں بسر رفت اوقات و بس  
بہار آمد و گل لٹاں شد ولے  
نیچاد یک برگ گل پر نفس  
از این منزل رفتی بار بند  
بیا حرف در رہ بگو چوں جرس  
ز شوق کلم سینہ پر داغ شد  
بدیں رنگ گل کرد آخر ہوس  
چہ بر خوبی خوشن غزہ ای  
چہ درد دل غم کشاں ہم برس  
چسپاں میر خواہی بسر کرد آہ  
مزاج تو سازے نہ دارد چہ کس

۳۰۵

آزردہ دلے آہ چہ سنے را چہ کند کس  
غیرت زدہ بے وطنے را چہ کند کس  
بر جاست گر از صحبت من خلق نفور است  
ہنگامہ کنے، نعرہ زنے را چہ کند کس  
از بلبل شوریدہ گذشتم چہ کھافل  
رہا شدہ ہر جھنے را چہ کند کس  
سودای اے چہ من نہ بود قاطعی صحبت  
این قسم پریشاں سخنے را چہ کند کس

۳۰۳

وہ کیا جانے کہ اس دل نے ابھی عشق اختیار نہیں کیا ہے  
اس غیرت و گلزار کا رنگ ابھی نہیں اڑا ہے

۳۰۴

ایک نفس چمن کی سیر نہیں کی  
وقت بس ناامیدی میں کاٹ دیا  
بہار آئی اور پھول برسائے مگر  
نفس پر ایک پتھری بھی نہیں ڈالی  
اس عارضی منزل سے اسباب بانہ  
آہ راہ میں جس کی طرح بات کر  
گل کے شوق میں میرا سینہ داغ سے بھر گیا  
جنوں آخر اس رنگ میں ظاہر ہوا  
کیا تو (بس) اپنے حسن پر فریاد ہے  
غم اٹھانے والوں کے دل کے درد تک بھی پہنچ  
میر (تو) کس طرح بھر کرے گا، آہ  
تیرا مزاج کسی سے موافق نہیں آتا

۳۰۵

مجھ جیسے آذر وہ دل کا کوئی کیا کرے  
غربت زدہ، بے وطن کا کوئی کیا کرے  
بہا ہے اگر میری صحبت سے لوگ نفرت کرتے ہیں  
ہنگامہ کرنے والے، نفرو مارنے والے کا کوئی کیا کرے  
(میں) شوریدہ ٹہل (کے پاس) سے بے اتفاقی کے ساتھ گزر گیا  
کوئی ہر چمن میں رسوا ہونے والے کا کیا کرے  
مجھ جیسا دیوانہ صحبت کے قابل نہیں ہوتا  
اس طرح کے جنگی جنگی باتیں کرنے والے کا کوئی کیا کرے

شمس نہ فروزند کہ حاضر نہ شود میر  
پردانہ ہر آنجے را چہ کند کس

۳۰۶

در دہر چوں تو قلم شاعرے نہ دید کس  
ناآشنا تر از تو نگارے نہ دید کس  
روشن نہ شد کہ عشق دردم چگونہ سوخت  
انکار آتش و شرارے نہ دید کس  
نبود دلی کہ در تہ گرد طال نیست  
زین خاکداں بطیر غبارے نہ دید کس  
غول ہا صودہ ای و نہ دامن چہ کردہ ای  
کاکر رہت نشان حزارے نہ دید کس  
جانے نہ داد میر بہ این بے کسی کس  
در مردان تو گرہ زارے نہ دید کس

۳۰۷

ما از آں بے مہر گل رخسار کہیں دیدیم و بس  
بر جبین ہم چہ مائش جملہ چیں دیدیم و بس  
روز و شب با دیدہ نم ناک کارے داشتیم  
آں چہ ما دیدیم در عشق تو این دیدیم و بس

۳۰۸

دل کہ ہر لحظہ داشتیم بہ برش  
حالیا دہ می رسد خبرش  
فکر بسیار کردم و لیکن  
بتہ ہرگز نہ شد ز من سرکش  
آہ در دل چہ داشت لعل باغ  
پہ بہ دل خورد نالہ سحرش

شمع نہیں جلائی کہ میرِ حاضر نہیں ہوا  
ہر اجمہن کے پروانے کا کوئی کیا کرے

۳۰۶

دنیا میں کسی نے تجھ جیسا ظلم شعار نہیں دیکھا  
تجھ سے زیادہ نا آشنا محبوب کسی نے نہیں دیکھا  
یہ روشن نہیں ہوا کہ عشق نے میرے سنے کو کیسے جلا یا  
آگ لگی اور کسی نے ایک پنکھاری نہیں دیکھی  
کوئی دل (ایسا) نہیں ہو گا کہ گردِ ملال میں انا ہوا نہیں ہے  
کسی نے اس خاکِ دان سے طہار کے سوا کچھ اور نہیں پایا  
تو نے بہت خون کیسے اور میں نہیں جانتا کیا کر دیا ہے  
کہ تیری راہ میں کسی نے کسی حزار کا نشان نہیں پایا  
میرِ کسی نے اس بے کسی کے ساتھ جان نہیں دی تھی  
تیرے مرنے پر کسی نے آہ و بکا نہیں سنی

۳۰۷

ہم نے اس گلِ رخسار بے مہر (کی طرف) سے کہنے دیکھا اور بس  
اس کی ماہِ چھٹی پیشانی پر تمام ظنیں دیکھیں اور بس  
روز و شب دیدِ غمِ ناک سے کام رکھتے تھے  
تیرے عشق میں ہم نے جو دیکھا یہی دیکھا اور بس

۳۰۸

دل جس کو ہر لفظ اس کی آغوش میں رکھتے تھے  
ان دنوں اس کی خبر ویر سے پہنچتی ہے  
میں نے بہت فکر کی لیکن  
مجھ سے اس کی کمر (کا مضمون) بالکل نہیں بندھ سکا  
آہِ باغ کا بلبل دل میں کیا رکھتا تھا  
اس کا نالہِ سحری دل کو بہت تر پا گیا

از قہر چوں ستان آں بے رحم  
 نیزہ بالاست فوں چہ رگنزدش  
 خوب شد دل از این میاں برخاست  
 بود از غم قیامت چہ سرش  
 داغم از چشم شریکین کسے  
 بر نہ دارد ز پشت پا نظرش  
 آں مقدس کسے میر کہ خلق  
 چہ تیزک برند خاک درش

۳۰۹

دلا برخیز و آہے از جگر کش  
 بریز اگلے و دامان اثر کش  
 برابر کرد با خاک سیام  
 غرام ناز این سہزادہ سرکش  
 تو مفروزی چہ عقل و دانش خویش  
 نمی دانی کہ دشوار است درکش  
 ز دل آہے کش اکثر کہ ہر جا  
 خندانند حیر روئے ترکش  
 چہ فصل گل چہ در ہنر لباس ای  
 گرد کن جامہ را و جام درکش  
 چہ گلشن نغمہ خسی تا کجا میر  
 بغل بکشا و آں گل را چہ برکش

۳۱۰

ہر کہ شد دیوانہ او کس نہ گردد ہمدمش  
 شیر باغن می گذارد در بیابان غمش

اس بے رحم کے سناں کی طرح قد کے سبب  
 اس کی روگز میں (موج) خوں میزے سے اوپچی (ہو چکی) ہے  
 اچھا ہوا کہ دل درمیان سے چلا گیا  
 غم سے اس کے سر پر ایک قیامت تھی  
 کسی کی چشمِ شریکین سے نہایت آزدہ ہوں  
 اس کی نظر پشتِ پا سے نہیں اٹھتی ہے  
 (یہ) بزدلگ میر کون ہے کہ لوگ  
 اس کے دور کی خاکِ جڑک کے طور پر لے جاتے ہیں

۳۰۹

اے دل اٹھ اور جگر سے ایک آہ کھینچ  
 آنسو بہا اور اثر کا دامن کھینچ  
 مجھے خاکِ سیاہ کے برابر کر دیا  
 ان سانولے رنگ والے سرکشوں کے خرامِ ناز نے  
 تو اپنی عقل و دانش پر مفلور ہے  
 نہیں جانتا کہ اس کو جانا دشوار ہے  
 دل سے بہت آہ مت کھینچ کہ ہر موقع پر  
 تیرے ترکش کو نہیں چلاتے  
 فصلِ گل میں کیوں لباس کی قید میں ہے  
 جامہ درہن رکھ اور جام کھینچ  
 گلشن میں غولہ نشینی کب تک میر  
 ہاتھیں کھول اور اس گل کو آغوش میں کھینچ

۳۱۰

جو بھی اس کا دیوانہ ہوا اس کو کوئی بھی دوست نہیں بنا تا  
 اس غم کے بھاجان میں شیر (بھی) نہایت خوف زدہ ہو جاتا ہے

۱ سب سے محروم اور چٹا ہوا میر جس کے لیے دشمن پرانگ جگہ بنائی جاتی ہے۔

۲ آتشِ دامن بھڑا کھڑا کر کے ڈالنے کی جگہ۔

۳ سکو کے ساتھ۔

اس بے رحم کے سناں کی طرح قد کے سبب  
اس کی رہ گزر میں (موج) غلوں تیز سے سے اونچی (ہونچلی) ہے  
اچھا ہوا کہ دل درمیان سے چلا گیا  
غم سے اس کے سر پر ایک قیامت تھی  
کسی کی چشم شرمیلیں سے نہایت آزدہ ہوں  
اس کی نظر پشت پا سے نہیں اٹھتی ہے  
(یہ) بزرگ میر کون ہے کہ لوگ  
اس کے دور کی خاک جڑک کے طور پر لے جاتے ہیں

۳۰۹

اے دل اٹھ اور جگر سے ایک آہ کھینچ  
آفسو بہا اور راض کا دامن کھینچ  
مجھے خاک سیاہ کے برابر کر دیا  
ان سانولے رنگ والے سرکشوں کے حرام ناز نے  
تو اپنی عقل و دانش پر مغرور ہے  
نہیں جانتا کہ اس کو چائنا دشوار ہے  
دل سے بہت آہ مت کھینچ کہ ہر موقع پر  
تیرے ذہن کو نہیں چلاتے  
فصل گل میں کیوں لباس کی قید میں ہے  
جامہ رامن دکھ اور جام کھینچ  
گلشن میں فتنہ نبیؐ کب تک میر  
ہائیں کھول اور اس گل کو آغوش میں کھینچ

۳۱۰

جو بھی اس کا دلچاہہ ہوا اس کو کوئی بھی دوست نہیں بناتا  
اس غم کے بیابان میں شیر (بھی) نہایت خوف زدہ ہو جاتا ہے

۱ سب سے عمدہ اور چٹا ہوا میر جس کے لیے ذہن پر انگ جگہ بنائی جاتی ہے۔

۲ آتش دامن، ہزار آگول، کرکٹ ڈالنے کی جگہ۔

۳ سکر کے ساتھ۔

اے کے گرد حریفِ فرقہ دریائے عشق  
 لہ لہ ی چکد حسرت و مژگانِ عشق  
 قہیں را گر تعزیت دارے نہ باشد گو مہاش  
 ہیہ بھوں سوئے سر وا کردہ اندر مہاش  
 ایں ہمہ بر خود گلستن را سبب پڑیدے  
 گر ملاقاتم میر می شدے با مہاش  
 با سر زلفت سروکارے ست شاید میر را  
 رحم می آید ہے اکٹوں پہ حال درمیش

۳۱۱

نہ دارو آرزوئے دیدنِ فردوس و گلزارش  
 دودست آں کس کہ سر پہ خوشے در پائے دیوارش  
 اگر در باغ می آید پہ خوبی می نایست  
 کہ ہاں اے گل چہ کافر چہرہ اے القادہ رخسارش  
 نظم مدح خاموش و تاثیرے نہ شد ظاہر  
 مگر از حال من نالید نے سازد خبردارش  
 کنوں در گوشہ زاہد را نہ خواہی دید اے ہم دم  
 کہ چشم بے خود سبزید اے دل بردہ از کارش  
 چنین معلوم می گردد کہ جاسے میر عاشق شد  
 محبت می تراود مصل از طرہ گفتارش

۳۱۲

آں کہ ہاں می رود پہ قربانش  
 می سکھد حیرت زخمی چنگانش  
 جانب من کسے گمراہی گمراہی  
 درت دستے زخم پہ دامانش  
 آرزو مند خویش را در باب  
 ریتے پیش نیست از چانش



ہا دل بحر عشق میں ڈوبے ہوئے کاکب حریف بن سکتا ہے  
 اس کی کیلی چٹکوں سے لپہ لپہ 'حسرت ٹپک رہی ہے  
 قہقہے کے لیے اگر کوئی سوگوار نہ ہو، کہہ دو کہ نہ ہو  
 اس کے ماتم میں بید مجنوں سر کے ہال بکھرائے ہوئے ہے  
 اسنے ناز و فرور کرنے کا سبب پانچوں  
 اگر اس کے محرم راز سے مجھے ملاقات (کا موقع) میسر ہو  
 شاید میر کو اس کی زلف سے سروکار ہے  
 اب اس کے حال پریشاں پر بہت رحم آتا ہے

۳۱۱

فردوس اور اس کے گلزار کو دیکھنے کی آرزو نہیں رکھتا  
 وہ جو اس کی دیوار کے نیچے جھین سے سو رہا ہے  
 اگر باغ میں آیا تو بہت خوبی سے (گل کو) تجھے دکھاؤں  
 کہ ہوشیار اے گل کیا کافر چہرہ تیرے رخسار پر جھکا ہے  
 بڑوں خاموش بیٹھا رہا اور کوئی تاثیر ظاہر نہیں ہوئی  
 مگر رونے نے میرے حال سے اس کو آگاہ کر دیا  
 اب زاہد کو اسے ہم دم خلوت میں نہیں دیکھے گا  
 کہ سانولے رنگ کے فوجیر حسین کی چشم بے خود اس کا دل جھین لے گئی ہے  
 اسی سے معلوم ہوا کہ کسی جگہ میر عاشق ہو گیا ہے  
 محبت ہمیشہ اس کی باتوں کے انداز سے ٹپکتی ہے

۳۱۲

وہ کہ جان اس پر قربان ہوئی جاتی ہے  
 اس کے پیکان کا دھم پھیلتا جا رہا ہے  
 کوئی میری جانب نہیں لاتا  
 کہ اس کے دامن پر ہاتھ ڈالوں  
 اپنے آرزو مند کی خبر لے  
 اس کی جان ایک دم ہی سے نریا دہ نہیں (رہ گئی) ہے

تقریب خانہ است باغ جہاں  
 روضہ خوان است مرغ خوش خوانش  
 کردہ ادیاں چہ یک نگہ بر ہم  
 چشم چرخم با مسلمانش  
 آن سہ کاسہ است چرخ کہ میر  
 غیر خونے نہ خورد مہمانش

۳۱۳

چہ گویم آہ من از خونے جور ایہادش  
 نشستہ ام چہ سر پا ز دست بیدادش  
 دلم چہ دست تو ماند چہ آن گرفتارے  
 کہ بال بستہ سپارد چہ طفل صیادش  
 شے چہ سعی رقیباں از او جدا عشقم  
 کنوں چہ خواب فراموش رفتم از یادش  
 چہ حرف می زنی از برگ برگ عشق کل  
 ہوائے دیدن روئے تو دادہ بر بادش  
 کدام دشمن جاں میر را چہ شور آورد  
 کہ می چکد ہمہ شب دوستی ز فریادش

۳۱۴

دوش از لعل یار جانی خویش  
 یافتہم لعل زندگانی خویش  
 صحبت او چہ ناکساں و مرا  
 انصافے ز کلتہ دانی خویش  
 یک دو روزے چہ ترک او پرداز  
 رحم کن میر بر جوانی خویش

دنیا کا پائے تعویذت خانہ ہے  
 اس کا خوش آواز پرندہ روضہ خروان<sup>۱</sup> ہے  
 دین و ایمان کو ایک نگہ سے تہہ و بالا کر دیا ہے  
 اس کی فضا سے بھری کافر آنکھوں نے  
 آسماں وہ بخیل ہے میر کہ  
 اس کا مہمان طون کے علاوہ کچھ نہیں جیتا

۳۱۳

آہ میں اس کی جور ایجا و طبیعت کی کیا کہوں  
 اس کے عظم کے ہاتھوں مرنے کے قریب ہوں  
 میرا دل حیرے ہاتھ میں اس گرفتار (پرندے) کی طرح ہے  
 کہ (جسے) مسجود نے پر بندھا ہوا (کسی) بچے کے سپرد کر دیا ہے  
 ایک رات رقیبوں کی کوشش (کی وجہ) سے اس سے جدا ہوا  
 اب بھولے ہوئے خواب کی طرح اس کے حافظہ سے نکل گیا ہوں  
 بھول کے چلتی چلتی ہو جانے کا کیا بیان کروں  
 تجھے دیکھنے کی آرزو نے اسے ہوا میں بکھیر دیا  
 کس دُشمن جان نے میرے کوشش کرنے پر مجبور کیا  
 کہ ساری رات اس کی فریاد سے ٹپکتی رہی

۳۱۴

کل اپنے پیار جانی کے لب سے  
 اپنی زندگی کا لطف پایا  
 اس کی نالایقوں سے صحبت اور مجھے  
 اپنی نکتہ دانی پر شرمندگی  
 ایک دو روز اس سے ترک اختیار کر  
 میرا اپنی جوانی پر دم کھا

۳۱۵

ی محبت باو صبح گهی کرد خانه اش  
 زو آنگهم به دل روشی عمرانه اش  
 از هم گذشت بلبل شوریده سر سگر  
 یک ناله بر نمی زند از آشیانه اش  
 سیمای پاک تر ز جبین ملک بیار  
 مگردد بر سر نه شود آستانه اش  
 بودیم دوش پیش ختم دیده غمت  
 جز داغ دل نه بود چنانچه به خانه اش  
 بر سر رسیده بود مرا بعد ندان  
 انا نه داد فرصت یک دم زمانه اش  
 ای چند پال و پر که عبارت ز بلبل است  
 سوراخ می کند به جگر هر ترانه اش  
 با میر دوش صحبت شعر اتفاق شد  
 بے خود شدیم از غزل عاشقانه اش

۳۱۶

چشم دارم ز دیده جر خویش  
 که نماید به ابر گوهر خویش  
 باشم سبک و بستم خاک است  
 تکیه تا کرده ام به دلبر خویش  
 میستم در خود و به فکر خودم  
 وطن آوره ام به کشور خویش  
 تا چه آکنده دیده ام دا شد  
 چهره مستم به خلق بر در خویش  
 خوب شد پامال ناز تو شد  
 میر بسیار بود بر سر خویش

۳۱۵

بادِ صبح گاہی اس کے گھر کے گرد گشت کرتی تھی  
 اس کی مہرمانہ روش نے میرے دل میں آگ لگا دی  
 بلبلِ شوریدہ سر شاہِ مرغی  
 ایک نالہ (بھی) اس کے آشیانے سے نہیں اٹھا  
 فرشتوں کی جبین سے پاک تر ایک پیشانی لے آ  
 اس کا آستانہ ہر سر کا سمجھ نہیں ہوتا  
 ہم کل حیرے غم کے ستم دیدہ کے روبرو تھے  
 اس کے گھر میں داغِ دل کے سوا چراغ نہ تھا  
 (دہ) مدت کے بعد میرے پاس پہنچا تھا  
 لیکن زمانے نے اسے ایک دم کی (بھی) فرصت نہیں دی  
 یہ چند ہال و پر کہ بلبل سے عبارت ہیں  
 اس کا ہر ترانہ جگر کو چھید دیتا تھا  
 کل میرے صحبتِ شعر کا اطلاق ہوا  
 (ہم) اس کی عاشقانہ غزل سے بے خود ہو گئے

۳۱۶

اپنے دیدہ تر سے امید رکھتا ہوں  
 کہ دہر کو اپنا گوہر دکھائے گا  
 میری بالمشِ سنگ اور بسترِ خاک ہے  
 جب سے اپنے دلبر پر نکلیے کیا ہے  
 خود میں نہیں ہوں اور اپنی تلاش میں ہوں  
 اپنے ملک میں وطنِ آوارہ ہوں  
 جب سے آنکھ کی طرح میری آنکھ کھلی  
 میں اپنے دروازے پر خلق کی طرف چہرہ موڑ لیا ہے  
 خوب ہوا حیرے ناز کا پامال ہو گیا  
 میرے بہت زیادہ خود سر تھا

۳۱۷

بود اگر جبرئیل شد رامش  
 خوردہ آہے ز چشمہ دامنش  
 از هجوم نگاہ منتظراں  
 شکوہ ہا ہست بر لب ہامش  
 دل در آغاز عاشقی غول شد  
 تا چہ خوابہ شدن سرانجامش  
 بادہ خواری عشق بازی نیست  
 بوسے غول آید از لب ہامش  
 خودکشی ہا نمودہ ام کہ چہیں  
 آتش گشت لب چہ دہانمش  
 دل کہ سرمایہ حیات من است  
 از تپش نیست یک دم آرامش  
 تپش من ہمیشہ کہ بے صبرم  
 چہ ضرور است بردن نامش  
 یاد آں عہد می کنم کہ مرا  
 دم چہ دم می رسید پیغامش  
 اے کہ صبح چمن بے دیدی  
 در خواں یک نظر ہمیں شامش  
 چہ جہنم چہ میر کافر شد  
 او چہ بود و چہ دین و اسلامش

۳۱۸

زخم بر زخم خورد  
 داشت آپ برندہ شمشیرش

۳۱۷

اگر جبرئیل تھا اُس سے رام ہو گیا  
 (اور) اس کے چشمے رام سے پانی بھا  
 مکتھروں کی نگاہوں کے جھوم سے  
 اس کے لبِ جام کو پر بہت سے شکوے ہیں  
 دل آواز عاشقی میں خوں جو گیا  
 اہمِام تک اس پر کیا گزرے گی  
 عشق کی باورِ عواری کھیل نہیں ہے  
 لبِ جام سے پونے خوں آتی ہے  
 (میں نے) سخت محنت اور کوشش کی کہ یوں  
 اس کے لبِ دُشام سے آشنا ہو گئے  
 دل کہ میرا سرمایہ حیات ہے  
 تپش سے اُسے دم بھر آرام نہیں ہے  
 میرے سامنے ہمیشہ کہ بے صبر ہوں  
 اس کا نام لینا کیا ضرور ہے  
 اس جہد کو یاد کرتا ہوں کہ مجھے  
 دم بدم اس کا پیغام پہنچتا تھا  
 اسے کہ (تو نے) صبح چمن اکٹو دیکھی ہے  
 غزاں میں ایک نظر اس کی شام (بھی) دیکھ  
 میرے سا کافرِ باہم (رسید) ہوا  
 وہ کیا تھا اور کیا اس کا دوس اور اسلام

۳۱۸

اس کا فکارِ دلم پر دلم کھاتا تھا  
 اس کی شمشیر میں آپ برہنہ تھا

تا کجا آہ اختواں ہلکیم  
 کہ بجا نیکم بر سر حمیرش  
 دل کہ شد رہ گرائے کوچہ دلف  
 تنواں داشتن پہ زنجیرش  
 پہ شرابی قرار دل دادم  
 کہ نہ دارم دماغ تعمیرش  
 کار آخر نہ کرد در دل او  
 نالہ معلوم بود تا شیرش  
 بلبلِ ایں چمن فموش پہ است  
 می چکد خون دل ز تقریرش  
 میر از دیر قصد کعبہ نمود  
 کرد آوارگی خدا گمیرش

۳۱۹

چوں پردہ بر افکند سحر از چہرہ آتش  
 گویند عزیزانِ چمن گل پہ بجاش  
 یارب پہ ہوں بلبلِ شوریدہ پہ خود برد  
 کاوارہ بنورِ امد پہ گلشن پر و بالش  
 در خواب عدم ہم دل آسودہ نہ داریم  
 مردیم و ہماں است قمنائے وسالش  
 از جان و جہاں در فم او آہ گدھتیم  
 انا نہ گدھتیم کیے ہم پہ خیالش  
 ما حال تباہاں ہمہ نومید ہمدیم  
 ہر کس پہ امید تو زید داسے پہ حالش  
 گر خود کند جلوہ نگاہے نہ دہد آب  
 حیرت زدہ چہرہ آئینہ مثالش



ہم کہاں تک آہ سخت کو شش کریں  
 کہ تیرے تیر کے سامنے آئیں  
 دل کہ کوچہ زلف کا مسافر تھا  
 اس کو زنجیر میں نہیں رکھا جاسکتا  
 دل کی تعمیر کو دیرانی کے سپرد کر دیا  
 کہ اس کو آباد کرنے کی استعداد نہیں رکھتا تھا  
 اس کے دل پر آخر اثر نہیں کیا  
 فریاد اور اس کی تاثیر معلوم ہو گئی  
 اس چمن کے بلبل کا خاموش رہنا اچھا ہے  
 اس کے بولنے سے خون دل پکتا ہے  
 میر نے بہت کدے سے کہے کا قصد کیا  
 گمراہی کی، خدا اسے آفت ناکہانی میں مبتلا کرے

۳۱۹

جب سحر اس کے گلابی چہرے سے پردے کو ہٹاتی ہے  
 دوستان چمن اس کے جہال کو گل کہتے ہیں  
 یا رب بلیبل شوریدہ نے اپنے اوپر کیا حسرت اٹھائی ہے  
 کہ کلشن میں اس کے پردہ ہال ابھی تک اڑتے پھر رہے ہیں  
 خواب عدم میں بھی آسودہ دل نہیں رکھتے ہیں  
 مر گئے اور وہی اس کے وصل کی قضا ہے  
 آہ اس کے غم میں جان اور جہاں سے گزر گئے  
 مگر ایک بار بھی اس کے خیال کو حرکت نہیں کیا  
 ہم تباہ حال بالکل ناامید مر گئے

جو بھی تجھ سے امید پر زندہ ہے اس کے حال پر الجھوس (ہے)  
 اگر حور (بھی) جلوہ دکھائے (تو وہ) نظارے کا لطف حاصل نہ کرے  
 (جو) اس کے آئینہ مثال چہرے کا حیرت زدہ (ہے)

ہیں کن کہ بے کرد قلم سرطرازی  
دفتر شدہ اے میر ز دھبہ خط و خاش

۳۲۰

دلاخ ایم از این باغ و ہم از رنگِ ثنائش  
بر باد فنا آہ لولہ بر آتش  
دلک است بر آن نیک سرانجام کہ ظالم  
تا عہد جہانے تو وفا کرد حیاتش  
کھنیت زد و ورخ میر پیرید  
بدر بود از بادہ کشی صوم و صلواتش

۳۲۱

بر خود میر را خوانید و خواباں دل بگویش  
در این ایام دل نکل است چہے بد نہ گویش  
نہ باشد چارہ اے جز پارہ کردن دامن تر را  
نہ گردد پاک ہرگز گر بہ آب عصر شویش  
بہ داغ سیوہ من چشم را تھواں سیہ کردن  
گل این باغ دارد بوئے جاں سوزے، مہویش

۳۲۲

مست غفلت چند باشی باخبر اے یار باش  
عمر ہم چوں نقتے سے ی رود، ہشیار باش  
تا چنل ی گماری این درق برگشتہ است  
و شج بے شیرازہ اے داری بہ فکر کار باش

۳۲۳

گر فطارم گوشہ دامان خویش  
غرق گردد نوح با طوقان خویش  
دست در دامان او خوانیم دو  
آتشیں افشانہ ایم از جان خویش

ہیں کہ قلم نے بہت سحر طرازی کر لی  
اس کے خط و خال کی تعریف سے اے میرا ایک کتاب بن گئی

۳۲۰

(ہم) اس باغ اور اس کے ساتھ اس کے رنگ و ثبات پر رنجیدہ ہیں  
آہ اس کی قسمت پادشاہ پر تحریر کی گئی ہے  
اس اوجھے اختتام والے عاشق پر رختک ہے کہ غلام  
تیرے عہد جفا تک اس کی حیات لے دلا کی  
میر کے زبد و درج کی کائنات مت پا چھپے  
اس کا صوم و صلوة پادہ کشی سے بدتر تھا

۳۲۱

معتشوق میر کو اپنے قریب بلائیں اور اس کی دل جوئی کریں  
آج کل رنجیدہ ہے، کچھ اسے برا بھلا نہ کہیں  
دامن ترک کو گلزارے گلزارے کر دینے کے سوا چارہ نہیں ہوگا  
اگر اس کو آپ حیات سے (بھی) دھوئیں پاک نہیں ہوگا  
میر سے سینے کے داغ سے حسد نہیں کرنا چاہیے  
اس باغ کا پھول جاں سوز مہک رکھتا ہے اسے مت سونگھیے

۳۲۲

کب تک غفلت میں مست رہے گا اے یار باخبر ہو جا  
عمر بھی شراب کے نشہ کی طرح ختم ہو رہی ہے ہشیار رہ  
جتنی دیر میں تو شک و شبہ کو (دل میں) چکے دے گا، یہ دوق پلٹ جائے گا  
تیری وضع بے شیرازہ ہے، کام کی فکر کر

۳۲۳

اگر اپنے دامن کا کونا فوجز دوں  
نوح اپنے طوفان کے ساتھ طوق ہو جائے  
ہم اس کا دامن کھینچنا چاہتے ہیں  
اپنی جان سے ہاتھ دھو چکے ہیں

۳۴۳

خصلت من شعار من اخلاص  
 راه و رسم دیار من اخلاص  
 از محبت سرشته اند کلم  
 شیوه مهر است و کار من اخلاص  
 دشمن جانی من است اے میر  
 آن که دارد به یار من اخلاص

۳۴۵

دیدمش پر بے وفا و خودفرض  
 خودنما و خودستا و خودفرض  
 خودسر و خودراے و از بس خودپسند  
 خوب رو و بد بلا و خودفرض

۳۴۶

نیست شایان تو با هر نوع مردم اعتکاف  
 دل رهایاں را نه باید شد سریشم اعتکاف

۳۴۷

در دیار حسن خوب نیست چنپاں اعتکاف  
 بر نمی نیزد از این جا جز پریشاں اعتکاف

۳۴۸

دلا بے رخ یار جانی چه حظ  
 بهیر از چننیں زندگانی چه حظ  
 شوی یار اگر از تیر دل غرض است  
 وگرنه ز لطف زبانی چه حظ

۳۴۹

دین در انگار تو شب داشت سوز شمع  
 آخر دمید صبح و سه گشت روز شمع

۳۲۴

میری خلصت، میرا شعار، اخلاص  
میرے دیار کی رسم و راہ، اخلاص  
محبت سے میری مٹی گوندھی گئی ہے  
میرا شیدہ محبت ہے، میرا کام، اخلاص  
میرے میرا جانی دشمن ہے  
جو بھی میرے دیار سے اخلاص رکھتا ہے

۳۲۵

میں نے اسے بہت بے وفا اور خود غرض پایا ہے  
خود نما اور خود ستا اور خود غرض  
خود سر، خود رائے اور حد سے زیادہ خود پسند  
خوب رو اور بد بلا اور خود غرض

۳۲۶

ہر طرح کے لوگوں کے ساتھ ملنا میرے شایاں نہیں ہے  
دلبروں کو چپک کر رہ جانے والا ملاقاتی نہیں بننا چاہیے

۳۲۷

دیارِ حسن میں کوئی بھی محبوب دوستی نہ اپنے والا نہیں  
یہاں سے ہر ایک سے دوستی رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں ملتا

۳۲۸

اے دل یار جانی کے دیکھے بغیر کیا مزہ (ہے)  
مر جا، اس طرح زندگی سے کیا فائدہ (ہے)  
اگر تو تیرے دوست بنے (تو) اچھا ہے  
ورنہ زہانی مہربانی میں کیا مزہ (ہے)

۳۲۹

رات تیرے انتظار میں شمع کا سوز دیکھنے کے لائق تھا  
آخر صبح طلوع ہوئی اور شمع کا دن تاریک ہو گیا

۳۳۰

ہے روئے تست آہ بہ صد سوز و ساز شمع  
 باپ توحم است دل نونیاں شمع  
 در بزم شب ز دھوی خوبی نہ شد خوش  
 داغم نمود ہے تو زبان دراز شمع  
 شد صرف اٹک و داغ سراپا او بہ بزم  
 شکستہ کہاب میر ز سوز و گداز شمع

۳۳۱

من و ز کوئے تو عزم سفر، دروغ دروغ  
 مرا دماغ کیا ایں قدر، دروغ دروغ  
 تو و خیال وفا، کذب و افترا و غلط  
 من و توخم میر دگر، دروغ دروغ

۳۳۲

در فضائے سیرے من نیست اکتوں جائے داغ  
 دارم از سوز محبت داغ بر بالائے داغ

۳۳۳

اے ہے تو جوشِ سبز و باغ و بہار حیف  
 بلبلِ ترا نہ بیند و گوید ہزار حیف  
 بر باد داد عشق کفِ خاک من تمام  
 گر سر بہ آسماں نہ کشد ایں غبار حیف  
 سیدِ خوشےست میر در ایں دشتِ خوفناک  
 از غفلت تو رفت اگر آں شکار، حیف

۳۳۴

ہ نہ گردد از دوا بیمار عشق  
 می رود ہر او جاں آزار عشق

۳۳۰

آہ تجھے دیکھے بغیر شمع صد سوز و ساز کے ساتھ ہے  
 شمع کا نیا نیا عاشق دل تڑم کے قابل ہے  
 رات بزم میں دھوئی خوبی کرنے سے چپ نہیں رہی  
 حیرے بغیر شمع کی زبان دراز نے مجھے غم زدہ کر دیا  
 اس کا سراپا بزم میں اٹک اور داغ میں صرف ہو گیا  
 میرے شمع کے سوز و گداز سے (جل کر) کہاں ہو گیا

۳۳۱

میں اور حیرے کو پے سے چلے جانے کا ارادہ، دروغ دروغ  
 مجھے اتنی تاب کہاں، دروغ دروغ  
 تو اور وفا کا خیال، کذب اور افترا اور غلط  
 اور میں دوسری محبت کا خیال، دروغ دروغ

۳۳۲

میرے سینے کی فضا میں اب داغ کی جگہ نہیں ہے  
 میں محبت کے سوز سے داغ پر داغ رکھتا ہوں

۳۳۳

حیرے بغیر ہزے کی کثرت اور باغ و بہار پر افسوس (ہے)  
 بلبل تجھے نہیں دیکھتا اور کہتا ہے، ہزار افسوس  
 عشق نے میری کتب خاک کو تمام ہوا میں اڑا دیا  
 اگر یہ غبار آسمان تک نہ کھینچے، افسوس (ہوگا)  
 اس خوفناک جنگل میں میرا ایک اچھا شکار ہے  
 اگر حیرتی غفلت سے یہ شکار چھوٹ جائے، افسوس (ہوگا)

۳۳۴

دوا سے عشق کا بیمار اچھا نہیں ہوتا  
 جان کے ساتھ عشق کا آزار جاتا ہے

جان خود را مفت از کف می دهند  
 دل فروشان سرگرم هزار عشق  
 موجب این نظم کل دانی که چیست  
 سر شوی آگاه از اسرار عشق  
 جان کباب کل شده است از داغ یاس  
 یک سرگرم است دل در کار عشق  
 من به کم عمری اگر مردم چه دور  
 داشتیم در دل غم بسیار عشق  
 سبز دارد سینه پر داغ من  
 خوش گفت این تنه گلزار عشق  
 کلیه ما میر خوش واقع شده است  
 بر لب دریاے لنگردار عشق

۳۳۵

می کهد آخر بزم تا کبابا کار شوق  
 با در و دیوار اکون می کنم اظهار شوق  
 خواهم بنویسم او را یک دو حرف از حال دار  
 چون قلم آمد به دستم رفته شد طومار شوق  
 کار ضائع شد از اشک انشائی هر لحظه ام  
 کرد رسوائی جهانم گرچه بسیار شوق  
 سال ها بر مرگ قیس و کوکبن رفت و هنوز  
 در جهان باقی ست از لب تشنگان گفتار شوق  
 رنجه دیوار گلشن دیده نظارگی ست  
 ظاہر است اے میر از انداز او آمار شوق



اپنی جان کو ملت ہاتھ سے دیتے ہیں  
 بازار عشق کے دل فروش  
 اس نظم کل کا موجب جان لے گا کہ کیا ہے  
 اگر (تو) عشق کے اسرار سے آگاہ ہو جائے  
 جان بایہی کے فم سے کہاں گل ابھو گئی  
 لیکن دل عشق کے کام میں سرگرم ہے  
 میں اگر کم عمری میں مر گیا، تعجب کیا ہے  
 دل میں عشق کا بہت زیادہ فم رکھتا تھا  
 میرا دماغوں سے ہمارا سینہ ہزار ہا ہے  
 عشق کے گلزار میں یہ کیاری اچھی نکلی (ہے)  
 میرے میرا بچے اچھی جگہ پر واقع ہے  
 عشق کے فکر دار سمندر کے کنارے

۳۳۵

دیکھتا ہوں کہ آخر کہاں تک شوق کا کام کھینچتا ہے  
 اب درود بخوار سے شوق کا اظہار کر رہا ہوں  
 چاہا تھا کہ اسے ایک دو حرف اپنے حال زار کا نکھوں  
 جب فلم ہاتھ میں آیا تو رقصہ شوق کا طومار ہو گیا  
 میری ہر وقت کی اٹھک افشانی سے کام لگ گیا  
 عشق میں بہت زیادہ رونے نے دنیا میں مجھے رسوا کر دیا  
 قیاس اور کوئکن کی موت کو برسوں گزر گئے اور اب بھی  
 دنیا میں ان لب بھنگان (کی وجہ) سے عشق کا تذکرہ باقی ہے  
 گلشن کی دیوار کا رخِ نظر رگی کی آنکھ ہے  
 اسے میرا اس کے انداز سے شوق کی علامتیں دکھا رہی ہیں

۳۳۶

آں ابروئے خمیدہ کہ باشد کمان پاک  
ہر دم رسد خدنگ جفاکش بہ جان پاک  
جانے بہ از دوش نہ بود بھر سجدہ ام  
شرط است از برائے عبادت مکان پاک  
گل در چمن دامن بہ ہزار آب شستہ است  
تا آورد بہ لب سخن زان دہان پاک  
از چشم انگار کشاں چہرہ را پیش  
تا میرہاست در نظر عاشقان پاک  
مژگان خود ز خاک دوش میر دور دار  
ایں خار و خس بروب از آں آستان پاک

۳۳۷

چوں ی خم ز ہجر سحرگاہ سر بہ خاک  
می ریزد ز چشم ہزاراں گہر بہ خاک  
اکثر ز خاک چہرہ نو جوش می زند  
یارب کہ برودہ است بہ خود چشم تر بہ خاک  
یک شام کہ ز تاز قدم بر سرم گذار  
تا کے رخ نیان خم بر سحر بہ خاک  
در دور چرخ سفلہ چہ مذکور راحت است  
آسودہ بعد مرگ شود کس مگر بہ خاک  
تا میر چشم کار کند خاک آدمست  
باید قلندرت بہ تامل نظر بہ خاک

۳۳۸

می برد آب ابر ایں صحرا ز چشم گریہ ناک  
نظر از کف می دہد دریا ز چشم گریہ ناک

۳۳۶

وہ خمیدہ ابرو کہ مضبوط کمان ہیں  
 جانِ پاک پر ہر وقت اس کی جفا کے تیر نکلتے رہتے ہیں  
 میرے سجدے کے لیے اس کے دروازے سے بڑھ کر جگہ نہیں تھی  
 عبادت کے لیے پاک جگہ ضروری ہے  
 گل نے جہن میں ہزار آب سے دہن دھویا ہے  
 تاکہ اس کے پاک دہن کی بات لب پر لا سکے  
 انگٹھار کھینچنے والوں کی آنکھوں سے چہرہ مت چھپا  
 پاک عاشقوں کی نظر میں بہت تاثیریں ہیں  
 اپنی پلکیوں کو میرا اس کے دروازے کی خاک سے دور رکھ  
 ان خار و خش کو اس پاک آستان سے جہاز دے

۳۳۷

جب صبح کے وقت غلڑ سے خاک پر سر دکھتا ہوں  
 آنکھوں سے ہزاروں گہر خاک پر نکھیر دیتا ہوں  
 اکثر خاک سے نیا چشمہ جوش مارتا ہے  
 یا رب کون اپنے ساتھ چشم تر کو خاک میں لے گیا ہے  
 کبھی ایک شام ناز سے میرا سر پامال کر  
 کب تک میں رنجِ نواز ہر سر خاک پر رکھتا رہوں  
 چرخِ سفلہ کے دور میں راحت کا کیا ذکر ہے  
 کوئی مرنے کے بعد مگر خاک میں آسودہ ہوگا  
 میرے جہاں تک آنکھ کام کرتی ہے خاک آدم ہے  
 خاک پر احتیاط سے نظر ڈالنی چاہیے

۳۳۸

چشمِ گریہ ناک (کی وجہ) سے ابر اس صحرا میں بے وقار ہو جاتا ہے  
 چشمِ گریہ ناک کے سامنے دریا خرمندہ ہو جاتا ہے

ایں بھار ارض پیش از من کنار خشک داشت  
رفتہ کار ابر تر بالا ز چشم گریہ ناک  
بشکستہ ایں کاسے در پوزہ دیدار میر  
در ہمہ عالم شدم رسوا ز چشم گریہ ناک

۳۳۹

عجا غنیمت ز شوق من ناتواں ہلاک  
خلقت است از برائے تو اے کام جاں ہلاک  
زنہار روزگار موافق نہ شد پہ میر  
شد آخر از بجائے فلک آں جواں ہلاک

۳۴۰

مہد کردم یا بگیرم در برت با کام دل  
یا ہماں بگیرم کہ در طالع نہ بود آرام دل  
چشم و دل خصم اند، خواہم شد پہ شہرے کاندہ او  
کس نہ چند روزے چشم و کس نہ گیرد نام دل  
طوف دل را بر طواف کعبہ نتواں حاصل کرد  
می دہد دستم پہ صد خون جگر احرام دل  
آں کہ سرگرم محبت یا ہمہ کس ہست و نیست  
بچگی ہائش نیاید در خیال خام دل  
اضطراب مطرد من نیست بے تحریک شوق  
می رسد در گوشت جانم ہر نفس پیغام دل  
ہر کرا باشد تہ بسیار خوش باشد کہ ہست  
بادہ از خون کبوتر سرخ تر در جام دل  
گر صیدن با پہ ایں رنگ است در آغاز عشق  
من نمی دانم چہ خواہد گشت میر انجام دل

دنیا کے یہ سمندر میرے سامنے خشک ساحل (کی حیثیت) رکھتے تھے  
ابرت کا کام چشم گرہے ناک کی وجہ سے ترقی پا گیا  
میر دیدار کی گدالی کا یہ کارہ توڑ ڈال  
ساری دنیا میں چشم گرہے ناک کی وجہ سے رسوا ہو گیا ہوں

۳۳۹

میں ناتواں ہی تھا نہیں آرزو میں مر گیا  
اے کام جاں ایک طلق حیرے لیے جان دے چکی ہے  
زمانہ ہرگز میرے موافق نہیں ہوا  
آخر فلک کی جہاں سے وہ جہاں ہلاک ہو گیا

۳۴۰

مہد کیا تھا کہ یا تجھے دل کی مراد پوری کرنے کے لیے آغوش میں کھینچوں گا  
یا یہی سمجھ لوں گا کہ قسمت میں دل کا بچھن نہیں تھا  
آنکھ اور دل دشمن ہیں، اس شہر میں ہونا چاہیے کہ جہاں  
کوئی آنکھ کی طرف نہیں دیکھتا اور کوئی دل کا نام نہیں لیتا  
دل کے طواف کو طواف کہہ پر محمول نہیں کر سکتے  
احرام دل مجھے صد خون جگر کے بعد مختصر ہوتا ہے  
وہ جو محبت میں سرگرم ہے، سب کے ساتھ ہے بھی اور نہیں بھی  
دل میں اس کی ہوشیاری کا خیال غام بھی نہیں آتا  
میرا جد سے گزرنے والا اضطراب آرزو کے اکسانے کے بغیر نہیں ہے  
میری روح کے کان میں ہر نفس دل کا پیغام پہنچتا ہے  
جو بھی تیرا ہوا ہوگا، غوش ہوگا کہ ہے  
دل کے جام میں خون کبوتر سے زیادہ سرخ شراب  
اگر آغاز عشق میں ترپنے کا یہی رنگ ہے  
میں نہیں جانتا میرے دل کا انہام کیا ہوگا

۳۳۱

روئے گلن بہ وصفِ رحمت غیبت سوئے گل  
 آن تازی کپاست، شینہ روئے گل  
 امروز عندلیب زباں را بہ کام دار  
 نازک تر است خوئے نگارم ز خوئے گل  
 بیزار می ری ز گلستاں مگر کہ میر  
 بسیار بر دماغ تو خورده ست بوئے گل

۳۳۲

ہر لطفِ آن قیامت جان و ہائے دل  
 صدہا کرشمہ عرض وہ از برائے دل  
 نگوں گشت و داغ گشت و تہائی گداز گشت  
 لیکن ترودے ست ترا در وقائے دل  
 ہر چند در عذاب الیم ام ز دل ولے  
 مگر آیدم بہ دست علقم بہ پائے دل  
 یک چند ترک ہردن دل بہ ضرورت است  
 اکھوں نہ مانده در شکن زلف جائے دل  
 چیزے کہ دل کشد بہ جہاں میرِ آن دل است  
 جہدے نہا و شو قدرے آشنائے دل

۳۳۳

خوہاں نگام لطف نہ کروند سوئے دل  
 زیں قوم آن شکست نہ دید آرزوئے دل  
 در کوچہ تو جان بے دردمند رفت  
 تا حشر خواہد آمد از آن خاک بوئے دل  
 خواہش خوش است میر و لیکن نہ این قدر  
 آخر ہلاک کرد ترا آرزوئے دل

۳۳۱

تیرے چہرے کی تعریف میں روئے سخن گل کی طرف نہیں ہے  
 وہ تازگی کہاں ہے، گل کا چہرہ دیکھیے  
 عندلیب آج زبان کو منہ میں رکھ  
 میرے محبوب کا مزاج گل کے مزاج سے زیادہ نازک ہے  
 میرا تو گلستاں سے جیزا رہا، ضرور  
 تجھے بوئے گل بہت ناگوار لگی ہے

۳۳۲

ہر لکھ وہ قیامت جان اور بلائے دل  
 دل کے لیے سیکڑوں کرشمے پیش کرتا ہے  
 خون ہو گیا اور داغ ہو گیا اور حرام کھل گیا  
 لیکن تجھے دل کی وفا پر شک ہے  
 ہر چند دل کی وجہ سے سخت دردناک عذاب میں ہوں  
 لیکن مجھے مل جائے تو دل کے پاؤں پر گر پڑوں  
 کچھ دنوں دلوں کے اڑانے کو ترک کرنا ضروری ہے  
 اب زلف کی شکن میں دل کے لیے جگہ نہیں رہ گئی ہے  
 جو چیز کہ دل جہان سے کھینچتی ہے وہ دل ہے  
 کوشش کرو اور دل کی قدر سے واقف ہو

۳۳۳

غواہاں نے دل کی طرف مہربانی کی نگاہ نہیں کی  
 اس قوم سے اس شکستہ نے دل کی مراد نہیں پائی  
 تیرے کوپے میں بہت سے درو مندوں کی جان گئی ہے  
 حشر تک اس (کی) خاک سے بوئے دل آئے گی  
 غواہاں اچھی (چیز) ہے مگر میرا اس قدر (بھی) نہیں  
 آخر تجھے آرزوئے دل نے ہلاک کر دیا

۳۳۴

آدم تک ز دل جوئی و دل داری دل  
 آہ تا چند خورد کس غم چہاری دل  
 یاد باشد کہ بہ کس ہنس نہ گیری دہار  
 جان من بند گرانست گرفتاری دل  
 یک نگہ بیش بہایش نہ نہام لیکن  
 خود پنداش نہ مودود خریداری دل  
 آں چنان دل کہ منش خواستہ دست نہ داد  
 صرف شد عمر گرای بہ طلب گاری دل  
 ہر کہا پایے خمی بر سر دل می آید  
 رہ بہ کوشش نہ توں بود ز بسیاری دل  
 دور رہ دور فراتش چہ تھلیب و چہ توں  
 کس از این ہر دو خیالہ کہ کند یاری دل  
 میر دور وقت علم بازی آہ سحر  
 جز جگر کہست کہ آید بہ سپرداری دل

۳۳۵

در این سختی نہ رفت اصلا ز جا دل  
 الہی پارہ سنگ است یا دل  
 ز دل افسانہ اے ماندہ ست باقی  
 تو می خورای ز من دل را، کہا دل  
 طریق عاشقی مشکل طریقہ ست  
 در این رہ کار بسیار است با دل  
 بہ یک بے طاقتی آرام بہ رخص  
 دہد گر پای عشق او مرا دل



۳۴۴

میں دل کی دل جوئی اور دل داری (کرنے) سے تنگ آ گیا  
 آہ کوئی سب تنگ دل کی پیاری کاظم کھائے  
 یاد رہے کہ ہرگز بھی کسی سے انس نہ پیدا کر  
 میری جان دل کا گرفتار ہو جانا ایک مشکل قید ہے  
 میں نے اس کی قیمت ایک نگاہ سے زیادہ نہیں رکھی تھی، لیکن  
 خود پسند دل کی خریداری پر آمادہ نہ ہوئے  
 ویسا دل جو میں اس سے چاہتا تھا میسر نہیں ہوا  
 عمر گرامی دل کی طلب میں صرف ہو گئی  
 جہاں بھی (تو) پاؤں رکھتا ہے دل کے اوپر آ جاتا ہے  
 اس کے کوسے میں دل کی کثرت سے راستہ نہیں چل سکتے  
 اس کے فراق کی دشوار راہ میں کیا صبر اور کیا طاقت  
 ان دونوں میں سے کوئی نہیں آیا کہ دل کی حد کرے  
 میسر آہ سحری کی علم بازی کے وقت  
 جگر کے سوا کون ہے جو دل کی حفاظت کے لیے آئے

۳۴۵

اس سختی میں بھی دل (اپنی) جگہ سے ہرگز نہیں ہلا  
 اٹھی (یہ) پتھر کا ٹکڑا ہے یا دل  
 دل کا ایک افسانہ باقی رہ گیا ہے  
 تو مجھ سے دل مانگتا ہے، دل کہاں ہے  
 عاشقی کا راستہ مشکل راستہ ہے  
 اس راہ میں دل سے بہت کام پڑتا ہے  
 ایک غش سے اس (محبوب) کو رجم کرنے پر آمادہ کر دوں  
 اگر دل مجھے اس کے عشق کا واسطہ دے

رسیدی گر پہ دل در کعبہ ای میر  
کہ چنناں نیست راہ از کعبہ تا دل

۳۳۶

خواہم کہ دے فطلم مستانہ پہ پائے گل  
بر خاک بیخدازم تکیف ہوائے گل  
ما کہتہ گرفتاراں از گل پہ خبرداریم  
داریم گل داسے پر سینہ بھائے گل  
ما تہ نظر داریم دل جوئی بلبل را  
در باغ غمی آنیم اے میر برائے گل

۳۳۷

با خلق چہرہ محترم از آشنائی دل  
شد باعث کدورت آخر صفائی دل  
تا رفت از پر من شورے ست در سر من  
سودا بہم رساندم از بے وفائی دل  
از درد سینہ ریشم، از غم پہ فکرِ خویشم  
بسیار شاق آمد بر من جدائی دل  
فرہاد و کوہ کندن افسانہ اے ست بہنو  
بودہ ست در حقیقت زور آزمائی دل  
زیں دامن کہ ہر جا صدا قریب دارد  
دشوار می نماید ما را رہائی دل  
در وادی محبت دل را دلیل غم کن  
راہے نمی نماید بے رہنمائی دل  
چوں عشق پرگزچہ، روئے کس نہ بیند  
القصہ محبت ما را بے اشتیائی دل  
بریند چشم و بنگر در جلوہ رنگ ہا را  
از لطف نیست خالی سیر لطافت دل

اگر دل تک پہنچ گیا (تو اسے) میر (تو) کعب میں ہے  
کہ کعب سے دل تک کچھ فاصلہ نہیں ہے

۳۴۶

چاہتا ہوں کہ کسی وقت گل کے پاؤں پر مستانہ لوٹوں  
گل کی آرزو کی دعوت کو خاک پر بچھا دوں  
ہم پرانے گرفتار گل کی کیا خبر رکھیں  
گل کے بھائے سینہ پر ایک داغ کا گل ہے  
ہم ہلہل کی دل جوئی کو مہ نظر رکھتے ہیں  
میر ہم باغ میں گل کے لیے نہیں آتے ہیں

۳۴۷

دل سے آشنائی کی وجہ سے لوگوں سے منہ موڑ لیا  
دل کی صفائی آخر کدورت کا سبب بن گئی  
جب سے (وہ) پہلو سے گیا ہے، میرے سر میں سودا سا گیا ہے  
دل کی بے وفائی کی وجہ میں نے ویج لگی بہم پہنچائی ہے  
ورد سے سینہ چاک ہوں، غم سے اپنی فکر میں ہوں  
مجھ پر دل کی جدائی بہت شاق گزری  
فرہاد اور پہاڑ کا ثنا، سنو ایک افسانہ ہے  
درحقیقت دل کی زور آزمائی تھی  
اس دام گاہ سے کہ ہر جگہ (یہاں) ہزاروں پھندے ہیں  
مجھے دل کی رہائی مشکل نظر آتی ہے  
محبت کی وادی میں دل کو اپنا راہبر بنا  
دل کی رہ نمائی کے بغیر کوئی راستہ نظر نہیں آتا  
جب عشق ابھر کر آتا ہے، کسی کا منہ نہیں دیکھتا  
محضراً مجھے دل کی بے اعتنائی نے مار ڈالا  
آ نکسیں بند کر اور جلوے میں رنگوں کو دیکھ  
دل کی دنیا کی سیر لطف سے خالی نہیں ہے

خند اشک غول مباردا چشم تو بخلد میر  
ایں کاسہ را نگہ دار بہر گدائی دل

۳۴۸

تا چند اضطراب کند در کنار دل  
آزودہ دل، ستم زودہ دل، بے قرار دل

۳۴۹

فراموش نہ خواہم کرد تا در جسم جاں دارم  
چو مرغ دوست حرف دوست اکثر بر زباں دارم  
سختن پردازیم دارد شنیدن، یک زباں بشنو  
کہ از اندوم بے پایاں بہ لب صد داستان دارم  
تو اے دل در تھوم اشک تا رفیق دگم موشی  
فغاں با یک بیاباں چوں درائے کارواں دارم  
بہ کولش ہر چہ ہادا ہاد اشب می روم لیکن  
امید مرمت یک دم ز خواب پاساں دارم  
ز دہم حالیا جز خانہ دیرانی نمی آید  
کہ من اے میر قصہ رفتے زیں خاک دہاں دارم

۳۵۰

چشم بے روئے تو چوں چشم جوشاں دارم  
دل در آغوش چو سیلاب خردشاں دارم  
بے خودی کن چو فراموشی غم می خواہی  
من چنیں یاد ز در باعث ہوشاں دارم  
تا کجا عمر بہ کعبے گذرانم تنہا  
قصہ ہم صحبتی خانہ ہوشاں دارم

میر نکمیں ایسا نہ ہو کہ اٹک بھوں میری آنکھیں بہا لے جائے  
اس کا سے کو دل کی گدائی کے لیے حفاظت سے رکھ

۳۴۸

دل کب تک پہلو میں اظطراب کرتا رہے  
آزادہ دل، ستم زدہ دل، بے قرار دل

۳۴۹

جب تک جسم میں جان رکھتا ہوں تجھے فراموش نہیں کروں گا  
مرغ دوست کی طرح دوست کا لفظ اکثر زبان پر لاتا ہوں  
میری باتیں سننے کے لائق ہیں، کسی وقت سنو  
کہ لب پر بے انتہا فہم کی سواستا نہیں ہیں  
اسے دل تو بھوم اٹک میں جب سے گیا اور کھو گیا ہے  
کارواں کی جرس کی طرح ایک بیابان تھاں رکھتا ہوں  
جو ہو سو ہو، آج رات اس کے کوپے میں جاؤں گا، لیکن  
پاساں کی نیند سے ایک ہل کی مہربانی کی امید رکھتا ہوں  
میرے ہاتھوں سے اب خانہ ویرانی کے سوا کچھ (ظہور میں) نہیں آتا  
کہ اے میر میں اس خاک داں سے جانے کا قصد رکھتا ہوں

۳۵۰

تجھے دیکھے بغیر میری آنکھیں اٹکتے ہوئے خشے کی طرح ہیں  
میرے پہلو میں دل پھرے ہوئے سیلاب کی طرح ہے  
بے خودی (اختیار) کر اگر فہم کو فراموش کرنا چاہتا ہے  
میں ہوش گنوا بیٹھے والوں کی بکلی (بات) یاد رکھتا ہوں  
کب تک ایک گوشے میں تنہا عمر گزاروں  
خانہ بدوشوں کی ہم سمجھی کا قصد رکھتا ہوں

دل ز جانیم نہ برد پرتو ماہ و خورشید  
 دھوی عاشقی باولہ پوشاں دارم  
 پارہ ہائے جگر و دل پہ بغل می گردم  
 من بہ کونیش روش دست فروشاں دارم  
 کار دل چچ ز دارغی من نہ کشو  
 خواہش بندی حلقہ گوشاں دارم  
 گر شمع کشید زہاں را نہ کشایم چوں شمع  
 این سخن میر بہ خاطر ز شمشاں دارم

۳۵۱

چوں ابر غیبت بے جا گر گریہ ہا نمودم  
 عمرے در ایں گلستاں چشم آب دادہ بودم  
 با ہر کہ مہر ورم بند کمر پہ کیہم  
 در عشق بخت خود را صد بار آزمودم  
 آن شوخ از نیازم مفرور شد آخر  
 ہرگز نہ داد سودم ہر چند جبہ سودم  
 مشتاق قصہ من بسیار بود مجنوں  
 چوں سرگذشت گفتم، ہوش از سرش رودم  
 این گل زمین دل کش یکسر نہ دیدنی بود  
 من میر کاش ایں جا چشمے نمی کشودم

۳۵۲

شب و روز در جستجوئے دلم  
 من از خاک شویان کوئے دلم  
 مرا حیرت حشش آئینہ کرد  
 بہ سوئے کسے غیبت روئے دلم

ماہ اور محو شید کے پرتو نے میرے دل کو نہیں چھایا  
 ہادلہ پشوں<sup>۱</sup> کے عشق کا دھوئی رکھتا ہوں  
 دل اور ہجر کے نگڑوں کو بغل میں لیے بھرتا ہوں  
 میں اس کے کوپے میں دست فردشوں<sup>۲</sup> کا انداز رکھتا ہوں  
 دل کی مراد میری بے خودی سے کچھ بھی پوری نہیں ہوئی  
 حلقہ نگشوں<sup>۳</sup> کی خدمت کرنے کی خواہش رکھتا ہوں  
 اگر قفل ہو چاؤں (پھر بھی) شمع کی طرح زباں نہ کھولوں  
 میرے میں نے (اپنے) دل میں چپ رہنے والوں سے یہ عہد کیا ہے

۳۵۱

بے چاشنی سے اگر ہر کی طرح رویا ہوں  
 مدت سے اس گلستان میں آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے رہتا تھا  
 جس سے بھی محنت کرنا شروع کرتا ہوں میرے کہنے پر کمر باندھ لیتا ہے  
 عشق میں اپنی تقدیر کو سو بار آزمایا ہے  
 وہ شوق میری عاجزی سے آغوا روزِ یادہ مغرور ہو گیا  
 مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا ہر چند ہمیں سائی کی  
 مجنوں میرے قصہ کا بہت زیادہ مشتاق تھا  
 جب میں نے سرگزشت سنائی اس کے سر سے ہوش اڑا دیا  
 یہ دلکش سرسبز و شاداب زمین بالکل میرے لائق نہیں تھی  
 میں نے میرے کاش اس جگہ آگے نہ کھولی ہوتی

۳۵۲

شبِ دروز دل کی جستجو میں ہوں  
 میں دل کے کوپے میں مٹی سے سونے چاندی کے ڈرے نکالنے والوں میں سے ہوں  
 مجھے اس کے حسن کی حیرت نے آئینہ بنا دیا  
 میرے دل کا رخ کسی اور کی طرف نہیں ہے

<sup>۱</sup> چاندی اور سونے کے تاروں سے چنے ہوئے پکڑے پہنے والے۔

<sup>۲</sup> پھیری کرنے والے۔

<sup>۳</sup> ملاہوں۔

کہ از پشت پا چٹم برداشت  
 نگاہ نہ کردی بہ سوئے ولم  
 بہ فریاد او گوش دارم مدام  
 چہ وارفتہ ہائے و ہوئے ولم  
 بلے بہر او میر جاں می دہ  
 جگر خوں شد از آرزوئے ولم

۳۵۲

بے خود بہ کوئے بادہ فروشاں قنادہ ام  
 از نشاقین بے خیرم، مست بادہ ام  
 می داشتم امید وصالش از ایں سبب  
 جاں را بہ روزگار ہدائی نہ دادہ ام  
 بر من چو کار تک شود بگذرم ز جاں  
 کلام حقیقت است کہ اشرف زادہ ام  
 شرم نگاہ دار خدایا کہ وقت شیب  
 بر آستانِ مہجے اے رونہادہ ام  
 با شیخ شہر و داعظ مسجد مرا چہ کار  
 من میر دست بچہ جوانان سادہ ام

۳۵۳

با غم جاودانہ ساعتہ ام  
 چہ سکھ با زمانہ ساعتہ ام  
 غم در ایں پردہ می سکھ ظاہر  
 شاعری را بہانہ ساعتہ ام  
 قاصدے آخر از سر تکب گرم  
 جانبہ او روانہ ساعتہ ام  
 تا بہ بہت خانہ ام رہے باشد  
 طور خود کافرانہ ساعتہ ام



کبھی پشت پا سے نظر اٹھا کر  
میرے دل کی طرف (تو نے) ایک نگاہ (بھی) نہیں کی  
اس کی فریاد کو ہمیشہ سنا ہوں  
دل کی ہاؤ ہو پر کتنا فدا ہوں  
ہاں، اس کے لیے میرا جان دیتا ہے  
میرے دل کی آرزو سے ٹھکر خون ہو گیا

۳۵۳

میں بادہ فروشنوں کے کوچے میں بے خود پڑا ہوں  
دونوں جہاں سے بے خبر ہوں، شراب میں مست ہوں  
میں اس سے وصل کی امید رکھتا تھا اسی وجہ سے  
(میں نے) جدائی کے دنوں میں جان نہیں دی  
جب مجھ پر کام دشوار ہو گا جان سے گزر جاؤں گا  
میرا کام قنیت ہے کیوں کہ (میں) اشراف زادہ ہوں  
اے خدا میری شرم رکھ کہ بڑھاپے میں  
ایک منہ بچے کے آستان پر سر جھکا یا ہے  
شیخ شہر اور واعظ مسند سے مجھے کیا کام  
میں میرا جوانان سادہ کو پک چکا ہوں

۳۵۴

میں نے دائمی غم کے ساتھ نباہ کر لی ہے  
کیا کروں زمانے کے ساتھ نباہ کر لی ہے  
اس کے پردے میں غم ظاہر کرتا ہوں  
شاعری کو بھانہ بتالیا ہے  
الحب گرم کا ایک قاصد آخر کار  
اس کی جانب روانہ کیا ہے  
تاکہ بت خانے تک میری رسائی ہو  
اپنا طور کا فرانہ بتالیا ہے

سادگی میں کہ آفتیں نفس ام  
 د ز نئے خشک خانہ سائنہ ام  
 من نہ دانم کہ در غمش تا حال  
 کار خود را چرا نہ سائنہ ام  
 بر امید خدنگ تازے کے  
 جگرے را نشانہ سائنہ ام  
 بے تو دانستہ من ہے رسوائی  
 خویشترن را فسانہ سائنہ ام  
 جان و جاہاں یک است و من اے میر  
 صد سخن درمیانہ سائنہ ام

۳۵۵

اشک چوں الماس می ریزد ز مژگاں در برم  
 نیر الماس است گویا میرا این چشم قرم  
 مدت شد طائر جاں کرد پروازے و هست  
 یادبودے در قفس تا حال از ہال و پریم  
 کار من از جوش فیم آخر ہے رسوائی کشید  
 نگ چوں بسیار می آیم، گریہاں می درم  
 اندکے دم درکش اے بلبل، و دانم می رود  
 تا کجا این شور بے حاصل ہے درد آمد سرم  
 رفت آں موسم کہ رو بر روئے گل می داشتیم  
 حالیا از چرخ می ریزد خشک بر بہترم  
 بس کہ می ہالد ہے خود خواہم کہ سرو باغ را  
 قاصد بنایم و بر سر قیامت آدم

سادگی دیکھ کر آتھیں نفس ہوں  
اور خشک نے اسے گھر بنا دیا ہے  
میں نہیں چاہتا کہ اس کے غم میں اب تک  
میں نے خود کو کیوں ہلاک نہیں کر دیا  
کسی کے ہاڑ کے تیر کی امید میں  
جگر کو نشانہ بنا دیا ہے  
تیرے بھیر جان بوجھ کر رسوائی سے  
اپنے آپ کو افسانہ بنا دیا ہے  
جان اور جانتاں ایک ہیں اور اسے حیرت میں نے  
درمیان میں ہزاروں باتیں بتائی ہیں

۳۵۵

پکوں سے الماس جیسے آنسو میری گود میں گرتے ہیں  
میر میری یہ چشم ڈگو یا نہر الماس<sup>۱</sup> ہے  
دلت ہو گئی کہ طائر جاں پر واز کر چکا ہے اور  
نفس میں اب تک میرے بال و پر کی یادگار باقی ہے  
میرا عشق غم کی شدت سے آخر رسوائی تک پہنچ گیا  
جب بہت تنگ آ جاتا ہوں گریاں پھاڑتا ہوں  
اے بلبل تھوڑا خاموش رہ، میرا دماغ اڑ جاتا ہے  
کب تک یہ بے حاصل شور، میرے سر میں درد ہو گیا  
وہ موسم گزر گیا کہ گل کے رخسار پر رخسار دکھتا تھا  
ان دنوں آسمان سے میرے بستر پر خس و خاشاک گرتے ہیں  
خود پر بہت ناز کرتا ہے، چاہتا ہوں کہ بارش کے سرو کو  
تیری قامت دکھلاؤں اور (اس کے) سر پر قیامت لاؤں

<sup>۱</sup> آنس، دزل۔ ہنسری۔

<sup>۲</sup> ایک دریا کا نام۔

گر چہ باب آتش نام از ارتکاب آب رز  
شاد و شادان می زیم لیکن بہ امید کرم

۳۵۶

یک دم اے کاش بہ مقصود دل آئی بہ برم  
تا کہا سوئے تو از دور بہ حسرت گرم  
رو بہ دل بروم و فارغ شدم از دیر و حرم  
ختم گردید بر این آبلہ سیر و سفرم  
جانے اشک از مژہ خوناب رواں سائے ام  
روئے خوب تو اگر رفتہ دے از نظرم  
گر بہ سر منزل ما پا بگذاری، الطاف  
ور بہ پرش ہدی رنج لب خویش، کرم  
ہم چو من عاشق طفلان ہدایع نہ شد  
خوب گذرانہ تمنیات بہ روح پدرم  
از چہ راہ است نہ دانم کہ تو می چشی چشم  
من بہ راہ تو از نقش قدم افتادہ قرم  
طائرے نیست کہ اسال بہ گلزار نہ رفت  
دائے بر حال من زار کہ بے بال و پر  
فتہ از دیر چو من عاشق صادق می خواست  
کرد پیدا قلب سفلہ بہ خون جگر  
من چہ دانم کہ چہ ہنگامہ در این مصطبہ است  
نہو شوق تو دارم ز جہاں بے خبرم  
عاقبت خواہش وصل تو ولم برو بہ خاک  
قدے رنج نہ کردی، نہ رسیدی بہ سرم  
کار مستحکم بہ جنوں کاش کھد یک دو سہ روز  
کہ کھم دامن آں شوخ و بہ صحرا ہرم

اگر چہ آپ رزا کے ارتکاب کی وجہ سے سے آتش کا مستحق ہوں  
لیکن امید کرم پر شاد اور شادیں زندہ رہتا ہوں

۳۵۶

ہل بھر کاش دل کی مراو پاری کرنے کے لیے میری آغوش میں آ  
کب تک حیرتی طرف دور سے حسرت کے ساتھ دیکھتا رہوں  
دل کی راہ لی اور دیر و حرم سے فارغ ہو گیا  
اس آبلے پر میرا سیر و سفر ختم ہو گیا  
آنسوؤں کے بجائے آنکھوں سے (میں نے) خونناپ جاری کیا ہے  
اگر حیرا خوبصورت چہرہ دم بھر کے لیے میری نظروں سے دور ہوا  
اگر ہماری منزل میں قدم رکھتا ہے: الطاف  
اگر پریشش کے لیے اپنے ہونٹوں کو تکلیف دیتا ہے: کرم  
میری طرح بد اوصاف لڑکوں کا عاشق (کوئی) نہیں تھا  
میرے والد کی روح پر خوب ثواب بھیجتے تھے  
کس وجہ سے تو چہرہ چھپاتا ہے نہیں جانتا ہوں  
میں حیرتی راہ میں نقش قدم سے بھی زیادہ بچھا ہوا ہوں  
کوئی پرندہ نہیں ہے کہ اس سال گلزار میں نہ گیا  
مجھ ناتواں کے حال پر آنسوؤں کہ بے بال و پر ہوں  
قتندیر سے مجھ جیسا عاشق صادق چاہتا تھا  
فلکب مسئلہ نے ٹون نگہ سے مجھے پیدا کر دیا  
میں کیا جانوں کہ اس شراب خانہ میں کیا ہنگامہ ہے  
تیرے عشق کا نقشہ مجھے دینا سے بے خبر رکھتا ہے  
میرا دل آخر کار تیرے وصل کی آرزو خاک میں لے گیا  
(تو نے) قدموں کو دھست نہیں دی، میری ہالیں پر نہیں آیا  
کاش میرے عشق کا کام جنوں سے دو ایک روز (اور) کھینچے  
کہ اس شورش کا دامن کھینچوں اور صحرا میں لے جاؤں

وہ چہ حال است کہ ناچار ز بزم افہار  
از تو چوں ی گزدم، از سر جاں ی گزدم  
یارب اے خانہ برانداز کہا ای تو کہ من  
خاک مالیدہ بہ تن شام و صحر در چہ دوم  
ترک کن میر بکائے دل شب را دو سرہ روز  
دور چشم تو ز حد پیش نمودہ ست دوم

۳۵۷

مردم بہ ذوقی تخی تو خوں سیر ی خورم  
من سے بہ طاق ابروئے شمشیر ی خورم  
موشدہ سلیطہ و ظل مزاجی ہاں کہ بود  
چوں صبح بحر گشتہ ام و شیر ی خورم  
از من مکان آں ستم آئیں فی سقد  
چوں ی شوم مقابل او حیر ی خورم  
از بہر من بہ قید جنوں ایں قدر بس است  
ہر روز چند دانہ زنجیر ی خورم  
از فرط غم چہ از ہنگی زرد گشتہ ام  
گر دست ی دہد بہم اکسیر ی خورم  
ہست ایں جواب آں غزل آرزو کہ گشت  
در ہر قدم ز آبلہ زنجیر ی خورم  
ستم فقیر میر و نیم لذت آشنا  
نان جواں بہ ناں خوردن بحر ی خورم

۳۵۸

چہ اہک سختی غربت کشیدہ ی آیم  
چکیدہ دل ام از راہ دیدہ ی آیم  
ہزار حیف اگر گل بہ من نہ بچندہ  
ز آشیان بہ امیدے پریدہ ی آیم

یہ بھی کیا حال ہے کہ میں طیروں کے خوف سے ناچار  
جب تیرے پاس سے گزرتا ہوں (گو یا) اپنی جان سے گزر جاتا ہوں  
یارب، اے گھروں کے تہا کرنے والے تو کہاں ہے کہ میں  
بدن پر خاک ملے شام و سحر در بدر ہوں  
میرے دو تین روز آدھی رات کا رونا متحرک کر  
تیری آنکھوں کے گرد سے زیادہ ورم آ گیا ہے

۳۵۷

ہر لٹکھ تیری تیغ کے شوق میں خوب خون پیتا ہوں  
میں ششیر کے طغیہ ابرو سے شراب پیتا ہوں  
بال سفید ہو گئے اور بچکانہ مزاج وہی ہے جو کہ تھا  
صبح کی طرح بوڑھا ہو گیا اور دودھ پیتا ہوں  
میں اس ستم آئیں کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا  
جب اس کے مقابل ہوتا ہوں تیر کھاتا ہوں  
جنوں کی قید میں میرے لیے اتنا ہی کافی ہے  
ہر روز ذخیرہ کی چند گزیاں کھاتا ہوں  
فہم کی زیادتی سے بالکل پہلا پڑ گیا ہوں  
اگر ہاتھ لگ جائے اکسیر کھاؤں گا  
یہ آرزو کی اس غزل کا جواب ہے کہ (جس نے) کہا تھا  
ہر قدم پر آہ کی وجہ سے لڑکھڑاہا ہوں  
میرے فقیر ہوں اور لذت سے واقف نہیں ہوں  
تازہ روٹی باسی شوربے کے ساتھ کھاتا ہوں

۳۵۸

الٹک کی طرح غربت کی سخی پھیل کر آیا ہوں  
دل سے ٹپکا ہوں، آنکھوں کی راہ سے آیا ہوں  
جزا حیف اگر کل مجھ سے تعلق نہ رکھے  
آشیاں سے ایک امید کے ساتھ اڑ کر آیا ہوں

اگر ز سائے خود دھتے کسم بر جاست  
شکار دشت جنوں ام رمیدہ می آیم  
تو آہ گوش پہ حرم نمی گذاری و من  
چہ با برائے تو اسے گل شنیدہ می آیم  
ز حال میر چہ پری کہ من پہ حال خراب  
قدادش پہ سر راہ دیدہ می آیم

۳۵۹

چش از این ما ہم سخن ساز گوے داشتیم  
تو خط دل چسپ ، شعلیق گوے داشتیم  
حالیا در کشور خوبی کف خاکسترایم  
یاد آئے کہ چوں آئینہ روے داشتیم  
بعد ما روزے گلہ بر پیہ مجنونش قدا  
گفت ما ہم این چشیں ڈولیدہ موے داشتیم  
غیبت آں شور مزج آنکوں کہ چوں دیوانگان  
بر سر کوئے کسے شب ہائے و ہوئے داشتیم  
لطف لطف سوئے او اقلان و خیزاں می شدیم  
تا پہ تن جاں داشتیم انداز گوے داشتیم  
بہر آں سرمایہ جاں ہر درے را می زدیم  
طاقتے تا بود در پا جھجھوے داشتیم  
یاد آں عاشق شرابی ہا کہ روز و شب پہ باغ  
چوں گل قریاک ما با خود سیوے داشتیم  
موسم دیوانگی خوش موے بودہ مست میر  
با خیال یاد ہر دم کھنگوے داشتیم



اگر اپنے سائے سے وحشت کروں بھا ہے  
 وحشت جنوں کا شکار ہوں، بھاگ کر آیا ہوں  
 تو آہ بات میری نہیں سنا اور میں  
 اسے گل تیرے لیے کیا کیا کچھ سنا آیا ہوں  
 میر کا حال کیا پوچھتے ہو کہ میں خراب حال میں  
 اسے راہ میں پڑا ہوا دیکھ کر آ رہا ہوں

۳۵۹

اس سے پہلے ہمارا بھی ایک عمدہ سخن ساز (دوست) تھا  
 ایک دل چسپ لوح، شطیلیق گوا (دوست) تھا  
 اب کشور غولہ میں (ہم) کف خاکستر ہیں  
 وہ دن یاد آتے ہیں کہ (جب) آئینے کی طرح چہرہ رکھتے تھے  
 ہمارے بعد ایک دن (اس نے) اپنے بید مجنوں پر نگاہ ڈالی  
 (اور) کہا ہم بھی ایسا ہی ڈولیدہ مو<sup>۱</sup> رکھتے تھے  
 وہ شور مزاج اب نہیں ہے کہ دلیق انوں کی طرح  
 کسی کے کوپے میں رات کو ہائے وہ کرتے تھے  
 (ہم) دم بدم اس کی طرف گرتے پڑتے جاتے تھے  
 جب تک جسم میں جاں رکھتے تھے گیند کا (سا) انداز رکھتے تھے  
 اس سرمایہ جاں کے لیے ہر دروازے کو کھٹکھٹاتے تھے  
 جب تک پاؤں میں طاقت تھی جستجو کرتے تھے  
 ان عاشق شراہوں کی یاد کہ باغ میں روز و شب  
 گل قریاک<sup>۲</sup> کی طرح ہم سبواپنے ساتھ رکھتے تھے  
 موسم دیوانگی اچھا موسم رہا تھا میر  
 یار کے خیال سے ہر دم گفتگو کیا کرتے تھے

۱۔ فصیح و بلیغ سمجھ کر نے والا۔

۲۔ جھبرے بالوں والا۔

۳۔ ابلوں کا پھول۔

۳۶۰

چہ تھک ام جانب صحرا وگر روی کسم  
کار خود را در جنوں این ہار یک سو می کسم  
آخر از جور تو ثواب گشت روز من سیاہ  
اندک اندک با فغان ہمہ شب خوشی کسم  
ہوئے او بسیار می ماند بہ ہوئے یار میر  
زین سبب در باغ گل را دیر تر بودی کسم

۳۶۱

بے تو شاخ پریدہ را نام  
جازہ آفت رسیدہ را نام  
رقم از جا و ہستم جاے نام  
رنگے از رخ پریدہ را نام  
غیبت بیش از خیال ہستی من  
صورت ناکشیدہ را نام  
شد رہ آہیاں فراموشم نام  
طائر نور پریدہ را نام  
من ادب دان بزم دہر ہینم نام  
ظفل صحبت نہ دیدہ را نام  
چشم غوں ہار کرد گل رجم نام  
صیدے در غوں چیدہ را نام  
میر در غورگی موج شدم نام  
میوہ خام چیدہ را نام

۳۶۲

بے سبب غیبت کہ پا بر سر دنیا زدہ ایم  
تھک بودیم در این خانہ چہ صحرا زدہ ایم

۳۶۰

بہت تنگ (ہو کر) صحرا کی طرف دو پارہ رخ کرتا ہوں  
 اپنا کام جنوں میں اس مرتبہ یک سو کرتا ہوں  
 آخر حیرے ظلم سے میرا دل تاریک ہو جائے گا  
 تھوڑی تھوڑی فغانِ غم شب کی خواہل رہا ہوں  
 اس کی خوشبو بہت زیادہ یار کی خوشبو کی طرح ہے میرے  
 اس سبب سے (میں) باغ میں گل کو زیادہ دیر تک سونگھتا ہوں

۳۶۱

تیرے بغیر کئی ہوئی شام کی طرح ہوں  
 تازہ آفت رسیدہ کی طرح ہوں  
 جگہ سے چلا گیا اور میری جگہ نہیں ہے  
 چہرے سے اڑے ہوئے رنگ کی طرح ہوں  
 میری ہستی (ایک) خیال سے زیادہ نہیں  
 بغیر کچھنی ہوئی تصویر کی طرح ہوں  
 مجھ سے آشپاں کی راہ فراموش ہو گئی ہے  
 نئے اڑے ہوئے پرندے کی طرح ہوں  
 میں دنیا کی بزم کے آداب جاننے والا نہیں ہوں  
 اس بچے کی طرح ہوں (جسے) لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کا موقع نہیں ملا ہے  
 غوں بہانے والی آنکھوں نے مجھے گل رنگ کر دیا  
 خوں میں تڑپتے ہوئے شکار کی طرح ہوں  
 میرے کمال تک پہنچنے سے پہلے مجھے ذوال آسمیا  
 کچے توڑے ہوئے پھل کی طرح ہوں

۳۶۲

بے سبب نہیں ہے کہ ہم نے دنیا پر لات ماری ہے  
 (ہم) اس گھر میں تنگ تھے صحرا کی طرف نکل گئے ہیں

ہے رخت خوں شدہ از دیدہ فردرخت است  
 گر بہ تکلیف کسے ساغر صہبا زودہ ایم  
 معتر نیست اگر حرف پریشاں مستقیم  
 نذر ما را چہ یرید کہ سوزادودہ ایم  
 باعث رفتن سرہائے کساں خواہد شد  
 در رو عشق تو ایں تیشہ کہ بر ما زودہ ایم  
 کم نہ شد سوز و درون گرچہ ز بے تابی میر  
 بارہا مضطرب الحال بہ دریا زودہ ایم

۳۶۳

چہ توت چیں فلک من نہ عالم  
 چہ لازم کہ بر شیشہ ناں را بہالم  
 ز عالم سخن با مصیبت کشے کن  
 چہ داند آسودگان در چہ عالم  
 ز دنیا و عقبی چہ کار است ما را  
 چہ معشوق گدازیم از ہر دو عالم  
 جدا از تو ملت است گر من بہیرم  
 کہ جاں بر لب آمد ز شوق و سالم  
 فلک کاہش بندہ واجب شمارد  
 از آن رو کہ چوں پدر صاحب کمالم  
 نہ دامن ز بالیدن و سبز عشق  
 کہ پژمرده از خاک سرزد نہالم  
 بتالم چہ آن کر میر ہر دم  
 جز ایں گلذرد بچہ اندر نہیالم

۳۶۴

چہ می پری چہ لڑبت شعار عشقن کردم  
 ز حد بگذشت رسوائی کہ من ترک وطن کردم

حیرے رخ کے بغیر خون ہو کر آنکھوں سے زمین پر بہ گیا  
 اگر ہم نے کسی کی درخواست پر ساغر صبا چڑھایا  
 ہم نے اگر پریشان گفتگو کی (تو وہ) معتبر نہیں ہے  
 ہمارا عذر قبول فرمائیے کہ (ہم) سو داؤدہ ہیں  
 کن کن لوگوں کے سراڑ جانے کا باعث بن جائے گا  
 تیری راہ عشق میں یہ تیشہ جو ہم نے خود پر مارا ہے  
 سوزِ دروں کم نہیں ہوا اگرچہ میرے تابی سے  
 بار بار پریشان (ہو کر) سمندر (بھی) پٹی چکا ہوں

۳۶۳

کھانے کے لیے فلک کے سامنے میں نہیں روتا  
 کیا لازم ہے کہ بے فائدہ کام کروں  
 میرے حال کی بات کسی مصیبت کش سے کر  
 آرام سے رہنے والے کیا جانیں (کہ میں) کس حال میں ہوں  
 دنیا اور عقبنی سے ہمارا کیا کام ہے  
 اس کے عشق میں ہر دو عالم کو ترک کر چکے ہیں  
 تجھ سے جدا (ہو کر) مفت ہے اگر میں مرجاؤں  
 کہ تیرے وصال کے شوق میں جان لب پر آگئی ہے  
 آساں میری کاہلی کو واجب شمار کرتا ہے  
 اس وجہ سے کہ (میں) بدر کی طرح صاحب کمال ہوں  
 میں نشوونما پانا اور سبز ہونا نہیں چاہتا  
 کہ میرا پودا مٹی سے (ہی) مرجھایا ہوا نکلا تھا  
 اس کمر کے لیے میرا ہر دم روتا ہوں  
 اس کے سوا کچھ بھی میرے دھیان میں نہیں آتا

۳۶۴

کیا پوچھتے ہوں کیوں میں نے غریب الوطنی کو اپنا شعار کر لیا  
 رسوائی حد سے (اجنی) گزر گئی (تھی) کہ میں نے ترک وطن کر لیا

نیاید در مشام از چچ شام گفتہ آنے  
 بہ امید وفا بسیار گشتہ این چمن کردم  
 بہ یادم داو از نو بے کسی یاران ویریں را  
 شدم تنہا و یاد عہد قیس و کوکن کردم  
 نمی بروم ترا کاش از رو ویر و حرم ظالم  
 بجائے بے حدے بر حال شیخ و برہمن کردم  
 دگرگوں گشتہ رنگ بزم از حرف غم افزایت  
 غلط کردم ترا اے میر تکلیف سخن کردم

۳۶۵

خواہم کہ شوم ابر تر و زار بگریم  
 بر رو بکھم دامن و بسیار بگریم  
 یارب چہ تنہاست گرہ در دل دارم  
 ہر گاہ کشایم لب اکتہار، بگریم  
 از چاک جگر طرح کنم خندہ کہ تا چند  
 بے روئے گلے در پس دیوار بگریم  
 شرط است اگر کار کند جذب محبت  
 حشکش بہ بغل در کھم و زار بگریم  
 صد رنگ سخن میر بہ لب دارم و ناچار  
 وقتے کہ سہد کار بہ گفتار بگریم

۳۶۶

بہ جانم از فراقت جتائے صد بلا مستم  
 کہ افسون جدائی خواند کز جاناں جدا مستم  
 شناساے نہ ماند از آشیانم در بنج ہرگز  
 کہ بعد از جدے از قید صیاداں رہا مستم

کسی بھی شاخ سے محبت کی بوشام میں نہیں آئی  
 وفا کی امید پر اس چمن میں بہت گشت کی  
 بے کسی نے پھر سے پرانے دوستوں کی یاد دلا دی  
 تنہا ہو گیا اور قہیں دکھن کا عہد یاد کیا  
 کاش اے عالم میں تجھے دیر و حرم کی راہ سے نہیں لاتا  
 شیخ و برہمن کے حال پر (میں نے) بہت غلم کیا  
 تیری غم افزا باتوں سے رنگ بزم و گرگوں ہو گیا  
 غلط کیا کہ اے میرے تجھے (میں نے) دعوتِ سخن دی

۳۶۵

چاہا تھا کہ ابرق بن جاؤں زار زار روؤں  
 دامن کو منہ پر تان لوں اور بہت روؤں  
 یارب میرے دل زار میں کس تنہا کی چھانے ہے  
 جب بھی لب اکھبار کھولتا ہوں، روتا ہوں  
 چاکہ جگر سے خندہ ایجاد کرتا ہوں کہ کب تک  
 اس گل کو دیکھے بغیر دیوار کے پیچھے روؤں  
 شرط ہے کہ اگر جذبِ محبت کام کرے  
 اس کو بغل میں سختی سے لیناؤں اور بہت روؤں  
 میرے (میرے) لب پر سوطر ح کی گفتگو ہے، مگر مجبور (ہوں)  
 جس وقت باتوں سے مقصد حاصل ہو سکتا ہو، رو پڑتا ہوں

۳۶۶

(میں نے) اپنی جان کو اس کے فراق میں سوجاؤں میں جتلا کر دیا ہے  
 کس نے جدائی کا جادو کیا کہ میں جاناں سے جدا ہو گیا  
 چمن میں میرے آشیان کا کوئی شہ سا باقی نہیں رہا  
 کہ مدت کے بعد صیادوں کی قید سے رہا ہوا ہوں

ہے اخلاص دل از من سر نہ زد یک سجدہ ہم گاہے  
 چہ شد چوں مقرر تصحیح عمرے منتظر  
 من از طلب بہار آگاہ نہم کز بے دماغی با  
 نہ با بلبل سخن کردم نہ در گزار و اسختم  
 کدامین شیوہ اش باعث نہ شد نومیدی دل را  
 نہ دالم میر با او بر چہ امید آشنا سختم

۳۶۷

کے خون دل پہ راو نگارے نہ رخنم  
 یا از سرشک رنگ بہارے نہ رخنم  
 شاید کہ چلے تپ و جاں وہ ز رشک  
 از احتیاط گل پہ مزارے نہ رخنم  
 داغ ام از این کہ عمر پہ سے خانہ رفت و میر  
 آہے بہ دست بادہ گسارے نہ رخنم

۳۶۸

بھر	خون	است	چشم	پر خونم
گل	بھری ست		اخک	گلگونم
داغ	جوش		سرشک	گلگونم
چوں	شقائق	تمام	در	خونم
خانہ	شوق	دل	خراب	شود
دیدم	آزار ہا		و	ممنونم
فخر	من	نیست	از	جنوں
کلیہ	دار		مزار	مجنونم



مجھ سے کبھی دل کے اخلاص کے ساتھ ایک سجدہ بھی ادا نہیں ہوا  
 کیا ہوا جو میں تسلی کے منقری کی طرح ایک عمر مقتدا<sup>۲</sup> رہا  
 میں لطف بہار سے آگاہ نہیں ہوں کہ بے دماغیوں (کی وجہ) سے  
 نہ بلبل سے گھٹلو کی اور نہ گلزار میں کھل کر گشت کی  
 کب اس کا شیوہ دل کی مایوسی کا باعث نہیں رہتا  
 نہیں جانتا میر کہ میں اس سے کس امید پر آشنا ہوا

۳۶۷

کب میں نے معشوق کی راہ میں غلوں نہیں بہایا  
 یا میں نے آنسوؤں سے رنگ بہار نہیں بکھرائے  
 شاید کہ بلبل تو اپنے اور دھک سے جان دے دے  
 (میں نے) احتیاط کی وجہ سے حزار پر پھول نہیں برسائے  
 اس بات کا رنج ہے کہ تمام عمر سے خانے میں گیا اور میر  
 کسی ہادہ گسار کی خدمت نہیں کی

۳۶۸

میری چشم پر غلوں عمر خوں ہے  
 میرا سرخ آئینہ بکلی بکری<sup>۳</sup> ہے  
 میرے گلگوں اٹک کے جوش کا داغ  
 لالہ کی طرح تمام میرے خون تر میں ہے  
 دل کا خانہ شوق ویران ہو جائے  
 ہزاروں دکھ اٹھائے اور (پھر بھی) شکر گزار ہوں  
 میرا فخر جنوں سے خالی نہیں ہے  
 میں مجنوں کے حزار کا بھی دار ہوں

<sup>۱</sup> صبح کا بڑا وقت، صبح۔

<sup>۲</sup> شیوہ۔

<sup>۳</sup> ایک قسم کی سرخ سی۔

گرچه سحر است حرف من لیکن  
 در تو کارے نہ کرو افسوسم  
 مزدوم دل ہماں تپش دارد  
 با قیامت ہ خاک مدفونم  
 کرد آخر مرا برابر خاک  
 پامال خرام گردونم  
 بہت ام لب ہ این زبان دراز  
 چہ بگویم کہ در غمت چنوم  
 جوئے خوں شد رواں ز ویدہ من  
 بگذر اے بے مروت از غونم  
 باقم قہیں چند خواہم داشت  
 دہتے شد کہ من ہ ہامونم  
 تھوہ زیر لب ہ رگے کرد  
 کہ ستم گشتہ شد ہ جان مہرونم  
 حیف کیغیتہ نہ شد ظاہر  
 کس نہ داند کہ من چہ معجونم

۳۶۹

ی رسم از شیر دل، سودا گریم  
 ہر کہ جنس درد دارد، می خریم  
 روز و شب خوں می خوریم از بہر دل  
 دھینے را در بغل می پروریم  
 آتشے بودیم چندے پیش از این  
 این زماں خود تودہ فاکستریم  
 شد حنائی پانچہ مڑگاں ز نون  
 داغ آتش دہی چشم تریم

اگرچہ میری بات (میں) جاوہ ہے لیکن  
 تجھ پر میرے افسوس نے کام نہیں کیا  
 مر گیا اور دل میں وہی تپش ہے  
 خاک میں (ایک) قیامت کے ساتھ مدفن ہوں  
 آخر مجھے خاک کے برابر کر دیا  
 گردوں کے خرام کا پامال ہوں  
 اس دراز زبان کے باوجود ہونٹ سی لیے ہیں  
 کیا کہوں کہ حیرے غم سے کس حال میں ہوں  
 میری آنکھوں سے جوئے خوں رواں ہو گئی  
 اے بے مروت میرے خون سے درگزر کر  
 مجھے یکہ قیس کا ماتم کرنا چاہیے  
 لذت ہو گئی مجھے بیاباں کی طرف گئے ہوئے  
 خندہ زیر لب اس رنگ سے کیا  
 کہ میری جان محروم پرستم ہو گیا  
 حیف میری کھالیت ظاہر نہیں ہوئی  
 کسی نے نہ جانا کہ میری سرشت میں کیا ہے

۳۶۹

ہم شہر دل سے آئے ہیں، سوداگر ہیں  
 جس کے پاس بھی جنس درد ہے، (ہم) خریدتے ہیں  
 روز و شب دل کی خاطر خوں پیتے ہیں  
 دشمن کو بغل میں پال رہے ہیں  
 اب سے کچھ پہلے ہم آگ تھے  
 آج کل (ہم) راکھ کا ڈھیر ہیں  
 پتھر حراں خوں سے حنائی ہو گیا  
 چشم ترکی آتش دہی سے داغ ہیں

وقتِ آخر ہم پہ او گفتہ نہ شد  
 آں چہ در دل بود با خود می پریم  
 شوقِ آں گل باعثِ آوارگیست  
 چوں نسیم صبح کہ بر ہر دریم  
 میر با ما آشنائی مشکل است  
 در نزاکت چوں حراجِ ولیریم

۳۷۰

سخن دیوانہ و عاشقِ ستارم  
 ادا فہمِ تمامِ اجزا خطایم  
 گفتہ مظهرِ دل دیدنی بود  
 نہ بردی رہ پہ احوالِ خرابم  
 خدا ناکردہ گر مجرم پہ دعوی  
 چہ خواہی گفت در محشرِ جوارم  
 چنان گم گشتہ ام کن من اثر نیست  
 ہزارِ افسوس اگر او را نہ یابم  
 دلالت می کند چشمش بر آشوب  
 ر اندازِ نگہ درِ اضطرابم  
 تپاک او پہ دشمنِ جان و دل سوت  
 من از گرمی بے جایش کبابم  
 چہ عالمِ محبت بگذارد اکنوں  
 کہ گم رفتی بہا مستِ شرابم  
 چہ گویم آہِ غفلت راو دل زد  
 جہانے بار بست و من پہ خوابم  
 دمِ آخر بے پریدم از میر  
 نہ کرد اظہارِ عشقش از حجابم

وقتِ آخر بھی اس سے ہجان نہیں کیا  
 جو کچھ دل میں تھا اپنے ساتھ لیے جاتے ہیں  
 اس گل کا شوقِ آوارگی کا باعث ہے  
 (ہم) نیم صبح کی طرح صبح کو ہر در پر ہوتے ہیں  
 میر ہم سے آشنائی مشکل ہے  
 ہم خواست میں دلبر کے حراج کی طرح ہیں

۳۷۰

سخن کا دیوانہ اور کتاب کا عاشق ہوں  
 میں گفتگو کی تمام لطافت کو جاننے والا ہوں  
 دل کے ٹوٹنے کا منظر قابلِ دید تھا  
 (تو) میرے خرابِ حال (کو دیکھنے) کے لیے نہیں آیا  
 خدا نہ کرے اگر میں دعویٰ کے لیے کھڑا ہوا  
 محشر میں مجھے جواب میں کیا کہے گا  
 اس طرح گم ہوں کہ میرا نشان نہیں ہے  
 ہزار افسوس اگر (پھر بھی) اسے نہ پاسکوں  
 اس کی آنکھیں آشوب پر دلالت کرتی ہیں  
 اس کی نگاہ کے انداز سے اضطراب میں ہوں  
 دشمن سے اس کا تپاک جان اور دل کو جلا گیا  
 میں اس کے بے جا جوشِ محبت سے (جل کر) کہاب ہوں  
 (مجھے) میرے حال پر (اے) تختب اس وقت چھوڑ دے  
 کہ (تو) بہت بار مجھ مستِ شراب کو گرفتار کر چکا ہے  
 آہ کیا کہیں خلقت نے دل کو لوٹ لیا  
 دنیا نے اسبابِ باندھ لیا ہے اور میں خیمہ میں ہوں  
 دمِ آخر میرے (میں نے) بہت پچھا  
 میری شرم سے اس کے عشق کا اظہار نہیں کیا

۳۷۱

نکمن الفت کز این آزار مردم  
 نہ دیدم چارہ اسے ناچار مردم  
 سپاریدم بہ زجر خاک در راہ  
 کہ من از رفتن آں یار غروم  
 تانت این زباں بہ لغش من چیست  
 ز عمرے بودہ ام بیمار غروم  
 بہ زندان جہان پیچ در پیچ  
 بہ تنگ آمدہ دلم بسیار غروم  
 نہ دیدم آفتاب روئے او را  
 ز غم در سایہ دیوار غروم  
 ز تن ہاں رفت و می کرم تماشا  
 چہ چشم بسطے بیدار غروم  
 نہ دانم دل کداحں آرزو داشت  
 کہ وقت جاں دہی دشوار غروم  
 چہ گویم آہ از آں آئینہ رو میر  
 عبت در حسرت دیدار غروم

۳۷۲

دل ز جان بندہ شاہست کہ من می دانم  
 باکل طرف کلاہست کہ من می دانم  
 این کہ در آتش غم دل ہمہ شب می سوزد  
 داغ از دوری ماہست کہ من می دانم  
 طور رنجدہ او را تو نمی دانی آہ  
 میر آں خانہ سیاہست کہ من می دانم

۳۷۱

البتہ مت کر کہ اس آزار سے (میں) مر گیا  
 کوئی چارہ نہیں دیکھانا چار مر گیا  
 مجھے شاہراہ عام پر سپرد خاک کیا گیا  
 کہ میں اس یار کی چال پر مرنا تھا  
 اس وقت میرے جنازے پر کیوں افسوس ہے  
 مدت سے بیمار تھا، مر گیا  
 جہان بیچ در بیچ کے زنداں میں  
 میرا بہت دل تنگ آ گیا تھا، مر گیا  
 اس کے چہرے کے آفتاب کو نہیں دیکھا  
 غم سے سایہ دیوار میں مر گیا  
 تن سے جان چلی گئی اور میں دیکھتا رہا  
 کسی ہنسی کی طرح کھلی آنکھوں کے ساتھ مر گیا  
 نہیں جانتا کہ دل کیا آرزو رکھتا تھا  
 کہ (میں) جان دینے کے وقت دشواری سے مرا  
 میرا آہ اس آئینہ برو کی کیا کہوں  
 حسرت و یثار میں غمٹ مر گیا

۳۷۲

دل جان سے ایک شاہ کا بندہ ہے کہ میں جانتا ہوں  
 ایک طرف کلاہ کا مانگل ہے کہ میں جانتا ہوں  
 یہ جو آتش غم سے دل تمام رات جلتا ہے  
 ایک ماہ سے دوری کا داغ ہے کہ میں جانتا ہوں  
 آہ تو اس کا رندانہ طور نہیں جانتا  
 میرا وہ بد بخت ہے کہ میں جانتا ہوں

۳۷۳

مہینائے سفر ہم چوں غریباں در جہاں ماندم  
 در این محنت سرا یک چند من ہم میبہماں ماندم  
 کسم فریادیں جز بے کسی نبود در این داوی  
 کہ چوں صوت جرس بسیار دور از کارواں ماندم  
 نمودم صرف ضعیف دل و مارغ ہرزہ گردی را  
 بہ ہر جا پا نہادم، چوں غبار ناتواں ماندم  
 چو صیدے دلم کاری خوردہ رفتم از سر کوشش  
 کہ بر ہر یک قدم از قطرۂ غوٹے نکاں ماندم  
 چنان بر شمع مجلس میر زد پروانہ از جرأت  
 کہ من تا صبح دم خیران آں آتش بہ جاں ماندم

۳۷۴

غم در دل، بر لب آہ دارم  
 من حال بے تہاہ دارم  
 گلزار شمع کہ در وجودم  
 دشت ام کہ ہزار راہ دارم  
 شد موے سفید و کار نکشود  
 چوں نافہ دل سیاہ دارم  
 بر خاک رو کسے ست رویم  
 یعنی من رو بہ راہ دارم  
 مقصود من آں قہ بلند است  
 دیرے ست کہ حسب چاہ دارم  
 یارب چہ کنم چگونہ دل را  
 ز آں چشم سہ نگاہ دارم



۳۷۳

میں دنیا میں مسافروں کی طرح چلنے کو تیار رہا  
 اس تکلیف کے گھر میں کچھ دن میں بھی مہماں رہا  
 بے کسی کے سوا اس واہی میں کوئی میری فریاد سننے والا نہیں ہے  
 کہ آواز جس کی طرح کارواں سے بہت دور رہ گیا ہوں  
 (میں نے) دل کی رہی سہی توانائی آوارہ گردی کی فکر میں صرف کر دی  
 (سو) جہاں بھی پاؤں رکھا غبارِ نا تو اس کی طرح رہ گیا  
 (میں) کاریِ زخم کھائے ہوئے شکار کی طرح اس کے کوسچے سے گیا  
 کہ ہر ایک قدم پر خون کے قطرے سے نشان چھوڑتا گیا  
 پر دانہ شمع مجلس پر جرأت سے اس طرح لپکا  
 کہ میں صبح تک (اس) آتشِ بہ جاں پر حیراں رہا

۳۷۴

دل میں غم، لب پر آہ رکھتا ہوں  
 میں بہت تباہ حال رکھتا ہوں  
 (میں) گلزارِ نہیں کہ دروازہ بند کر دوں  
 (میں تو) دشت ہوں کہ (میرے) ہزار راستے ہیں  
 پال سفید ہو گئے اور کام نہیں بنا  
 میرے پاس تافے کی طرح سیاہ دل ہے  
 میرا چہرہ کسی کی راہ کی خاک پر ہے  
 یعنی کہ میں رو بہ راہ ہوں  
 میرا مقصود وہ بلند قدم ہے  
 قدرت سے خب چاہ رکھتا ہوں  
 یا رب کیا کروں، کس طرح دل کو  
 اُن سیاہ آنکھوں سے بچاؤں

نے معتقد فقیر کردم  
کارے نہ پادشاہ دارم  
ترک سر خوشی می کسم میر  
من مژدہ پارگاہ دارم

۳۷۵

خیال دید و حرم را ز سر پہ در کردم  
بہ سجدہ اے در سے خانہ سر پہ سر کردم  
مرا ز دید و حرم مطلبے نہ بود اے شوخ  
ز فرط شوق حلاش تو در پہ در کردم  
تمام عمر زدم سر پہ سنگ دور از تو  
بہن کہ عمر گرای چساں بہر کردم  
من از بہار چو آب رواں چہ می دانم  
کہ سرگندہ بہ زہ از چمن گذر کردم  
رو وفا و محبت، رہےست دور و دراز  
در این دو مرحلہ بسیار من سز کردم  
بہائے اشک ہمہ غول گریستم یعنی  
شب فراق بہ صد خون دل سحر کردم  
چنارساں ہمہ در من قنار و پاک بسوخت  
ز دست سوداں خود آتشے کہ بر کردم  
قرا چہ جرم کہ ضبط غنوم نہ شد مقدور  
رسید نام تو در گوش و چشم تر کردم  
ز طرز دیدن او میر فتنہ می بارد  
مہاش این ہمہ غافل، منت خبر کردم

ند میں فقیر کا معتقد ہوا ہوں  
 ند (مجھے) بادشاہ سے کوئی کام ہے  
 میرے میں اپنے سر کا ترک کرتا ہوں  
 (مجھے اُس) بارگاہ سے مژدہ آیا ہے

۳۷۵

(میں نے) دیر و حرم کے خیال کو سر سے نکال باہر کیا  
 میں نے سہدے سے در سے خانہ برابر کر دیا  
 مجھے اے شوخ دیر و حرم سے مطلب نہیں تھا  
 فرط شوق میں تجھے در پہ در تلاش کیا ہے  
 تجھ سے دور (رو کر) تمام عمر سر کو پتھر پہ مارا  
 دیکھ کہ میں نے عمر عزیز کس طرح بسر کی  
 میں اب رواں کی طرح بہاؤ کو کیا جانتا ہوں  
 کہ سر جھکا کر بچن کے پیچھے سے گزرا ہوں  
 وفا اور محبت کی راہ، دور دراز کی راہ ہے  
 ان دو مرحلوں میں میں نے بہت سڑ کیا ہے  
 اٹک کے بھائے تمام خون رو یا ہوں یعنی  
 شب فراق کو صد خون دل سے سحر کیا ہے

چنار کی چنگاریوں طرح ساری (کی ساری) مجھ پر پڑی اور بالکل جلا دیا  
 اپنے ہاتھ ملنے سے جو آگ میں نے جلائی تھی  
 تیرا کیا قصور کہ (میرے پاس) اپنے آپ پر قابو رکھنے کی طاقت نہیں تھی  
 تیرا نام کانوں میں پڑا اور (میں نے) چشم تر کر دی  
 اس کے دیکھنے کی طرز سے میرے فتنے برستا ہے  
 اتنا غافل مت رہ، میں نے تجھے خبردار کر دیا

۳۷۶

زلف با دستار می جوچد، ادا را بنده ام  
 شرم از آئیند می دارد، حیا را بنده ام  
 چشمت زلفش نه امروزے ست با جام و لے  
 ہر گم و بے گاہ تحریک صبا را بنده ام  
 در خرید دلبران بے مروت میستم  
 می کشم حکم دل خود، من وفا را بنده ام  
 می کند احیا ز لطف و می کند از ناز و محشم  
 کشد آں الکات ام، این جفا را بنده ام  
 گریہ با در گوشہ محراب دارم روز و شب  
 با بتانم نیست روئے دل، طعنا را بنده ام  
 غرق کونہ دامن کے پہ دل می چندم  
 من کہ چسپاں جامد و چاک قبا را بنده ام  
 در امید یک نگاہے لطف جان میر رفت  
 دلبران پوشیدن چشم شام را بنده ام

۳۷۷

بنده	یو	تراپ	گردیم
دزد		آفتاب	گردیم
این	چمن	عیت	جائے آسائش
ہر	طرف	ہم	چو آب گردیم
نستیم	شد	بہ	زلف او چو درست
جملہ	تن	چچ	و تاب گردیم
او	مئے	تاب	خورده با دشمن
من	ز	غیرت	کباب گردیم
عاقبت	بر	کناد	پاس وفا
قابل	صد	عقاب	گردیم

۳۷۶

زلف کو دستار میں لپیٹتا ہے، (اس کی) ادا کا غلام ہوں  
 آئینے سے شرماتا ہے، (اس کی) حیا کا غلام ہوں  
 اس کی زلف کا بیچ و خم جان پر صرف آج ہی نہیں ہے، لیکن  
 ہر گاہ وہ بے گاہ مہا کا (اس کی زلفوں کو) چھیڑنے (کی حرکت) کا غلام ہوں  
 بے حرکت دلبروں کا زرخیز نہیں ہوں  
 اپنے دل کا حکم بھالاتا ہوں، وفا کا غلام ہوں  
 لطف سے زندہ کرتا ہے اور تازہ چشم سے مار دیتا ہے  
 اس التفات کا کشتہ ہوں، اس جفا کا غلام ہوں  
 گوشہ محراب میں روز و شب روتا رہتا ہوں  
 میرا روئے دل بتوں کی طرف نہیں ہے، خدا کا بندہ ہوں  
 کوتاہ دامن خرقے کو کب دل سے لگاتا ہوں  
 میں (جو) کہ نکل پوشاک اور چاک قبا کا غلام ہوں  
 ایک حمایت کی نگاہ کی امید میں میری جان چلی گئی  
 دلبر و مہماری ہے اہل خانہ کی کا غلام ہوں

۳۷۷

بندہ بھرتاب بن گیا  
 آفتاب کا فزہ بن گیا  
 یہ چین راحت کی جگہ نہیں ہے  
 (میں نے) ہر طرف پانی کی طرح گشت کی  
 میرا تعلق اس کی زلف سے جب قائم ہو گیا  
 (میں) جملہ تن بیچ و تاب ہو گیا  
 اس نے سے ناب دشمن کے ساتھ بی  
 میں غیرت سے (جل کر) کہاں ہو گیا  
 آخر کار پاس و لا کے گناہ پر  
 صد عتاب کا مستحق ہو گیا

بزم	امکان	ند	داشت	کسیست
من	چہ	جام	شراب	گردیدم
بودہ	ام	میر	شہر	آبادے
رفتہ	رفتہ	خراب	گردیدم	

۳۷۸

غبارِ سحتم و سوزائے جستجو دارم  
 چہ بادِ رفق و دردِ سرِ ہوائے او دارم  
 چہ دردِ دلِ کسب از من سخن نمی آید  
 زماں زماں ز غمشِ گریہ در گلو دارم  
 کتوں کہ وصلِ میسر شدہ ست و می کریم  
 در ایں غمِ ام کہ نہ دامن چہ آرزو دارم  
 چہ کسبِ کسبِ سخن گوئے روئے آئینہ  
 ز خویشِ رفق و با خویشِ گفتگو دارم  
 چہ شد کہ مبتدل ام، اعتبارِ من باقی ست  
 مثالِ آئینہ در چشمِ ہر کہ رو دارم  
 بیا کہ شوقِ پہ دیوانگی کشید آخر  
 ز درِ بر سرِ کوئے تو ہائے و ہو دارم  
 بغیرِ حوصلہ یک جردِ میرِ نتواں خورد  
 از آن شرابِ محبت کہ در سبہ دارم

۳۷۹

ز جوشِ شوقِ چہ مستِ شرابِ می گردم  
 مریدِ احمدِ جامِ ام، خرابِ می گردم  
 چہ غم ز مردنِ خویشم کہ روزِ حشرے ست  
 اگرچہ می روم انا شبابِ می گردم

بزم امکاں کہتے نہیں رکھتی تھی  
میں ایک جام شراب کی طرح پھرا  
میر میں ایک آدا شہر ہوا کرتا تھا  
(گھر) رفو رفو اجڑ گیا

۳۷۸

غبار ہو گیا ہوں اور جستجو کا بخون رکھتا ہوں  
ہوا میں بکھر گیا ہوں سر میں اس کا سودا رکھتا ہوں  
کیا درد دل بیان کروں مجھ سے بات نہیں کی جاتی  
کبھی کبھی اس کے غم میں خاموشی سے روتا ہوں  
اب جب کہ وصل بھٹر ہو گیا ہے اور (میں) روتا ہوں  
اس غم میں ہوں کہ نہیں جانتا کہ کیا آرزو رکھتا ہوں  
آئینے کے سامنے باتیں کرنے والے ٹھنڈے ٹھنڈے ٹھنڈے کی طرح  
خود سے گزر گیا ہوں اور خود سے باتیں کرتا ہوں  
کیا ہوا کہ میں مبتدل ہوں، میرا اعتبار باقی ہے  
اس کی آنکھوں میں، آئینے کی طرح جس کے مقابل ہوتا ہوں  
آ کر شوق آغزو پاگلی تک پہنچ گیا ہے  
دیر سے حیرے کو سچے میں پاؤ ہو کر رہا ہوں  
حوصلے کے بغیر میرا ایک گھونٹ بھی نہیں پیا سکتے  
اس شرابِ محبت کا، جو (میرے) سبب میں ہے

۳۷۹

شوق کے جوش سے مست شراب کی طرح ہو رہا ہوں  
احمر جام کا مرید ہوں، غراب ہو رہا ہوں  
اپنے مرنے کا کیا غم کہ روزِ حشر (سلامت) ہے  
اگرچہ (میں) جا رہا ہوں لیکن جلد لوٹ آؤں گا

بہ سیر باغ ام و دارفتہ فائے خود ام  
 پے ز خویش گذشتن چو آب می گرم  
 نہ بہر خاطر غیر ایں خطاب امروزے ست  
 ہمیشہ مورد چشم و عتاب می گرم  
 ز ضعف ہر کفضم چشم بستہ می گرم  
 ترا خیال کہ مال بہ عتاب می گرم  
 مجھے بر آتش دل گریہ ام نہ زد آہے  
 دام داغ ام و ہر دم کہاب می گرم  
 تک شراب چناں ام کہ شرح نتوان داد  
 بہ یک پیالہ سے بے حجاب می گرم  
 گرینہ نیست مرا از حلاش او ہرگز  
 چو سایہ در پئے آن آفتاب می گرم  
 ثبات من نہ بود یک نفس فزوں تر میر  
 در ایں محیط چہ شدہ چوں حباب می گرم

۳۸۰

مرد ز دیدہ کہ من خاطر غمیں دارم  
 نگاہ حسرت ام و گریہ در سکین دارم  
 بیا کہ سوز دروں آتشے چہ دل زدہ است  
 چہ رنگہ صبح سحر جاں در آتشی دارم  
 اوائے کہنہ او را چہ من کہ می فہم  
 کہ دلم می بخورم و بر لب آفریں دارم  
 امید بست کہ ایں باتواں قبول افتد  
 کہ من فقیر تک مایہ ام، ہمیں دارم  
 چہ ایں امید کہ یک صبح رو بہ من آری  
 سر نیاز چہ ہر شام بر زمیں دارم



باغ کی سیر کر رہا ہوں اور اپنی قفا پر فدا ہوں  
 اپنے آپ سے گزر جانے کے لیے پانی کی طرح پھر رہا ہوں  
 یہ غلاب آج غیر کی طرف داری میں نہیں  
 (میں تو) ہمیشہ عیش و شباب کا موردِ نظر رہا ہوں  
 ضعف سے ہر دم میری آنکھ بند ہوئی جاتی ہے  
 (اور) تجھے خیال ہے کہ میں بالکل پہ خواب ہو رہا ہوں  
 کبھی دل کی آگ پر میرے آنسوؤں نے پانی نہیں چھڑکا  
 ہمیشہ داغ (رہا) ہوں اور ہر دم (جل کر) کباب ہوتا ہوں  
 جیسا میں تلک شراب! ہوں اس کی شرح نہیں کر سکتے  
 ایک پیالہ سے سے بے تکلف ہو جاتا ہوں  
 مجھے اس کی تلاش سے ہرگز گریز نہیں ہے  
 سارے کی طرح اس آفتاب کے لیے گردِ دل کرتا ہوں  
 میرا ثبات ایک نفس بھی زیادہ نہیں ہو سکتا میر  
 اس بحر میں کیا ہوا جو نہاب کی طرح پھرتا ہوں

۳۸۰

آنکھوں سے نہ جاؤ کہ میں خاطرِ طمیں رکھتا ہوں  
 (میں) لگاؤ حسرت ہوں اور گریہ کہیں میں رکھتا ہوں  
 آ کہ سوزِ دردوں نے دل کو آگ لگا دی ہے  
 طبعِ سحر کی طرح جانِ آستین میں رکھتا ہوں  
 اس کے کہنے کی دوا میری طرح کون سمجھ سکتا ہے  
 کہ ڈھمکھاتا ہوں اور لب پر آفریں رکھتا ہوں  
 امید ہے کہ یہ باتو اس قول ہوگا  
 کہ میں تلک مایہ فقیر ہوں، یہی رکھتا ہوں  
 اس امید پر کہ ایک صبح (خو) میری جانب رخ کرے  
 سرِ نیازِ ہر شام زمین پر رکھتا ہوں

شوم غبار کہ تقریبِ محبت بہتر از این  
کہ قصدِ کوئے تو از دیرِ دلِ تھیں دارم  
ز رنگِ شمعِ او میرِ داغ شد دلِ من  
دلیلِ روشنِ این آہ آتھیں دارم

۳۸۱

چشمِ از گریہِ برنے دارم  
کہ ہمیں دیدۂ غمے دارم  
تو بسرِ برِ بہِ خاطرِ شادے  
من دلے دارم و غمے دارم  
یِ رومِ چشمِ گرمِ ناکرودہ  
چوں شررِ فرصتِ کے دارم  
گر چہ بآستِ عالمے بے من  
بے تو من نیزِ عالمے دارم  
چوں نمِ محبتِ دلِ زارے  
یِ کسکمِ نالہ تا دے دارم  
سادگیِ ہائے من ہمیں کہ بخور  
چشمِ لعلے از او ہے دارم  
دلِ چہ آں زلفِ میرِ خواہم بست  
چہ کسکمِ حالِ در ہے دارم

۳۸۲

بزمِ برہمِ زوۂ عالمِ امکانِ دیدم  
تا چہ گویم کہ عجبِ خوابِ پریشانِ دیدم  
غالبِ استِ این کہ ز طوفانِ قیامت نہ شود  
آں چہ پردوئے تو از دیدۂ گریاںِ دیدم  
یادگارے ز اسیرانِ چمنِ آخرِ کار  
مشتِ پرِ درِ کجا دیوارِ گلستاںِ دیدم

غبار ہو جاؤں کہ اس سے بہتر صورت نہیں ہے  
 کہ دیر سے تیرے کوپے کا قصد دل میں رکھتا ہوں  
 اس کے شقی رنگ سے میرا دل داغ ہو گیا  
 اس (بات) کی روشنی دلیل (کے لیے) آؤ آتھیں رکھتا ہوں

۳۸۱

آنکھوں کو میں رونے سے روک نہیں پاتا  
 کہ میرے پاس یہی تم آنکھیں ہیں  
 تو خاطرِ شاو کے ساتھ زندگی کر  
 میں دل رکھتا ہوں اور غم رکھتا ہوں  
 کسی (نظارے) کو رغبت سے دیکھے بغیر جا رہا ہوں  
 شرر کی طرح فرصت کم رکھتا ہوں  
 گرچہ تیرے ساتھ میرے بغیر ایک عالم ہے  
 تیرے بغیر میں بھی ایک عالم رکھتا ہوں  
 مجھ سا کوئی دل زار کا ستا یا ہوا نہیں  
 نالہ کھینچتا رہوں گا جب تک سانس ہے  
 میری سادگی دیکھ کر ابھی تک  
 اس سے مہربانی کی ساری امیدیں رکھتا ہوں  
 دل کو میرا اس زلف سے ہاتھوں گا  
 کیا کروں حال میرا پریشان ہے

۳۸۲

میں نے عالم امکان کی برہم ہوئی بزم کو دیکھا  
 کہاں تک کہوں کہ مجھ خواب پریشان دیکھا  
 یہ یقین ہے کہ طوفانِ قیامت سے (نہی وہ) نہیں ہوگا  
 جو کہ تیرے ہجر میں دیدہ گریاں سے دیکھا  
 چمن کے اسیروں سے یادگار، آثر کار  
 میں نے مشتبہ پر دیوارِ گلستاں کے پیچھے دیکھے

دل کہ در پیچہ من قطره غونے بودہ ست  
چوں بہ چشم آمد از او شیوہ طوفاں دیدم  
در گلستان جہاں رنگ نہ دارم کہ چہ گل  
من ہمیں دلم دل و چاک گریاں دیدم  
چوں تسلی شوم از دلدی غم خواہاں  
من کہ شب لخت بگر بر سر مژگاں دیدم  
ہر کسے گل بہ گریاں ز گلستان تو رفت  
میر را لخت دل خویش بہ داماں دیدم

۳۸۳

از عدم حیران کار دل بہ دنیا آدمیم  
شکل تصویر ایم از خود رفت پیدا آدمیم  
جملہ تن مصروف دل جوئی چہ تار سمہ شد  
ما بہ چشم مرواں از راو دل ہا آدمیم  
رفت خویش ایم ورت منزل ما دور بود  
شوق ما دامن کش ما شد کہ ایں جا آدمیم  
عائے لبرچہ ما و چشم ما بر راو ماست  
انظارے می کشیم از خویش و ہر جا آدمیم  
غرق وہم ایم و دنیا خویش را فہیدہ ایم  
ورت چوں موج از پئے رفتن مینا آدمیم  
جلوہ ہا داریم و از ہر جلوہ بے خود گشتہ ایم  
خود تماشا ایم و خود بہر تماشا آدمیم  
ہر نفس گم گشتہ ما را چہ ی پری کہ میر  
چتوئے خویش می داریم ما تا آدمیم

۳۸۴

بہ روئے تو چہاں نظر داشتم  
بلائے جب زبیر سر داشتم

دل کہ میرے سینے میں ایک قطرہ خوں تھا  
 جب آنکھ تک آیا اس میں طوفاں کا انداز پایا  
 (میں) دنیا کے گلستان سے بہرہ ور نہ ہوا کہ گل کی طرح  
 میں نے یہی دھم دل اور چاک گریباں دیکھا  
 غم خواروں کی دلدہی سے کس طرح تسلی پاؤں  
 کہ میں نے رات کو تختہ جگر کوڑاں کے اوپر دیکھا ہے  
 حیرے گلستان سے ہر ایک گریباں میں پھول لے کر گیا  
 میرے کو اپنے دل کے گلے دامن میں (لے جاتے) دیکھا

۳۸۳

ہم کار دل سے حیران عدم سے دنیا میں آئے  
 فکل تصویر ہیں، از خود رفتہ ظاہر ہوئے ہیں  
 سارا بدن دل جوئی میں تسلی کے دھاگے کی طرح ہو گیا  
 ہم لوگوں کی آنکھ میں دلوں کی راہ سے آئے  
 خود سے گزر گئے ہیں ورنہ ہماری منزل دور تھی  
 ہمارے شوق نے ہمارا دامن کھینچا جو (ہم) یہاں آئے  
 عالم ہم سے لبریز (ہے) اور ہماری آنکھ ہمارے راستے پر لگی ہے  
 ہم اپنا (ہی) انگار کھینچتے ہیں اور ہر جگہ پہنچے ہوئے ہیں  
 (ہم) وہم میں غرق ہیں، خود کو مسترد سمجھا ہے  
 ورنہ موج کی طرح جانے کے لیے تیار آئے تھے  
 ہم بہت سے جلوے رکھتے ہیں اور ہر جلوے سے بے خود ہو گئے ہیں  
 خود تماشا ہیں اور خود بھر تماشا آئے تھے  
 ہمارے ہر گم گشتہ نفس کو کیا بچھتے ہو کہ میر  
 ہم اپنی جستجو رکھتے ہیں اس لیے آئے تھے

۳۸۴

(میں) حیرے چہرے پر چپ کر نظر کرتا تھا  
 چپ بلا (میں) سر میں دکھتا تھا

تو با کام دل زندگانی کن  
 من از جان خود دست برداشتم  
 سرخسے پہ صد درد و غم ی چکد  
 نمائند آں کہ من ہم جگر داشتم  
 نہ بود ایں پیش بے غوی بخش از ایں  
 ز احوال خود ہم خبر داشتم  
 غراشدہ بہ چوں من نہ بود  
 در ایں کار دست دگر داشتم  
 نہ کردش پہ دل بچ تا شیر آہ  
 نگاہ پہ آہ سحر داشتم  
 پہ ہر شاخ گل کردہ ام نالہ اے  
 گہے میر من بال و پہ داشتم

۳۸۵

چہ شد کر فقر وار و خاک راہم  
 قلجے ہست در طرف کجاہم  
 بہائے خون من یک دیدن اوست  
 حنا کشیہ ذوق کجاہم  
 من و ابرے کہ بر ی خیزد از دشت  
 دو ہم درد ایم ی کریم باہم  
 نمی دافم کہ اے دل پر چہ امید  
 برابر کردہ ای با خاک راہم  
 ہمیں بر جرم دیدن کشتہ ہشتم  
 دگر ثابت نمی کردہ گناہم  
 ستم آخر پہ ہر کس ی نمائی  
 سائلہ، مخبرے، تپہ، پہ ما ہم

تو دل کی مراد کے ساتھ زندگی گانی کر  
 میں اپنی جان سے دست بردار ہو چکا ہوں  
 سیکڑوں درد و غم کے ساتھ آنسو ٹپک رہے ہیں  
 (وہ وقت) نہیں رہا کہ جب مجھے بھی (برداشت کرنے کا) مقدور تھا  
 اس سے پہلے (کبھی) اس طرح بے خودی نہیں تھی  
 (میں) اپنے حال کی بھی خبر رکھتا تھا  
 پیشانی کو نوچنے والا کوئی مجھ سے نہیں تھا  
 اس کام میں انتہائی مہارت رکھتا تھا  
 آہ (اس نے) اس کے دل پر کوئی اثر نہیں کیا  
 (میں) آہ سحر سے اُمید رکھتا تھا  
 ہر شاخ گل پر سے نالہ کر چکا ہوں  
 کبھی میر میں (بھی) بال و پر رکھتا تھا

۳۸۵

کیا ہوا اگر فقر وار اور خاک راہ ہوں  
 میری نگاہ کا گوشہ مزا ہوا ہے  
 میرا خوں بہا اس کا ایک (نظر) دیکھنا ہے  
 ذوق نگاہ کی تمنا کا مارا ہوا ہوں  
 میں اور (وہ) ایر کہ دشت سے اٹھتا ہے  
 ہم دو ہمدرد ہیں، ایک ساتھ (مل کر) روتے ہیں  
 نہیں جانتا کہ اسے دل کس امید پر  
 (تو نے) مجھے خاک راہ کے برابر کر دیا  
 (بس) اسی دیکھنے کے جرم پر قتل ہو گیا ہوں  
 میرا اور (کوئی) گناہ ثابت نہیں ہو سکا  
 (تو) آخر ہر ایک پر ستم کرتا ہے  
 (کوئی) سناں، منجر، تیغ ہم پر بھی

چہ یک سنبل سرے دارم در این باغ  
 کہ من زنجیری دلف سیاهم  
 چہ درد آمد دل آخر بدهاں را  
 ز آواز حزین آہ آہم  
 اگر این بار ماتم زندہ اسے میر  
 کسے را بعد از این برگز نہ خواہم

۳۸۶

چند آرزوئے وصل تو در سینہ خوں کشم  
 تاکہ معاش ہے تو بہ حال دیوں کشم  
 در خاک دانی دہر نہ شد کس انجس من  
 تا یک نفس غبار ز خاطر بروں کشم  
 گل می زند سرا ز تہ برگ چھٹے  
 یعنی ز جاے خیزم و فکر جنوں کشم  
 یارب چہ روز خواہم آمد بہ خوش آہ  
 فریاد ہر شب از شب دیگر فروں کشم  
 دارم بہ خود قرار کہ ہر صبح گاہ میر  
 از خون دیدہ چہرہ خود لالہ کوں کشم

۳۸۷

دارم اگر چہ طور زمانہ مشوقم  
 ہر صورتے کہ روئے دیدہ راضی ام، غوٹم  
 آئیم چرا ز نقد نہ در وجد کز ازل  
 از خاک برگرفتہ آواز دل کشم  
 من تشکام داوی شوق ام عجب ہمار  
 سیلاب اگر نہ کرد کفایت بہ لب چٹم



اس باغ میں ایک سنبل سے تعلق رکھتا ہوں  
 کہ میں زلفِ سیاہ کا زنجیری ہوں  
 ہمدموں کا دل آخر پریشان ہو گیا  
 میری آہ کی غم زدہ آواز سے  
 اگر اس بار زندہ رہ گیا اے میرے  
 کسی کو اس کے بعد ہرگز نہیں چاہوں گا

۳۸۶

کب تک حیرے وصل کی آرزو کو سینے میں خوں کروں  
 کب تک حیرے بغیر تہاہِ حال میں زندہ رہوں  
 دنیا کے خاکداں میں کوئی میرا دوست نہیں تھا  
 کہ ایک نفسِ دل کا ٹھکانہ بن سکوں  
 گلِ جتوں کی آرزو سے مجھے آنکھ سے اشارہ کر رہا ہے  
 یعنی کہ یہاں سے انھوں اور جنوں کی فکر کروں  
 یارب آہ میرے سامنے کیا دن آئے گا  
 (میں) ہر رات بچھلی رات سے زیادہ فریاد کرتا ہوں  
 خود سے وعدہ کیا ہے کہ ہر صبح کے وقت میرے  
 آنکھوں کے خون سے اپنا چہرہ لالہ گوں کروں گا

۳۸۷

اگرچہ زمانے کا انداز مجھے پریشان رکھتا ہے  
 جو صورت بھی پیش آئے، راضی ہوں، خوش ہوں  
 (میں) نغمے سے وجد میں کیوں نہ آؤں کہ ازل سے  
 دل کش آواز نے خاک سے مجھے پروان چڑھایا ہے  
 میں وادیِ شوق کا تھوکا کام ہوں جب مت سمجھ  
 سیلاب اگر میری لبِ پنش کے لیے کافی نہیں ہوا

یک لفظ بر مراد خودم زیستن نہ شد  
 ہارے ست زندگی کہ چہ ناچار می کشم  
 از گریہ میر سوز دروں کم نمی شود  
 دریا ز دیدہ ی رود و من در آتشم

۳۸۸

چمن پرورده طیرام لیک رو سوئے نفس دارم  
 چہ زاری ی کنم عادت، گرفتاری ہوں دارم  
 نہ دامن منزل مقصود من یارب کہا باشد  
 چے ایں کارواں ہر گام شود چوں جس دارم  
 بے بگذشت و برگرفت کس از خاک سحرایم  
 چو نقش پایے چشم لطف از بسیار کس دارم  
 تو دامن گل چہ دامن داری و من بر سر کونیش  
 چے آتش فروزی چوں فقیراں خار و خس دارم  
 چہ کاہل بیکر زردم قنای رفت و نالاں ام  
 چو نے از من نمی آید طوشتی تا نفس دارم  
 نہ دارم بچہ پاک از مستی بازار و برزن ہا  
 کہ مربوط ام چہ شیخ شہر و یاری با عس دارم  
 پرس اے میر از انداز چشم نیم باز او  
 قیامت نشہ زان جام شراب نیم رس دارم

۳۸۹

سخت در کار خویش حیرانم  
 چہ بہ دل خورد من نمی دانم

ایک لحظہ (بھی) اپنی مراد پر زندہ رہتا (بکسر) نہیں ہے  
 زندگی ایک ہار ہے کہ مجبوراً کھینچ رہا ہوں  
 میرے رونے سے سو نہ دروں کم نہیں ہوتا  
 آنکھوں سے دریابہد رہا ہے اور میں آگ میں (جلی رہا) ہوں

۳۸۸

جہن میں پلا ہوا پرندہ ہوں لیکن رخِ قفس کی طرف ہے  
 نالے کی ٹھوڈا ہوں گرفتاری کی ہوس رکھتا ہوں  
 (میں) نہیں جانتا یا رب میری منزل مقصود کہاں ہوگی  
 اس کارواں کے لیے ہر گام پر (میں) جس کی طرح شور کرتا ہوں  
 بہت سے (لوگ) گزر گئے اور کسی نے مجھے صحرا کی خاک سے نہیں اٹھایا  
 (میں) نقشِ پا کی طرح ہر ایک سے مہربانی کی امید رکھتا ہوں  
 (اے) دشمن تیرے دامن میں پھول ہیں اور اس کے کوپے میں  
 میرے پاس آگ جلانے کے لیے قہیروں کی طرح خار و خس ہیں  
 کھل کر میرا پتلا جسم تمام شتم ہو گیا ہے اور (میں) فریاد کرتا ہوں  
 جب تک سانس ہے بانسری کی طرح مجھ سے خاموش نہیں ہوا جاتا  
 بازار و برزن<sup>۱</sup> میں مستی سے کوئی خوف نہیں کھاتا  
 کہ شیخِ شہر سے مربوط ہوں اور عس<sup>۲</sup> سے دوستی رکھتا ہوں  
 میرا اس کی چٹم نیم باز کے انداز کا مست پوچھ  
 اس نیم رس<sup>۳</sup> جامِ شراب سے قیامت نشر رکھتا ہوں

۳۸۹

اپنے معاملے میں سخت خیراں ہوں  
 دل پر کیا (دھم) کھایا ہے نہیں جانتا ہوں

۱ گلی کوچہ۔

۲ کوتوال، شہر کا محافظ۔

۳ جامِ شراب۔

من کہ گلچینِ ایں گلستانم  
 پر ز لختِ دل است دامنم  
 چہ سر زلفِ می زند حریف  
 او چہ دامنِ کہ من پریشانم  
 من ز پہلوئے او چہ با دیدم  
 دل سحرِ یو دشمنِ جانم  
 ہر زماں ہے تو آفتِ تازہ  
 سرِ یوں آرد از گریبانم  
 ترکِ ساغرِ مرقم و ہے سے  
 در بہاراں ہے پشیمانم  
 رم دینِ کہن چہ می پری  
 من چہ دامنِ کہ تو مسلمانم  
 شوقِ فہیدنِ دل است مرا  
 طہیرِ ایں نسو من نمی خواہم  
 غالباً میرِ شب بہ خاک افتاد  
 جگرِ از راو چشمِ گریانم

۳۹۰

من کہ از خود خبرے یافتام  
 از فقیراں نظرے یافتام  
 گر ہمہ دورِ شوی، دریائی  
 آں چہ از چشمِ ترے یافتام  
 با کس الفت نہ کنی کز بلبل  
 در چمنِ مشتِ پرے یافتام  
 دل چہاں ز آں گلِ تر بردارم  
 کس نہ غولِ جگرے یافتام

میں کہ اس گلستان کا کھینچیں ہوں  
 میرا دامن دل کے نگڑوں سے بھرا ہے  
 اشاروں کناہوں میں باتیں کر رہا ہے  
 وہ کیا جانے کہ میں پریشان ہوں  
 میں نے اس کی طرف سے کیا کیا دیکھا  
 دل مگر جان کا دشمن تھا  
 تیرے بغیر ہر وقت تازہ آفت  
 میرے گریبان سے سر نکالتی ہے  
 میں نے ساغر کو ترک کیا (ہے) اور شراب کے بغیر  
 بہار میں بہت چشمان ہوں  
 دین کہن کی رسم کیا پوچھتے ہو  
 میں کیا جانوں کہ تو مسلم ہوں  
 مجھے دل کو کھنے کا شوق ہے  
 اس کتاب کے سوا میں کچھ نہیں پڑھتا  
 غالباً میرات کو خاک پر گر گیا  
 جگر میری گریاں چشم کی راہ سے

۳۹۰

میں جس نے اپنی خبر پائی ہے  
 (میں نے) فقیروں سے نظر پائی ہے  
 اگر تمام درد ہو جائے، (تو) پا جائے گا  
 جو کہ میں نے چشم تر سے پایا ہے  
 کسی سے الفت مت کر کہ بلبل کی نشانی  
 چمن میں (میں نے) مست پر پائے ہیں  
 دل کس طرح اس گل تر سے اٹھالوں  
 کراے خون جگر کے عوض پایا ہے

خاطرم میرؔ ز مردن جمع است  
چوں نقش چادر گرے یافتام

۳۹۱

ز هست صاف اے ایروکھاں از بس خطر دارم  
تو ی بینی پہ سوئے تیر و من فکر جگر دارم  
سراسر گردو این صحرای دل وحشت اثر دارم  
بہان چشمہ در ہر گوشہ او چشم تر دارم  
نہ دامن راحت دل بیست، خواب خوش چہ ی باشد  
کہ من از عشق خوش چشماں بلائے زیر سر دارم  
دے اے جامہ زیبای گری اے باسن توای کردن  
کہ جاں در آتش از شوق چوں شمع سحر دارم  
نہ پنداری جہان رفتی منزل کہ من شد  
پس از آسائش یک چند قصد خوش تر دارم  
شدیم ہر کراوی ہوش، دیدم سخت بے ہوش  
ز حال مردم آگاہ عہد خود خبر دارم  
بہا انصاف اگر داری پہ دستم بدستہ وہ دامن  
کہ من در فن شعر و شاعری دست دگر دارم  
نہ دامن با غم اے میرؔ گردوں خوش چرا دارد  
نہ دارم غیر از این جیسے کہ من اندک ہنر دارم

۳۹۲

با دلبران ہندی تا میرؔ کار دارم  
دل چاک چاک در بر ہم چوں انار دارم  
یک رو نگر از آں سو گردے کند غبارے  
چوں نقش پاے تھے بر رو گذار دارم  
افراط اشتیاق در وصل ہم ہماں است  
او در بر من است و من انتظار دارم

میر سیری خاطر مرنے سے جمع ہے  
(میں نے) غم جیسا چارہ گر پایا ہے

۳۹۱

اے ابرو کہاں تیرے صحیح نکٹانے سے بہت زیادہ خطرے میں ہوں  
تو تیر کی طرف دیکھتا ہے اور میں جگر کی ٹھکر کرتا ہوں  
سراسر اس صحرائے گرد دل وحشت اثر رکھتا ہوں  
خشے کی طرح اس کے ہر گوشے میں چشم تر رکھتا ہوں  
نہیں جانتا دل کی راحت کیا ہے، بیٹھی خیمہ کیا ہوتی ہے  
کہ میں اچھی آنکھوں والوں سے عشق کر کے سر میں ایک بلا رکھتا ہوں  
تھوڑی دیر اے جامہ زیب مجھ سے جوشِ محبت کا اٹھار کر سکتے ہو  
کہ شوق سے شمعِ سحر کی طرح جان آستین میں رکھتا ہوں  
یہ نہ گمان کر کہ (یہ) عارضی دنیا میری منزل ہوگئی ہے  
تھوڑے آرام کے بعد کچھ اور آگے کا قصد رکھتا ہوں  
جس کو سنا کہ ڈی ہوش (ہے) اسے سخت بے ہوش دیکھا  
اپنے زمانے کے آگاہ لوگوں کے حال کی خبر رکھتا ہوں  
آگر انصاف رکھتا ہے میرے ہاتھ پر (اے) دشمن بوسہ دے  
کہ میں شعر و شاعری کے فن میں نہایت مہارت رکھتا ہوں  
نہیں جانتا کہ میرے غم پر اے میر آسماں کیوں خوش ہوتا ہے  
مجھ میں اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں کہ میں کچھ ہنر رکھتا ہوں

۳۹۲

جب تک میر ہندوستان کے دلبروں سے معاملہ رہے گا  
پہلو میں اتار کی طرح چاک چاک دل رکھتا رہوں گا  
ایک بار مگر اس طرف سے فہار بلند ہو  
نقش قدم کی طرح رہنما پر آنکھیں (بجھائے) رکھتا ہوں  
میرے شوق کی فراوانی وصل میں بھی وہی ہے  
وہ میرے پہلو میں ہے اور میں افتقاد کر رہا ہوں

در عشق طرف صحبت افتاد اتفاق  
 نے یار رحم دارد، نے من قرار دارم  
 دل بر سر نہادم ز آں کو جہیں خراشاں  
 پائے بہ راہ دارم، دستے بہ کار دارم  
 از نوحہ جوانی درد سر است ہا من  
 ز آں سے کہ مست بودم، اکٹوں خمار دارم

۳۹۳

دعویٰ شدہ ست قطع بہ سوئے تو آدمیم  
 راضی بہ مرگ بودہ بہ روئے تو آدمیم  
 ما را دماغ دیدن گل ہا نہ بودہ است  
 در محکمون زمانہ ز بوئے تو آدمیم  
 تسکین نہ یافتیم پس از مرگ زیر خاک  
 آخر غبار گشتہ بہ کوئے تو آدمیم

۳۹۴

چند روزے شد کہ ایں جا ہاش و بودے می کنم  
 در حقیقت میختم انا نمودے می کنم  
 بندگی کیختم کنم ز بہار در بندہ بہت  
 رو بہ ہر جانب کہ می آرم، سجودے می کنم

۳۹۵

عہد کردم کہ اگر جاں رود آہے نہ کنم  
 بعد از ایں خواہش ہر چشم سیاہے نہ کنم  
 می دہ یاد ز تابندہ رخ او ہر شب  
 من ہاں بہ کہ سوئے ماہ نگاہے نہ کنم

۳۹۶

چنان صبح داد فغاں می دہم  
 کہ مرغ چمن را زباں می دہم



اتفاق سے عشق میں طرف محبت میں گھر گیا ہوں  
 نہ یار رحم کھاتا ہے اور نہ مجھے قرار آتا ہے  
 (میں نے) پیشانی نوچتے ہوئے دل کو اس کوپے سے سفر پر آمادہ کیا ہے  
 (میرا) بھر راتے میں ہے، ہاتھ کام میں (مصروف) ہے  
 جوانی کے نشے سے میرے سر میں درد ہے  
 وہ شراب جس سے (کہ) مست تھا، اب (اس کا) خمیازہ کھینچ رہا ہوں

۳۹۳

جھگڑا ختم ہو گیا تیری طرف آگئے  
 اپنی موت پر راضی ہو کر حیرے سانسے آگئے  
 ہمیں گلوں کو دیکھنے کا دماغ نہیں رہ گیا ہے  
 رومانے کے گلشن میں تیری خوشبو کے لیے آئے تھے  
 ہم نے مرنے کے بعد زیر خاک تسکین نہیں پائی  
 آخر غبار ہو کر حیرے کوپے میں آگئے

۳۹۴

کچھ دن ہوئے ہیں کہ اس جگہ بود و باش کر رہا ہوں  
 حقیقت میں نہیں ہوں لیکن ظاہر میں نظر آ رہا ہوں  
 میں بندگی کی خور کھنے والا ہوں کبھی بھی مست کی پابندی میں نہیں ہوں  
 جس طرف بھی چہرہ لے آتا ہوں، سجدہ کرتا ہوں

۳۹۵

میں نے عہد کیا کہ اگر جان (بھی) چلی جائے آہ نہیں کروں گا  
 اس کے بعد ہر چشم سیاہ کی خواہش نہیں کروں گا  
 ہر شب (وہ) اس کے تابندہ چہرے کی یاد دلا دیتا ہے  
 میرے لیے یہی بہتر ہے چاند کی طرف نگاہ نہ کروں

۳۹۶

صبح کو اس طرح داد لٹاں دیتا ہوں  
 کہ مرغ چمن کو (نال) سکھاتا ہوں

چنانم ز جا رفتی او کہ میر  
بہر جائے آں شوش جاں ی دہم

۳۹۷

مہر بر صد گونہ جور آں جفا جو ی سلم  
شم جانے دارم، اکنوں ظلم بر او ی سلم  
بر امید آں کہ شاید آید آں جہاں غسل  
خانہ را از اشک و مژگاں آب و جادو ی سلم

۳۹۸

یاد آں عہدے کہ من ہم مہربانے داشت  
کینہ ورنے، ~~نہیں~~ بد زبانے داشت  
ہم نفس از حالی میر من چہ پرسی ہر نفس  
ورومندے، بے کسے، بے خانمانے داشت

۳۹۹

برائے گرچہ خویش جگر ترا شیدم  
چو دلم تازہ کیے چشم تر ترا شیدم  
ز تازہ کاری من در غزاں عجب ممکنید  
ز چہب خشک گل تر اگر ترا شیدم

۴۰۰

گد بہ ایر زن از جام صبح گاو خودام  
دماغ من چہ شود تخت، بادشاہ خودام

۴۰۱

از دلی داغ گشتہ بے مزہ ام  
زیں کہاب گزشتہ بے مزہ ام

۴۰۲

تا کے ز دست بادل صد چاک در آنیم  
مہر کہ آزدودہ از ایں شہر بر آنیم

میں میراں کا یوں ایسا ہوش سے گزرا ہوا عاشق ہوں  
کہ اس شوق کے ہر عضو پر جان دیتا ہوں

۳۹۷

اس جفا جو کے سو گنا ظلم پر صبر کرتا ہوں  
نہم جان رکھتا ہوں، اب اس پر ظلم کرتا ہوں  
اس امید پر کہ شاید وہ جہان توڑنے والا آئے  
گھر کی آئینہ اور چٹکوں سے جھاڑ پونچھ کر رہا ہوں

۳۹۸

اس وقت کی یاد کہ میرا بھی ایک مہربان (دوست) تھا  
ایک کینہ ور، غصہ ور بد زبان (دوست) تھا  
ہم نشیں ہر وقت میرے میر کا حال کیا پوچھتے ہو  
(وہ) ایک درو مند، بے کس، بے خالماں (دوست) تھا

۳۹۹

(میں نے) گریہ غموں کے لیے جگر تراشا ہے  
تازہ زخم کی طرح ایک نم آلود آنکھ تراشی ہے  
غزاس میں میرے نئے ہنر پر تعجب نہ کریں  
اگر (میں نے) چوب خشک سے گل تر تراشا ہے

۴۰۰

میں اپنا صبح کے وقت کا جام چڑھا کر ابر کو لات مارتا ہوں  
جب میں نشے میں مست ہوتا ہوں، خود آپ بادشاہ ہوتا ہوں

۴۰۱

داغ ہوئے دل سے بے حشر ہوں  
اس چلے ہوئے کہاں سے بے حشر ہوں

۴۰۲

کب تک حیرے دروازے سے دل صد چاک لیے آؤں  
یہ مت چاہ کہ (میں) اس شہر سے رنجیدہ چلا جاؤں

۳۰۳

من آن یوریا پیش آتش پہ جانم  
کہ یک لنگہ ہے شعلہ خویاں نہ مانم

۳۰۴

روزی خود را پہ رنج از درد ونداں می خورم  
تاں پہ خون تری شود تا پارہ تاں می خورم

۳۰۵

پہ دل داری تو اں کردن علاجم  
کہ من دیانہ عاشق مزاجم

۳۰۶

من کہ در روی تو می نیم و کابش دارم  
چشم لطف از تو پہ اندازہ خواہش دارم

۳۰۷

در فکر خویش آخر اے دلبر اوقلام  
تا کلیہ بر تو کردم بر بستر اوقلام

۳۰۸

در سے کدہ بزمین بسیار گرد کردم  
ایں مرتبہ چوں رفعم، دستار گرد کردم

۳۰۹

در ایں درس کہ نیست جز صحت و ہیم  
تو اے مغز خورده اندک ہیم

۳۱۰

پائے سرو چمن وطن کردم  
فکر بر اصل خوشن کردم  
شور و ہنگامہ اے حجب روداد  
از لب یار تا سخن کردم

۳۰۳

میں وہ پوریا پیش آتش پہ جاں ہوں  
کہ ایک لفظ بھی شعلہ خوروں کے بغیر نہیں رکھتا

۳۰۴

اپنا رزق دانتوں کے ورد کی وجہ سے تکلیف سے کھاتا ہوں  
جتنی دیر میں ایک ٹکڑا روٹی کھاتا ہوں روٹی غوں میں پہیگ جاتی ہے

۳۰۵

غم خواری سے میرا علاج کر سکتے ہیں  
کہ میں عاشق مزاج دیوانہ ہوں

۳۰۶

میں کہ تیرے چہرے کو دیکھتا ہوں اور گھلتا رہتا ہوں  
خواہش کے مطابق تجھ سے لطف کی امید رکھتا ہوں

۳۰۷

اے دلبر میں آٹرا اپنی لکڑ میں پڑ گیا ہوں  
ہب سے تجھ پر تنگی کیا ہے، ہستر پر پڑ گیا ہوں

۳۰۸

میں نے سے کدے میں بہت چراغیں رہن رکھے تھے  
اس بار جب گیا دستار رہن رکھ دی

۳۰۹

اس درس گاہ میں وہم کی بحث کے سوا کچھ نہیں ہے  
تُو (بھی) اے کوڑھ مغز کچھ کچھ

۳۱۰

مجن کے سرو کے تلے اپنا وطن بنا لیا ہے  
(اور) اپنی حقیقت پر غور کیا ہے  
ایک شور اور ہنگامہ (کی) عجب کہیت (کے ذریعہ)  
میں لب یا کو سخن تک لایا

دل پہ او بہتم آں چناں کہ چہیں  
عاشق آزار و دل شکن کردم  
رفتہ رفتہ ز گریہ غوئیں  
ہمد آں کوچہ را چمن کردم  
ہر زمان دیش غمی ہائست  
ظلم بر خویش میر من کردم

۳۱۱

از فضاں بلبل کن ہر لفظ آزار دلم  
بر نمی تابد دماغ من کہ تبار دلم

۳۱۲

آخر از یکن زدہ و تقوایم  
یادہ پالا شدہ مصوایم

۳۱۳

شور عشق دلبرے از در سر داشتیم  
”یا جنوں“ کہفتیم و ایں بار گراں برداشتیم

۳۱۴

بیا و میر غم از دل پہ باغ ہیروں کن  
در ایں گفت زبیں یک دو شعر موزوں کن  
دلا پہ شہر چہ سودا پانہ می گردی  
ہر دشت و طواف مزار مجنوں کن  
دماغ رنجش ہے جاے ہر زانم نیست  
پہ دلم حلقہ سرم سرفراز و صنوں کن  
پہ ملک عشق دل شاد را نمی پرسد  
حلاش خاطر ہنکیں و جان محزون کن

اس سے اس طرح دل نکایا کہ (اے) اتنا  
عاشق آزار اور دل شکن بنا دیا  
رفتہ رفتہ گرے خونیں سے  
(میں نے) اس کو بچے کو تمام بچن بنا دیا  
ہر وقت اسے دیکھنا نہیں چاہیے ہے  
میر میں نے اپنے پر ظلم کیا ہے

۳۱۱

اے پلبل فغاں سے ہر لکھ میرے دل کو آزار مست پہنچا  
میرا دماغ برداشت نہیں کر سکتا کہ (میں) دل کا چار ہوں

۳۱۲

آخر میرے زبد و تقویٰ کی سعادت سے  
میرا مصیبتاً باوہ پا لاکا ہو گیا

۳۱۳

(ہم) مدت سے سر میں ایک دلیر کے عشق کا جنوں رکھتے تھے  
'یا جنوں' کہتے اور اس بار گراں کو اٹھاتے تھے

۳۱۴

آ اور اے میرے باغ میں دل سے غم باہر نکال  
اس شگفتہ زمیں ایک دو شعر موزوں کر  
اے دل کیوں شہر میں سوداچیوں کی طرح گھوم رہا ہے  
دشت میں جا اور بجنوں کے حصار کا طواف کر  
مجھے ہر وقت رہنمائی ہے جا کا دماغ نہیں ہے  
میرے سر کو زخمِ چلی سے سرفراز فرما اور ممنوں کر  
ملکِ عشق میں شاد دل کو نہیں پوچھتے  
خاطرِ شکیں اور جانِ محزونوں حلاش کر

چہ ہر لباس کہ باشی، بلندست باش  
گرت چہ خاک پوشید، قصہ گردوں کن  
اگر چہ حسن قبول است میل خاطر تو  
دامغ سود و نگر چاک ساز و دل غول کن  
چہ کنج شہر چہ ہر لفظ می غروشی میر  
بسان سیل بزن جوش و قصہ ہاموں کن

۳۱۵

شد عشق برق طاقت و تاب و توان من  
زد شعلہ اسے کہ درزدہ آتش چہ جان من  
خامش از آن شوم کہ قصہ سوزش دروں  
مانند شمع سوخت سخن بر زبان من  
اخلاص ہم دگر چہ جہاں رسم کہنہ بود  
چیچہ شدہ ست عشق ہمیں در زمان من  
بسیار استخوان شکنی کردہ ام چہ دور  
گردو اگر نشانہ حیر استخوان من  
مرغان باغ از دل شب تا دم سحر  
ذکور می کنند بہم داستان من  
چوں شمع گرم رہ چہ شوم خامش لویں  
گم می شوم چنان کہ نہ یابی نشان من  
با موج بحر نور طرف شد ہلال عید  
ہر چند یک کنارہ رسیدش ز خوان من  
من آن مقدس ام کہ از این رہ چہ بگذرند  
ہوسند قدسیاں چہ نیاز آستان من  
آن میستم کہ تاب جہانے تو داشتہ  
انکوں مہاش این ہمہ در استخوان من



جس لباس میں (بھی) رہا، بلند اہمیت رہا  
 اگر تجھے خاک (کا لباس بھی) پہنا دیں، آسمان کا ارادہ کر  
 اگر تیری طبیعت کو حسن قبول کی خواہش ہے  
 دماغ جلا، جگر چاک کر اور دل خوں کر  
 شہر کے کونے میں ہر لحظہ کیا تالہ کرتا ہے میر  
 سیلاب کی طرح جوش مار اور بیاباں کا قصد کر

۳۱۵

مشق میری طاقت اور تاب و توان کے لیے برقی (ثابت) ہوا  
 ایک شعلہ بھڑکا یا کہ میری جان میں آگ لگا دی  
 اس وجہ سے خاموش ہو گیا کہ سوزوروں کی حرارت نے  
 شمع کے مانند سخن کو میرے زبان پر جلا دیا تھا  
 ایک دوسرے سے اخلاص دنیا میں پرانی رسم تھی  
 میرے ہی زمانے میں عشق ایک صیب بن گیا ہے  
 بہت استخوان شکنی کر چکا ہوں، کیا دور (ہے)  
 اگر میرا استخوان تیر کا نشانہ بن جائے  
 باغ کے پرندے آدمی رات سے لے کر صبح کے وقت تک  
 مل کر میری داستان بیان کرتے ہیں  
 شمع کی مانند خاموشی اختیار کر کے جب روانہ ہو جاؤں گا  
 میں اس طرح گم ہو جاؤں گا کہ میرا نشان (بھی) نہیں پائے گا  
 بحرِ نور کی موج کے ساتھ ہلالِ عید مقابل تھا  
 حالانکہ بہت تھوڑا سا حصہ میرے خواں سے اس تک پہنچا تھا  
 میں اتنا مقدس ہوں کہ اس راہ سے گزرتے ہوئے  
 فرشتے مجھ کے ساتھ میرے آستان کو چومتے ہیں  
 میں وہ نہیں رہ گیا جو تیری جفا کی تاب رکھتا تھا  
 اب میرے امتحان (کی فکر) میں اس قدر مت رہا

با این قد عظیمه پلائے زمانہ ام  
 امروز در جہاں نہ کشد کس کمان من  
 ہر چند تن بہ خواری خود دادہ ام ولے  
 سوگند می خوردہ عزیزاں بہ جان من  
 پروائے کج پایا گردوں نمی کنم  
 ارفع بود بہ فکر از این سطلہ شان من  
 آں قدر ناشناس ہے خاطر رقیب  
 آخر کشید پردہ ز راز نہان من  
 در عشق میر خوردہ فردوسی گزیدہ ام  
 لبت دل است جملہ متاع دکان من

۳۱۶

یک رہ بہ سر نیامد از لطف دلبر من  
 دور ام ز خاک پائش، اے خاک بر سر من  
 باید کہ پای دل را چندی نگاہ داری  
 نادیدہ روزگار است آغوش پردہ من  
 تا رفتہ ای ز چشم، اے خوب تر ز یوسف  
 بچا من است آبی چوں نخل در بر من  
 از بوستان بہشت دارد دلم فراخے  
 قد تو طوبی من، لعل تو کوثر من  
 دیدم ز دستبردش بے دین و دل بے را  
 جز بد نہ یافت ہا کس خوب ستم گر من  
 آئینہ وار این جا تا چشم باز کردم  
 خلق بجوم دارد ہر صبح بر در من  
 آخر ز گریہ ناکی رسوائے خلق چشم  
 شد میر کار خالق از دیدہ تر من

اس قہرِ طیبہ کے ساتھ بلائے زمانہ ہوں  
 آج (بھی) دنیا میں کوئی میرا ہم پنہ نہیں ہے  
 ہر چہ اپنی رسوائی کی (پوری) کوشش کر چکا ہوں، لیکن  
 دوست (اب بھی) میری جان کی قسم کھاتے ہیں  
 (میں) آسمان کی بد معاہلی کی پروا نہیں کرتا  
 فخر کی وجہ میری شان اس روز میں سے اونچی ہو گئی ہے  
 اس قدر ناخلاس نے رقیب کی طرفداری میں  
 آخر میرے چہرے ہوئے راز سے پردہ اٹھا دیا  
 عشق میں میرے نے خود وہ فردی اختیار کی ہے  
 میری دکان کی جملہ متاع لختِ دل ہے

۳۱۶

ایک بار بھی میرا دلبر صربانی سے غیش نہیں آیا  
 اس کے بھروں کی خاک سے دور ہوں، میرے سر پہ خاک ہو  
 میرے دل کی حفاظت کی کچھ فکر کرنی چاہیے  
 میرے آغوشِ پرور نے زمانے کو نہیں دیکھا ہے  
 اے یوسف سے خوب تر جب سے تو میری آنکھوں سے دور ہوا ہے  
 میرے جسم پر نیل کی طرح آبی چراغِ امن ہے  
 جنت کے باغ سے میرا دل فراغت رکھتا ہے  
 حیرا قہ میرا طوئی (ہے) تیرے لب میرا کوڑ (ہیں)  
 اس کی ٹوٹ سے بہتوں کو بے دین اور دل (ہوتے ہوئے) دیکھا ہے  
 میرے خوبصورت سنگ نے کسی کے ساتھ بھی بدی کے سوا کچھ نہیں کیا  
 اس جگہ آئیے کی طرح جب سے میں نے آنکھیں کھولی ہیں  
 لوگ (ہر) صبح میرے دروازے پر مجمع لگا دیتے ہیں  
 آخر دوتے رہنے سے غلق میں رسوا ہو گیا  
 میرے دیدار تر نے کام لگا دیا

۳۱۷

تنگ شد حوصلہ آخر چہ قدر غول غورون  
بہر ایں ہستی موبہوم و بہ حسرت مروں  
خودکشی کن کہ تیر تنگی کسے بتھینی  
تنگ عشق است دلا جاں بہ سلامت بروں  
شکر ایں حسن مگر در پئے ایذا شدن است  
اے جواں، یمن نہ دارد دل کس آردون  
بے نیازی فقیراں ز رعوت مہار  
مصلحت نیست قرا بر سر تاز آردون  
یک رہش میر بہر گیر و خطار بہ کام  
چند خود را ز رو ذوق بہم افشردن

۳۱۸

شد گستاں از خیال دلبراں زندان من  
پستخان گشت آخر کلہ احزان من  
دل کہ از من می بری بارے پئے تسکین بگو  
بچہ می دانی رہ و رسم وفا را جان من  
بس کہ کار گریہ ام اے میر ہلا رفت است  
غرق دارد ابر ہم از دیدہ گریان من

۳۱۹

آتش بہ دل زند نفس آتھن من  
سوراخ در جگر کند آہ حزین من  
من سخت شیشہ جان ام و آں غیرت پری  
سرگرم کینہ سنگ بہ کف در کین من  
شب ہا بہ وقت گریہ پد بر چشم تر کشم  
چوں برق روئے ابر بود آتھن من

۳۱۷

موصلہ نکل ہو گیا آخر کتنا غوں چٹا  
 اس موبہوم ہستی اور حسرت کے ساتھ مرنے کے لیے  
 خود کشی کر کہ کسی کی تیغ کے تلے بیٹھا ہے  
 اسے دل جان سلامت لے جانا عشق کی رسوائی ہے  
 اس حسن کا شکر یہ مگر (یہ) آزار پہنچانے کی فکر میں ہے  
 اسے جواں، کسی کے دل کو رنجیدہ کرنے میں کوئی سعادت نہیں ہے  
 فقیروں کی بے نیازی کو رحمت میں شمار مت کر  
 تجھے برسرِ ناز لے آنے میں مصلحت نہیں ہے  
 ایک بار اسے میرؔ آغوش میں کھینچ اور مراد (پوری کرنے) کے لیے بھیج  
 کب تک خود کو عشق کی راہ میں بچھڑانا

۳۱۸

دلبروں کے خیال سے میرؔ ازنداں گلستاں بن گیا  
 میرؔ اکلے اخراں آخر یوسفخان بن گیا  
 تو مجھ سے دل لے جا رہا ہے، آخر تسکین کے لیے یہ تو جتا  
 جان من وفا کی راہ و رسم کا کچھ پتہ بھی ہے  
 بسکہ میرے رونے کا کام اسے میرؔ بہت ترقی حاصل کر چکا ہے  
 اب بھی میرے دیدہ گریاں کا مرہ ہو گیا ہے

۳۱۹

میری آتشیں سانس دل میں آگ لگا دیتی ہے  
 میری آہِ حزنیں جگر میں چھید کر دیتی ہے  
 میں بہت شیشہ جاں ابوں اور وہ غیرت پری  
 ہاتھ میں تنک لیے میری تاک میں سرگرم کینہ ہے  
 راتوں کو جب روتے ہوئے چشم تر پر دکھتا ہوں  
 میری آتشیں بادل میں بجلی کی طرح ہوتی ہے

در حضرت تو برده ام از بس که سجدہ ہا  
سائیدہ شد زبان من تو جبین من  
اہرہ ترش نمودہ بہ مرگم نشست و رفت  
یعنی کہ بر نہ داشتہ دل را از کین من  
خوارم نہ من کہ از گنہ کافر کے  
از راہ رفتہ اند عزیزان دین من  
خوب است ضبط نالہ کنم یک دور روز میر  
آزردہ خاطر است ز من ہم نصیب من

۳۲۰

یا یا خلع او گوارا کن  
یا برو ترک ایمن قضا کن  
ہم چو من گر سر جوں داری  
اول اے شیخ عقل پیدا کن  
آں کمر چچہ بود و بگرہم  
دست غیب مرا تماشا کن  
واجب است آب گیری شمشیر  
رم بر جان غم کش ما کن  
چہ طوف حرم چہ ی گردی  
سہی کن میر و در دلے جا کن

۳۲۱

نہ پنداری کہ آسان است با کینش طرف عشق  
جگر می خواہد اے دل ناوک او را ہدف عشق  
چو سیلابے کہ ی اقتد بہ ریختاں گنڈار او  
بہ ہر گام در این رویش ی آید تلف عشق  
گداہم میر لیکن دست خواہش زیر سر دارم  
نہی آید ز من در کوچہ ہا کشتی بہ کف عشق

تیرے حضور اپنی چیشانی لایا ہوں جو کہ ماہِ نو کی طرح  
 سجدوں سے بہت زیادہ گھس چکی ہے  
 میرے مرنے پر تیرے جڑے حائے آیا، بیٹھا اور چلا گیا  
 یعنی کہ دل سے میرے کہنے کو نہیں مٹایا  
 میں (ہی) کسی کی کافر نگاہ سے رسوا نہیں ہوا  
 میرے ہم مذہب دوست بھی راستے سے ہٹ گئے ہیں  
 میرے بہتر ہے کہ وہ ایک دن نالے کو روکے رہوں  
 میرا ہم نفس مجھ سے آزدہ خاطر ہے

۳۳۰

یا آ (اور) اس کی کلی کو گوارا کر  
 یا جا، یہ تمنا چھوڑ دے  
 اگر میری طرح جنوں کی خواہش رکھتا ہے  
 پہلے اسے شیخ عقل پیدا کر  
 وہ کمر (موجود) نہیں تھی اور (میں نے) پکڑ لی  
 میرے دستِ طیب کو دیکھو  
 تلواریں پر دھار رکھنا ضروری ہے؟  
 میری غم کش جان پر دم کر  
 طوفِ حرم کے لیے کیا گھوم رہا ہے  
 میرے سنی کر اور کسی دل میں جگہ (پیدا) کر

۳۳۱

یہ گمان مت کر کہ اس کے کہنے کا سامنا کرنا آسان ہے  
 اے دل اس کے حیر کا نشانہ بننے کے لیے جگر چاہیے  
 اس سیلاب کے طرح جس کا گزر دریاؤں سے ہو  
 مجھے ہر کام پر اس راہ میں تلف ہونا پیش آتا ہے  
 میرے گدا ہوں لیکن دستِ خواہش سر کے تلے رکھتا ہوں  
 مجھے گلیوں میں کاسے گدا کی لیے پھرنا نہیں آتا

۳۳۲

نہ دارم بیش از این تاب جفا من  
 خرم کن کہ آخر تا کہا من  
 رہ دشمن الکی بہت باشد  
 هنوز آں بدزہاں غوب است با من  
 حش کوتاہ شد تا جاں سپردم  
 قہای مفلکو بودہ ست با من  
 کشی ہر دم صغیرم از چہ سر  
 تو ہلیل نیستی یک روز با من  
 منہ دل بر غراب آباد عالم  
 خطرگاہ است این صحرا نہ مان  
 بساں گردباد از وحشت اے میر  
 بیاید بدنت بر پندہ دامن

۳۳۳

خواہم چہ ارے تو بہ صحرا گریستن  
 دامن بہ رو کشیدن و دریا گریستن  
 بر چشم ما کسے نہ کھپد آہیں ز لطف  
 ما ایم و کلہ فہم و جہا گریستن  
 فرصت نیست است اگر یک نفس بود  
 اے صبح خندہ از تو و از ما گریستن  
 یک جا گر اتفاق شود گریہ خوشتر است  
 داری تو ہم صحاب سرے با گریستن  
 دوش از چہ بود دیدہ خوں بہتہ تو میر  
 چوں زخم تازہ بہتہ سراپا گریستن



۳۲۲

میں اس سے زیادہ جفا کی تاب نہیں رکھتا  
 رحم کھا کر آخر میں کہاں تک (بچوں کا)  
 الٹی دشمن کی راہ بند ہو جائے  
 ابھی تک وہ بد زبان میرے ساتھ خوب (بھارا رہا) ہے  
 بات سمجھ کر ہو گئی جب جان نثار کر دی  
 ساری گفتگو میرے ہی ساتھ رہی ہے  
 ہر وقت (ٹٹو) میرا نالہ سر کرنے کے لیے کھینچتی ہے  
 (اے) بلبل ایک دن یا تو نہیں یا میں (نہیں)  
 دنیا کے خراب آباد سے دل نہ لگا  
 یہ صحرا خطرے کی جگہ ہے، امن کی جگہ نہیں (ہے)  
 گردِ باد کی طرح اے میرا دشت سے  
 تجھے دامن سینے ہوئے رہنا چاہیے

۳۲۳

میں تیرے ہجر میں ابر کی طرح صحرا میں رونا چاہتا ہوں  
 دامنِ منہ پر تانا اور دریا (دریا) رونا  
 ہماری آنکھ پر کسی نے مہربانی سے آستین نہیں رکھی  
 ہم ہیں اور فہم کا حجرہ اور تنہا رونا  
 فرصتِ غنیمت ہے اگر ایک فلس ہو  
 اے صبحِ تجھ سے خندہ اور ہم سے رونا  
 اگر اٹھاق ہو ایک ساتھ رونا اچھا ہے  
 تو ابھی اے بادل رونے کا خیال رکھتا ہے  
 کل تیری غلوں بہت آنکھیں ہجر کس بات پر  
 تازہ ہکے ہوئے فہم کی طرح بہت زیادہ روئیں گیں

۳۲۴

ہر لکھ نہاں سوئے تو باشد نظر من  
 از عشق بلائے ست عجب زیر سر من  
 از فرط تپش دوش چہ گویم کہ چہ دیدم  
 صد مرتبہ برگشت ز مڑگاں جگر من  
 در فکر سرانغم نفس خویش مسوزید  
 عمرے ست کہ کم گفت عزیزاں خیر من  
 من جاں بکنم خوب و جگر خوب خراشم  
 بر سنگ زون تیشہ نہ باشد ہنر من  
 چوں نقش قدم است کہ امروز مہوم  
 فرداست کہ اسے میر نہ پائی اثر من

۳۲۵

رفتن ضرورت است ولا اضطراب کن  
 فرصت کم است دور فلک را شتاب کن  
 دارم جے ہلا چہ سر عالم آدرے  
 جو زمانہ در حتم خود حساب کن  
 دارو فلک فرودہ دلت تا کیا چہ مہوم  
 آہے بخش ز سوز و دل سنگ آب کن  
 آرام و عشق میر کا جمع ی شوم  
 داری اگر خیال کسے ترک خواب کن

۳۲۶

محبت پیشہ ام دارم جگر غوں  
 دل من می تپہ بسیار در غوں  
 شد آں مہدے کہ مڑگاں غم نمی شد  
 کونہم می چکد از چشم تر غوں

۳۲۴

ہر لفظ حیرتی طرف میری نظر چپ کر گئی رہتی ہے  
 عشق سے میرے سر میں عجب جلا ہے  
 فرہا چش سے گل کیا کہوں کیا دیکھا  
 سو بار حنا گان تک آ کر میرا جگر لوت گیا  
 میری تلاش میں اپنا نفس مت جلائے  
 مدت ہوئی دوستو کہ میری خبر کیم ہو چکی ہے  
 میں جان کو خوب اذیت دیتا ہوں اور جگر کو خوب نوچتا ہوں  
 پتھر پر قیثہ مارنا میرا ہنر نہیں ہے  
 نقش قدم کی طرح ہے اگر آج میں نظر آ رہا ہوں  
 گل ہے کہ اسے میر (تو) میرا نشان نہیں پائے گا

۳۲۵

جانا ضروری ہے اسے دل بے تابی دکھا  
 دور فلک کو فرصت کم ہے جلدی کر  
 ایک عالم کے سر پر بلا لانے والا محبوب رکھتا ہوں  
 زمانے کے ظلم کو (بھی) اپنے ستم میں شمار کرنے والا  
 فلک تجھے کب تک سویم کی طرح افسردہ دل ارکھے  
 سوز سے ایک آہ سمجھتی اور پتھر کا دل پانی کر دے  
 آرام اور عشق میر کہاں منع ہوتے ہیں  
 اگر کسی سے عشق کرتا ہے سونا چھوڑ دے

۳۲۶

صحت پیشہ ہوں خون کیا ہوا جگر دکھتا ہوں  
 میرا دل خون میں بہت ترپتا ہے  
 وہ وقت گزر گیا کہ میری پلکیں نم نہیں تھیں  
 اب میری چشم تر سے خون نکلتا ہے

از آن روزے کہ ہستی بر کمر تن  
 چہ کویت مانعہ ظالم تا کمر خوں  
 چہ تن از گریہ ام رنگے نہ مانعہ ست  
 کمر را بستہ ای نایق تو بر خوں  
 چہ گل ہنست دشمن تا چہ گردن  
 مرا بگذشتہ در پیمش و سر خوں  
 بیا مانعہ ظلم تازہ تا چند  
 رود از دیدہ من ہر سحر خوں  
 دے صد بار چہشت خوں بیارہ  
 بیاید از کجا میرِ ایں قدر خوں

۳۴۷

کہ سنگ زدن بر سر کہ پارہ جگر کردن  
 چہے پ سر کوبش ہر نوع ہمر کردن  
 می گریم و می نالم لیکن ہمہ تن یاسم  
 کز اہک سرایت شد و ز نالہ اثر کردن  
 دیدم ہمہ می آید دآں چشم و نمی آید  
 بر حال وقادارن از لطف نظر کردن  
 از مضطرب الحالی صد بار پ لب آید  
 افتادہ مگر جانم در فکر سر کردن  
 اے میرِ مشو غافل از وقت عزیز خود  
 ایں بے خبری تا کہ شرط است خبر کردن

۳۴۸

از غلبہ وعدہ خواہاں تا کہ حیا نہ کردن  
 ہر روز وعدہ کردن یک رو وفا نہ کردن  
 دین سید پیشہ ترکاں ایں طور یادگارے ست  
 مرگ امیر دیدن لیکن رہا نہ کردن

جس روز سے کہ تو نے کمر میں تیغ باندھی  
 کالم حیرے کو پہتے میں کمر تک خون کھڑا ہوا ہے  
 میرے بدن میں روتے رہنے سے خون باقی نہیں رہا ہے  
 تو نے ناحق خون پر کمر باندھی ہے  
 دشمن گردن تک پھولوں میں بیٹھا ہے  
 مجھ پر اس کی بزم میں سر سے خون گزر گیا  
 آ کہ کب تک دھم تازہ کی طرح  
 میری آنکھ سے ہر صبح خون بہتا رہے  
 ایک دم میں سو بار تیری چشم خون روتی ہے  
 میرا اتنا خون کہاں سے آتا ہے

۳۳۷

کبھی سر پر پتھر مارنا، کبھی چکر کے کھڑے کرنا  
 کچھ دن اس کے کوپے میں ہر طرح بسر کرنا  
 روتا ہوں اور نالہ کرتا ہوں لیکن بالکل ناامید ہوں  
 اٹک سے کہ سرایت کرے اور نالہ سے کہ اثر کرے  
 (میں نے) دیکھا کہ اس چشم کو سب کچھ آتا ہے اور نہیں آتا (تو)  
 وقاداروں کے حال پر مہربانی کے ساتھ نظر کرنا  
 پریشانی سے سو مرتبہ ہونٹوں پر آتی ہے  
 ضرور میری جان سفر کرنے کی فکر میں پڑی ہے  
 میرا پہنے وقت عزیز سے غافل مت رہ  
 یہ بے خبری کب تک، آگاہ کرنا شرط ہے

۳۳۸

(اے) خواہاں وعدہ خلافی پر کہاں تک شرم نہ کرنا  
 ہر روز وعدہ کرنا ایک بار (بھی) وقادار کرنا  
 ان شکاری ترکوں کا یہ طور یادگار ہے  
 اسیر کا مرنا دیکھنا لیکن رہا نہ کرنا

عادت پذیر لطف اے شوخ دیگران اند  
ظلمے ست بے نہایت بر من جفا نہ کردن  
از غم کشان او ماند این رسم در زمانہ  
کز قریط درد مردن ہرگز دوا نہ کردن  
جری رسید و آمد نزدیک وقت رفتن  
تا چند میر صاحب ترک ہوا نہ کردن

۳۳۵

نہام یک تپش از بے من  
کہ شد حیران حسن قاتل من  
دے استادم این جا و گد شتم  
کہ بود آں سوئے عالم منزل من  
دل ی گوید آں بحر بلا ام  
کہ پیدا غمت ہرگز ساحل من  
دردم سوختی اے بہت ز خفتی  
کباب سگ شد آخر دل من  
بچا بعد از نماز جمعہ بشنو  
خواہی من ز چہ کامل من  
تو مستغنی و دل را اضطراب است  
خدا آساں نمایہ مشکل من  
آں مقصود رہ بدن دلیل است  
کہ حق بودہ ست سخی باطل من  
آں چلی چنے خونم قنودہ ست  
چہ شیرین است اے ہدم کلبہ من  
در این فن گرچہ کم گو بودہ ام میر  
و لیکن عالمے شد قاتل من

اے شوخ تیری مہربانی کے عادی دوسرے ہیں  
مجھ پر جفا نہ کرنا ہے اجتہادِ ظلم ہے  
اس کے غم کشوں (کی وجہ) سے زمانے میں یہ رسم باقی ہے  
کہ درد کے حد سے گزرنے سے مر جانا، ہرگز وہاں نہ کرنا  
بڑھا پاؤ پہنچا اور جانے کا وقت نزدیک آ گیا  
کب تک میرے صاحبِ خواہش کو ترک نہ کرنا

۳۳۶

مجھ نسل میں کوئی بھی تڑپ نہیں پیدا ہوئی  
میرے قاتل کا من جبران ہو گیا  
چند گھڑی (میں) یہاں کھڑا تھا اور (پھر) چلا گیا  
کہ اُس دنیا کی طرف میری منزل تھی  
میرا دل کہتا ہے کہ میں وہ بھر بلا ہوں  
کہ میرا ساحل بالکل نظر نہیں آتا ہے  
اے بت تو نے سنگِ دلی سے میرا سیدھا دیا  
میرا دل آخر کبابِ سنگ ہو گیا  
نمازِ جمعہ کے بعد آ اور من  
میرے بھر کا دل سے میرے خواہش  
تو بے پردہ اور دل کو اضطراب ہے  
خدا میری مشکل کو آسان بنائے  
اس مقصود کے ساتھ رہے کرنا دلیل ہے  
کہ میری سچی باطل حق تھی  
اس تعلق کے ساتھ میرے خون کے پیچھے پڑا ہے  
اے ہدم میری خاک کتنی شیریں ہے  
اس فن میں اگرچہ کم گور ہا ہوں میرے  
لیکن ایک عالم میرا قاتل ہو گیا

۳۳۰

سر رفت و گشت باعث راحت برائے من  
 مردن بہ راو عشق تو آمد بہ پائے من  
 مجنوں گذشت و بندہ نشستم بہ جائے او  
 تا بعد مردم کہ نصیب بہ جائے من  
 در پیش گاہ رمل اقامت ننگد  
 عادت پذیر بودن ماقم سرائے من  
 کے گفتہ ام کہ ترک مرقت کن ولے  
 یک چند شرم دار ز روئے و فائے من  
 یا غیر بادہ خورد و مرا تلخ ہم نہ گفت  
 بسیار آب می برد این ماجرائے من  
 خواہم کہ میر یار شود عاشق کے  
 تا ہدم غمش نہ شود کس سوائے من

۳۳۱

از ہر کے نیاید صرف نیاز عشق  
 این جا چو موم باید یکسر گداز عشق  
 این جمع رفتن را در پاب و مفتاح دامن  
 چوں عمر کس نہ دارد امید باز عشق  
 تقریب راحت دل بہتر از این نہ دیدم  
 ہر چند فتح دارد بے امتیاز عشق  
 ہنسیں دے و بگر احوال جاں گدازاں  
 مغرور حسن و خوبی تا کے بہ ناز عشق  
 آفتن بساط عشرت چوں سبزہ میر تا کے  
 در سایہ درختاں بے برگ و ساد عشق



۳۳۰

سرا ڈر گیا اور میرے لیے راحت کا باعث ہو گیا  
 حیرتی راہ میں مرنا میرے کام آیا  
 مجھوں گزر گیا اور میں اس کی جگہ بیٹھا  
 میرے مرنے کے بعد میری جگہ کون بیٹھے گا  
 بیش گاہ میں ڈیرہ نہیں ڈالتا  
 میری ماتم سرا میں رہنے کی عادت رکھنے والا  
 میں نے کب کہا کہ مرقت کو نہ چھوڑا مگر  
 میری دفا کے سامنے کچھ (تو) شرم کر  
 غیر کے ساتھ شراب پی اور مجھے برا (بھی) نہیں کہا  
 میرے ساتھ (یہ) واقعہ بہت تعجب انگیز ہے  
 میرا چاہتا ہوں کہ یار کسی کا عاشق ہو جائے  
 تاکہ اس کے غم کا میرے سوا کوئی ہدم نہ ہو  
 ۳۳۱

ہر ایک کو صرف نیاز ہونا نہیں آتا  
 اس جگہ موم کی طرح تمام پگھل جانا پڑتا ہے  
 ان گزرنے والوں کے مجمع کا کھوج لگا اور فینست جان  
 کیوں کہ عمر کی طرح (ان میں سے) کسی کے پلٹ آنے کی امید نہیں  
 میں نے دل کی راحت کی صورت اس سے بہتر نہیں دیکھی  
 ہر چند کہ بے مقصد گھومنا قیامت رکھتا ہے  
 کچھ دیر بیٹھ اور جان دینے والوں کا حال دیکھ  
 (اے) حسن اور خوبی کا غرور کرنے والے کب تک تاز سے گشت کرتا رہے گا  
 بڑے کی طرح میرا بیاض عشرت بچھا، کب تک  
 درختوں کے سائے میں بے برگ و ساز پھرنا

۳۳۲

سرم بجاست اگر رفت در سر غوہاں  
علاقہ داشت دل من پہ مخبر غوہاں  
ہمیشہ سرخ پہ غول شکار می باشد  
خندگہ سیر جفا زخم پرور غوہاں  
از این حدیث کہ سرہیز تا قیامت باد  
خوشم قیامت قیامت گل تر غوہاں  
پہ زلف و کاکل و خط می کشد دم ہر دم  
چہ خوش سواد قیامت کشور غوہاں  
بیا و میر سرانجام عشق ہیں کاخ  
گلونے غولیں بریدیم بر در غوہاں

۳۳۳

رقم و غولیں آخر از فرط دل سہیدن  
دھوار می نماید آنکوں پہ خود رسیدن  
اے کاش دل و چشم یک بارگی متحد  
تا چند قطرہ قطرہ خون از مژہ چکیدن  
من خود فقط نہ بروم با غولیں ناامیدی  
پاشید چشم خطے در آرزوئے دیدن  
ہر چند از این بجاہاں بوئے قتیلہ آمد  
در خاطر ہم قیامت اندیشہ رسیدن  
ایں گونہ دلبرے را دامن کہی گذارد  
اے گل فروش باید دست قرا بریدن  
از جوش اشک خونیں سترے نوشہ ام من  
رہیں حکایت است این، یک دم توں شنیدن  
کس نیست باب صحبت، دل ہا کہ انس گیزد  
غول است میر چندے در را پہ رو کشیدن

۳۳۲

اگر میرا سر خواباں کے خیال میں کٹ گیا، ٹھیک ہوا  
 میرا دل خواباں کے فخر سے رہا دکھتا تھا  
 ہمیشہ دکھ کے خون سے سرخ رہتا ہے  
 حسینوں کا قلم سے بھر پور دھم کا پائے والا حیر  
 اس بارش میں کہ (جو) قیامت تک سرسبز رہے  
 مجھ پر خواباں کے گل تر نے اچھی قیامت برپا کی ہے  
 زلف اور کا کل اور قسط سے ہر دم میرا دل سمجھتا ہے  
 خواباں کا ملک کیا خوش سوا ہے  
 آہور (اے) میرے عشق کا انہام دیکھ کہ آخر کار  
 (ہم) اپنا گلا خواباں کے در پر کاٹ رہے ہیں

۳۳۳

میں دل کے ترپنے کی زیادتی سے آخر خود سے گزر گیا  
 اب خود تک پہنچنا دشوار نظر آ رہا ہے  
 اے کاش دل آنکھوں سے یکبارگی گر جاتا  
 کب تک قطرہ قطرہ پتوں سے ٹپکتے رہتا  
 میں نے خود اکیلے نامیدی اپنے ساتھ لے کر نہیں گیا  
 غلطی نے (بھی) دیکھنے کی آرزو میں آنکھیں بند کر لیں  
 ہر چند اس بیاباں سے خطرے کی بو آئی  
 (مگر) میرے دل میں بھاگنے کا خیال نہیں آیا  
 اس طرح کے دلبر کا دامن کون چھوڑتا ہے  
 اے کلغروش میرا ہاتھ قطع کر دینا چاہیے  
 میں نے اٹھک خرمی کے جوش سے ایک سطر لکھی ہے  
 یہ رنگیں حکایت ہے، کسی وقت سننا چاہیے  
 کوئی صحت کے قابل نہیں ہے دل کس سے اس رکھے  
 میرے کچھ دن رُخ پر دروازے کو بند رکھنا اچھا ہے

۳۳۴

## دوغزل

بر باد شد چہ راو تو مشتِ غبارِ من  
 یک رو نیامدی ز وفا پر هزارِ من  
 رسوائے عشقِ آخرِ کارم قرار داد  
 بر سرِ سخنِ گرمِ سخنِ زار زارِ من  
 با سرکشی چہ نفسِ قدمِ نیستِ مستم  
 افتادگی ست شیوہ اہل دیارِ من  
 گامے ہزار اشک چہ ابرم ز دیدہ ریخت  
 دشوار شد ز وادیِ مجنوں گذارِ من  
 کشتیِ عمر روانہ شود در شطِ شراب  
 خمِ خانہ نمود نہ گشت حریفِ قرارِ من  
 طفل است و روزگارِ محنت نہ دیدہ است  
 مہر و وفا مدار توقع ز چارِ من  
 آوازہ ام گرفت چہ عینِ تمامِ شہر  
 شد گوشِ گیرِ نیم سببِ اشتہارِ من  
 چارے کہ پامالِ غمِ ہجر او شدم  
 از دست رفت کارِ نیامد چہ کارِ من  
 تھلکونی سرخک و دلِ داغِ داغِ میر  
 رنگِ بہار ریخت چہ جیب و کنارِ من  
 خواہم کہ فکرِ یک دو سہ بیتِ درِ کسم  
 تا ماند این غزل چہ جہاں یادگارِ من  
 مطلع دوم

عزتِ تمامِ رفت و نمائد اعتبارِ من  
 در کوسے تو ز آمدنِ بار بارِ من

۳۳۴

## دو غزل

میری مشتِ غبارِ حیرِ راہ میں بر باد ہو گئی  
تو ایک بار بھی وفا (کے خیال) سے میرے مزار پر نہ آیا  
آخر کار (مجھے) رسوائے عشق قرار دے دیا  
میرے ہر بات پر زار زار رونے لے  
سرکشی سے نقشِ قدم کی طرح مجھے (بھی) نسبت نہیں ہے  
میرے دیار کے لوگوں کا شیوہ انکسار ہے  
ہر گام پر ابر کی طرح میرے ہزار آنسو آنکھوں سے بہے  
وادئی بھٹوں سے میرا گزرتا دشوار (ہو گیا) تھا  
کشتی شاید شراب کے دریا میں روانہ ہو گئی  
ظم خانہ خود میرے شمار کا حریف نہیں ہوا  
(وہ) مطلق ہے اور (اس نے) روزگارِ محبت کو نہیں دیکھا ہے  
مہر و وفا کی توقع میرے بار سے مت رکھ  
میری شہرت نے عہد کی طرح تمام شیر کو گرفت میں لے لیا  
گوشہ گیری میری شہرت کا سبب بن گئی  
ایک دوست کہ جس کے ہجر کے غم سے پا مال تھا  
کام ہاتھ سے نکل گیا (اور) میری مراد پوری کرنے نہیں آیا  
آنسوؤں کی ٹھکونی اور داغِ داغِ دل میرے  
میری جیب و کنار پر بہار کا رنگ بکھرا گئے  
چاہتا ہوں کہ ایک دو اور شعروں کی فکر کروں  
تا کہ یہ غزل دنیا میں میری یادگار رہ جائے  
مطلع دوم  
تمام عزت چلی گئی اور میرا اعتبار نہیں رہا  
حیرے کو بچے میں میرے بار بار آنے سے

با آں کہ شش جهت ز تو لبریز گشت بود  
مردم در انتظار و نہ عشقی زچار من  
قامت ز داغ بر بن مو گشت گلبنم  
حیف از غرور حسن نہ عشقی بہار من  
در صحبت خلعت پہ تاراج غمزہ داد  
ایمان و دین و ہوش و حواس و قرار من  
از داغ تا پہ داغ بود فرق اے نسیم  
ہما پہ لالہ ایں جگر داغ دار من  
یارپ کہا ز بے خودی عشق رفتہ ام  
چشم سفید شد پہ رو انتظار من  
صد حیف در محبت آں ترک شوخ چشم  
شد با ہزار رنج ہر روزگار من  
پہاں ز ناکی اگرش از نظر شوم  
گوید کہ وقت رفت درینا شکار من  
ایں حرف گفتنی ست پہ دیوار و در کہ میر  
رفتہ ست کار چشم تر از اختیار من

۳۳۵

ہر شب تشنیم از غم او تا کمر پہ خوں  
دست و دہان خویش کشم ہر سحر پہ خوں  
مسکین کیوترے کہ ہر او بود نامہ ام  
آغشتہ پختہ از او ہال و پہ پہ خوں  
چنداں لقب کشید دم بملسم کہ یار  
ہر گز کمر نہ بست کسے را دگر پہ خوں

۳۳۶

دل نگر مردی ز جور آہاں، داوے بکن  
دست زن در دامن صحرا و فریادے بکن

اس کے باوجود کہ شش بہت تجھ سے لبریز تھی  
 میں تیرے اشتکار میں مر گیا اور تجھ سے ڈچار نہیں ہوا  
 ہر جن سو کے داغ سے میری قامت گلشنِ ابنِ گنی تھی  
 حیف کہ تو نے غرورِ حسن سے میری بہار کی سیر نہیں کی  
 بجلی ہی ملاقات میں غزے سے لوٹ لیے  
 میرے ایماں اور دین اور ہوش اور حواس اور قرار  
 اے نسیم ایک داغ سے دوسرے داغ میں فرق ہوتا ہے  
 لالہ کو یہ میرا داغ دار جگر دکھا

یارب عشق کی بے خودی میں کہاں چلا گیا ہوں  
 میری آنکھیں میرے اشتکار کی راہ میں بے نور ہو گئیں ہیں  
 صد حیف اس شوخ چشمِ ترک کی محبت میں  
 میرے دن ہزاروں رنج کے ساتھ بسر ہوئے  
 اگر بے کسی کی وجہ اس کی نظر میں نہ آؤں  
 کہتا ہے افسوس میرا اشتکار مفت چلا گیا  
 یہ بات دیا اور دور سے کہنا ہے کہ میر  
 چشمِ ترکا کام میرے اختیار سے نکل گیا ہے  
 ۳۳۵

برشب اس کے غم میں تا کمر خون میں بیٹھا ہوں  
 ہر صبح اپنے دست و دامن خون میں سمیٹتا ہوں  
 بے چارہ کیو تر کہ جس کے پاس میرا خط تھا  
 اس کے ہال و پر خون میں غلطیدہ پائے گئے  
 مجھے ذبح کرتے وقت اتنی حکان اٹھائی کے یار نے  
 پھر کسی دوسرے کے خون پر کمر نہیں ہاتھی

۳۳۶

اے دل شاید تو آسماں کے ظلم سے مر چکا ہے، فریاد کر  
 دامنِ صحرَا کو تھام اور فریاد کر

خاکم از کوئے کسے بسیار دور افتاده است  
انگ انگ اے صبا ہر روز اداے کین  
می برد از بزم عیبت طالع برگشتہ ام  
جرعہ اے بر خاک اگر ریوی ز من یادے کین

۳۳۷

بر ہر کہ چند گریم ز عذاب درد دغاں  
نہ خورم بہ بزم چیزے، نہ شوم ز شرم نغداں  
دل آئینہ مثالم شدہ دیدنی و لیکن  
نہ شد آں کہ رو دہنش دم چند خود پنداں

۳۳۸

تا سوز عشق روئے خود آورد سوئے من  
چوں شمع افک منکھل آید بہ روئے من  
گم شد مرا چو جان عزیز آو بے سہ  
سودے نہ داد در رو او جتھوئے من

۳۳۹

غیر ہر چند وہ یاد فراموشی من  
خواہد آمد بہ سخن یار ز خاموشی من  
عید تقریب خوشے بود و لیکن صد حیف  
ماند بر عید دگر از تو ہم آغوشی من

۳۴۰

گر ز حیر عشق جاں قربانی او خواہد شدن  
استخوانم کرسی چکان او خواہد شدن

۳۴۱

بہ رہش گذار می کن ولے اے صبا نہ چنداں  
کہ رود بہ باد بکسر کعبہ خاک درونداں



میری خاک کسی کے کوسے سے بہت دور پڑی ہے  
تھوڑی تھوڑی اسے صبا ہر روز دگر  
حیرتی بزمِ پیش سے پھری ہوئی قسمت مجھے لیے جاتی ہے  
اگر خاک پر شراب کا جرو گرائے (تو) مجھے یاد کر

۳۳۷

دانتوں کے درد کے عذاب سے ہر کسی کے پہلو میں کہاں تک روؤں  
نہ بزم میں کوئی چیز کھاتا ہوں، نہ شرم سے خس سکتا ہوں  
میرا آئینہ مثالِ دل دیکھنے کے لائق تھا لیکن  
یہ نہ ہوا کہ خود پسند گھڑی بھر کے لیے اسے اپنا چہرہ دکھاتے

۳۳۸

تاکہ سوئے عشق اپنا رخ میری طرف کرے  
شیع کی طرح آنسو بغیر کے میرے چہرے پر بہہ رہے ہیں  
جانِ عزیز کی طرح کا میرا ایک یوسف آہ گم ہو گیا ہے  
اس کی راہ میں میری جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوا

۳۳۹

اگرچہ غیر (اسے) مجھے فراموش کرنا یاد دلاتا رہتا ہے  
یاد میرے چپ رہنے سے بولنے پر آمادہ ہو جائے گا  
عیدِ انجلیِ اقربِ قحی لیکن صد حیف  
تجھ سے میری ہم آغوشی دوسری عید پر چلی گئی

۳۴۰

اگر عشق کے تیرے جان اس پر قربان ہو جائے  
میرا استخوان اس کے پیکان کی کرسی ہو جائے گا

۳۴۱

اس کی رو سے اسے صبا گزر کر لیکن اتنا نہیں  
کہ ہوا کے ساتھ درد مندوں کی کفِ خاک تمام اڑی جاتی ہے

۳۴۲

چسپاں قصدِ رفتن کنم از در او  
 خیم پائے ایں سو، رود اشک آں سو  
 بہ دل داشتیم چوں کماں زہ نماید  
 جگر را ہدف سازم انا جگر کو  
 تو چسپاں غسلِ محط برآوردی و من  
 تہاؤں نہ کردم ز چسپاں سرِ مو  
 بہ قدغن نماید قلع زبانش  
 کند ہر کہ مذکور جنت در آں کو  
 جائے سیاہے ست اے میر ہر یک  
 چہ زلف و چہ کاکل چہ چشم و چہ ابرو

۳۴۳

کے بے اشارت نگہ شوخ و شگب تو  
 شمشیر می کشد مژدہ پیش جنگ تو  
 اے عشق ناخوش از تو فقط کوکبن نہ رفت  
 پائے چو او ہزار کس آمد بہ سنگ تو  
 دستِ ستم بہ خولے کہ بروی فرو در  
 رنگیں بہ رنگِ پنجہ گل گشت چنگ تو  
 ایمائے ابروئے تو بہ ہر جاے کار کرد  
 گاہے نہ دیدہ ام دو کمانہ خدنگ تو  
 شمشاد الف بہ پیشِ قدرتِ ی کشد بہ خاک  
 گل می شود عرقِ عرق از شرمِ رنگ تو  
 طفلِ ای کہ از طاوتِ طلفت خبر نہ ای  
 شہد است در مذاقِ عزیزاں شریک تو

۳۴۲

جب اس کے در سے جانے کا قصد کرتا ہوں  
 اور پاؤں رکھتا ہوں، اور آفسوگنا شروع ہو جاتے ہیں  
 دل میں تھا کہ جب کمان کا چالہ نظر آئے  
 تھر کو ہدف بناؤں مگر جگر کہاں  
 اے بیان توڑنے والے حیرے عطا کھل آئے اور میں نے  
 بیان سے سرمو تھاؤں نہیں کیا  
 حکم جاری کیا گیا ہے کہ اس کی زبان کاٹی جائے  
 جو بھی اس کو پے میں جنت کا ذکر کرتا ہے  
 اے میر ہر ایک بلائے سیاہ ہے  
 کیا زلف، کیا کاکل، کیا چشم، کیا ابرو

۳۴۳

کب تیری شوخ و طعنت نگاہ کے اشارے کے بغیر  
 تیری پیش جنگ امڑہ شمشیر کھینچتی ہے  
 اے عشق تجھ سے فقط کوکن (ہی) ناراض نہیں کیا  
 اس چھپے ہزاروں کا جحر حیرے ہجر کے چنچے آیا ہے  
 دست ستم بھر کس کے خوں میں ڈوبا ہے  
 وچھپگل کی طرح تیرا ہاتھ رنگین ہو گیا ہے  
 تیرے ابروؤں کے اشارے نے ہر جگہ کام کیا  
 بگی میں نے تیرے تیر کو اچھٹے ہوئے نہیں دیکھا  
 شمشاد تیری قامت کے سامنے خاک پر الف کھینچتا ہے  
 گل تیرے رنگ سے فجل ہو کر عرق عرق ہو جاتا ہے  
 تو لڑکا ہے تجھے اپنی تلخی کی ملاوت کی خبر نہیں ہے  
 دوستوں کے لیے ڈانکے میں تیرا کڑوا پھل شہد (کی طرح) ہے

تا کے سخن ز سبز خط پتاں کنی  
شعر است میرِ این کہ خیالات بنگ تو  
۳۳۳

بہ آنے دل ز صدہا ی بری تو  
بلا ای، فتنہ ای، جاودگری تو  
بہ خوابان گشتانت چہ نسبت  
ز گل صد بزم نازک تری تو  
بہ ہر کام این بیاباں گریہ ی خواست  
گشتی ہم چہ صرصر سرری تو  
بہ این خوش صورتی آدم نہ دیم  
گرو بروی بہ خوبی از پری تو  
بود لافش دروغ پرفروغ  
ز مہ صدشہر نورانی تری تو  
ز پنجم رفتہ خوں سیلاب سیلاب  
چہ دور از خون من گر بگذری تو  
خیال کعبہ و ویرت ہماں است  
ولا از ملتے پر ہر دری تو  
اگر برہم شود سودا بجز نیست  
منافع من دل است و مشتری تو  
جواب این چھا و جور و بیداد  
چہ خواہی گفت روز داوری تو  
کفایت میرِ خواہم کشیدن  
بہ این قمہ دوتا زورآوری تو

کب تک مجبویوں کے سہرا خط کی بات کرے گا  
میر یہ شعر ہے یا تیرے خیالات جنگ<sup>۱</sup> (ہیں)

۳۳۳

ہر آن تو تنکڑوں کا دل چرا لیتا ہے  
تو بلا ہے، فتنہ ہے، چادر گرہ ہے  
گلستان کے خواباں سے تجھ کو کیا نسبت  
تو گل سے صد پیر بن نازک تر ہے  
اس بیاباں میں ہر قدم پر گریہ (کرنے) چاہیے  
تو صرصر کی طرح سرسری گزر گیا  
میں نے اس خوب صورتی کو آدی میں نہیں دیکھا  
حسن سے تو نے پی کو گروی رکھ لیا  
چاند کا دعویٰ بے فروغ<sup>۲</sup> جھوٹ تھا  
تو اس سے صد شیر زیادہ منور ہے  
میری آنکھ سے غول سیلاب سیلاب نکلا  
کیا ڈر ہے اگر تو میرے خون کو معاف کر دے  
تیرا در و کعبہ کا خیال ویسا ہی (پریشان) ہے  
اے دل نڈت سے تو ہر در پر ہے  
اگر سودا بگڑ جائے تو تعجب نہیں ہے  
میری متاع دل ہے اور خریدار تو ہے  
اس جہاں اور جور اور بیداو کے جواب میں  
قیامت کے دن تو کیا کہے گا  
میر میں تیرا سقا بل نہیں کر سکتا  
اس دورے قہ کے ساتھ تو زور آور ہے

<sup>۱</sup> اوت پناک خیالات، جیسے جنگ کے فتنے میں پھاسا ہوتے ہیں۔

<sup>۲</sup> بے روشنی۔

۳۳۵

ہرگز ز من نیامد ترک ہوائے او  
آخر شدم بہ خاک برابر برائے او  
غافل مشو ز قائلۂ عمر رفتی  
کم ی رسد بہ گوش صدائے درائے او  
دروست درد عشق کہ جز مرگ در جہاں  
ہرگز نہ پختہ مناسب دوائے او  
چوں سو ضعیف کشتہ امشائے راز کرد  
بر سر شکست کاسہ مرا از جہائے او  
ہر مظہرے کہ می نگرم بھینا ظاہر است  
ہرگز نیادم بہ نظر ماسوائے او  
رہ می رود چنان کہ بہ ہر گام می شود  
بیدار غول غقت ز آواز پائے او  
کے پیش مستحالی جہاں می شود دراز  
بالین زیر سر شدہ دست گدائے او  
داغ ام ز انگلاط پریشان جلوہ اش  
نبود ولے کہ نیست در او گرم جائے او  
دیدم کہ رفتہ رفتہ بہ بستر قنار و مرد  
میر آں کہ بھلے کرد بہ عہد وفا کے او

۳۳۶

وہد وادہ شست تو تنجیر تو  
کہ برداشت رنگ از دلش حیر تو  
من اسے گر یہ چشم از تو می داشتہم  
نہ دیدم ولے بچہ تاشیر تو

۳۳۵

ہرگز مجھے اس کی آرزو کو ترک کرنا نہیں آیا  
 آخر کار اس کے لیے میں خاک کے برابر ہو گیا  
 گزرتی ہوئی عمر کے قافلے سے غافل مت رہ  
 کانوں تک اس کی جرس کی صدا کم (ہی) پہنچتی ہے  
 دردِ عشق وہ درد ہے کہ موت کے سوا دنیا میں  
 ہرگز اس کی مناسب دوا نہیں پاتے  
 میرے ہال کی طرح گزور ہو جانے نے افشائے راز کر دیا  
 اس کی جفا نے مجھے رسوا کر دیا  
 ہر مظہر کہ میں دیکھتا ہوں، عین ظاہر ہے  
 میری نظر میں اس کے سوا ہرگز کوئی اور نہیں آیا  
 اس طرح راست چلتا ہے کہ ہر قدم پر  
 غونہ غلط اس کی آواز پا سے بیدار ہوتا جاتا ہے  
 کب دنیا کے معموں کے سامنے پھیل سکتا ہے  
 اس کے گدا کا سر کے نیچے پائیں بنا ہوا ہاتھ  
 اس کے جلوے کے ہر ایک کے سامنے آنے سے رنجیدہ ہوں  
 کوئی دل نہیں ہو گا کہ جس میں وہ جاگزیں نہیں ہے  
 میں نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ بستر پر پڑا اور مر گیا  
 میر جس نے کہ اس کے مجبورِ وفا پر نگیں کیا

۳۳۶

تیرا افکار تیرے نکلنے کی داو دیتا ہے  
 کہ اس کے دل سے غون تیرے تیرے اڑا دیا  
 میں اے گر یہ تجھ سے امید رکھتا تھا  
 مگر تیری کوئی تاخیر نہیں دیکھی

ہ صد رنگ گل جلوہ گر شد دلے  
 مرا در نظر بود تصویر تو  
 من از طور خود گشت گردیدہ ام  
 ہ غول رنج من نیست تقصیر تو  
 کداحیں جراحت جراحت نہ شد  
 مگر زہر بود آب شمشیر تو  
 ہ حدے خراب ای تو اے شہر دل  
 کہ مقذور من نیست تقصیر تو  
 ہ خوف ام ز شور مزاج تو میر  
 مبادا شود پارہ رنج تو

۳۳۷

ہ رگز نمی شود کہ نایم ہ سوئے تو  
 یا چشم من ز شوق میزند ہ روئے تو  
 از کار رفتن دل من نیست بے سبب  
 می آیدم ز ہر گل این باغ بوئے تو  
 طوفان نہ داد دست و ز عمرے ست در برم  
 از خاک راہ جامہ احرام کوئے تو  
 مگر در بغل ہ کام من آئی چہ می شود  
 دارم دلے کہ خوں شدہ در آرزوئے تو  
 پیدا نہ گشت ہر کہ قدم در رہت گذاشت  
 تنہا نہ میر گم شدہ در جستجوئے تو

۳۳۸

ناصح جنوں زیادہ شد آخر ز پیر تو  
 نقشہ نہ کرد داروئے ناسودمند تو



گل سورنگ سے جلوہ گر ہوا، لیکن  
میری نظر میں تیری تصویر تھی  
میں اپنے طور کی وجہ سے مارا گیا ہوں  
میرے خون میں تیرا تصویر نہیں ہے  
کون تھا جو دلم دلم نہیں تھا  
شاید تیری ششیر کی آب زہر تھی  
اے شہر دل تو اس حد تک اجڑ گیا ہے  
کہ مجھے تیری تعمیر کا مقصد نہیں رہا  
تیرے مزاج کے شور اے میرے مجھے خوف ہے  
کہ کبھی تیری زنجیر نکلوے کلوے نہ ہو جائے

۳۳۷

ہرگز کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تیری طرف نہ آؤں  
یا میری آنکھ جہت کے ساتھ تیرے چہرے پر نہیں پڑے  
میرے دل کا بے خود ہو جانا بے سبب نہیں ہے  
مجھے اس بارغ کے ہر گل سے تیری بو آ رہی ہے  
طواف کا موقع نہیں ملا اور مدت سے میرے جسم پر ہے  
تیرے کوپے کی خاک راہ کا جامہ حرام  
(اب) اگر آغوش میں میری مراد پر آیا تو کیا  
وہ دل دکھتا ہوں جو تیری آرزو میں خون ہو چکا ہے  
جس نے بھی تیری راہ میں قدم رکھا (پھر) نظر نہیں آیا  
تھا میری تیری جستجو میں گم نہیں ہوا ہے

۳۳۸

نامح آخر تیری نصیحتوں سے جنوں بڑھ گیا  
تیری ناموافق روا سے فائدہ نہیں ہوا

در کشت و خون اہل نظر اے زباں دراز  
 کوتاہی اے نہ کرو نکاو کشتہ تو  
 خوش قاصدے چہ یار چہ بر تنگ می کشی  
 اے جامہ رنک ہاست چہ بخت بلند تو  
 زہار از غزل طائفہ رضا بینم  
 بر خاک من بس است گداز سنبہ تو  
 دل جمع کردہ ام ز رہائی غوشتن  
 کافورہ ام بسان گرہ در کشیدہ تو  
 دشوار مریخ اگر آساں شمرہ ای  
 افسوس از طبیعت مشکل پسند تو  
 شاید کہ میر محنت بے حد کشیدہ ای  
 خون می تراود از سخن دردمند تو

۳۴۹

اے عمر برقی جلوہ دل من فدائے تو  
 گرم از برم گذشتی و گرم است جائے تو  
 یک رہ نقاب بر قلن اے مایہ حیات  
 در فکر مردن است جہانے برائے تو  
 اکنوں ہداں سرام کہ بہیم چہ ذوق اگر  
 دہم دید گذشتن سر چہ پائے تو  
 زہار من چہ باغ نمی بہم آشاں  
 معلوم کردے اگر اے گل وقائے تو  
 ہر کس کہ دید طور تو با من چہ طر گفت  
 گر میر آشاںے تو ایں است، دائے تو

اہل نظر کے کشت و خوں میں اسے نہ پاں دراز  
 حیرتی قاتل نگاہ نے کوئی کوتاہی نہیں کی  
 یار کی طرح غوش قامت کو آغوش میں جگ کھینچتا ہے  
 اسے بھرا ہن حیرے بلند بخت پر رنک ہے  
 کبھی بھی فرشتوں کے اترنے سے غوش نہیں ہوں  
 میری خاک پر حیرے سمند کا گز رنا کافی ہے  
 میں اپنی رہائی سے (مایوس ہو کر) بے فکر ہو چکا ہوں  
 کہ گرہ کی طرح حیرتی کند میں پھنسا ہوں  
 اگر میرے دشوار مرے کو تو نے آسان شمار کیا ہے  
 حیرتی مشکل پسند طبیعت پر افسوس ہے  
 شاید کہ میرے تو نے بے حد تکلیف اٹھائی ہے  
 حیرتی فگنیں باتوں سے خون ٹپک رہا ہے

۳۳۹

اسے برقی جلوہ عمر میرا دل تجھ پر فدا  
 (تو) میری آغوش سے جیزی سے چلی گئی اور حیرتی جگہ گرم ہے  
 ایک بار نقاب الٹ دے اسے سرمایہ حیات  
 دنیا حیرے لیے مرنے کی فکر میں ہے  
 اب اس ہوس میں ہوں کہ اگر عشق میں جان دوں  
 مجھے حیرے قدموں پر سرفراز کرنا نصیب ہو  
 میں کبھی باغ میں آسپاں نہ بامدحتا  
 اگر اسے گل مجھے حیرتی وفا معلوم ہوتی  
 جس نے بھی حیرا طور دیکھا مجھ سے طنز سے کہا  
 میرے حیرا آفتا اگر یہ ہے (تو) داغے تو

۳۵۰

خوش است آن گوهر و خوش آبی او  
 دے خوں شد دل از نایابی او  
 تر آمد مدد چو از برقع برآمد  
 شہاں گد، چہرہ بہتابی او  
 بہ دل می چہم بسیار اسال  
 قضائے دشت و خوش سیلابی او  
 غم بے انتہائے دلشیب من  
 شد آخر باعث بے خوابی او  
 چہ گویم آہ از دریائے ہستی  
 کہ آتش زد چہ دل کم آبی او  
 تگر، خوں کرد لعل بے بہا را  
 ز خوش رنگی لب عکابی او  
 میرس از جان صاحب مردہ من  
 چہ ہا می ظلم از بے تابی او  
 فریب است افتائے شیخ، دریاب  
 نہ سجادہ بھرابی او  
 نہ دارد میر غیر از آفتاب  
 ہمہ داغ ام ز بے سبابی او

۳۵۱

مے در عرق افتادہ است از نرگس شہلائے تو  
 گل برگ سرخ و زرد شد از خوبی لب ہائے تو  
 اے گرد سر گردم ترا بسیار می چہی بہ دل  
 صد داغ دارد سیدام از خوبی ہرچائے تو  
 تا قہ ناز افراشتی، ہرگز نیامد آفتے  
 دارد تگر در دل بلا اندیش از بالائے تو

۳۵۰

وہ گہرا چھا ہے اور اس کی چمک (بھی)  
 لیکن دل خون ہو گیا اس کے نہ ملنے سے  
 چاند شرمندہ ہو گیا جب برقع سے باہر کھلا  
 رات کو اس کا مہتابی چہرہ  
 اس سال میرے دل سے بہت لپٹ رہی ہے  
 دشت کی فضا اور اس کی خوش سیلابی  
 میری کل رات کا بے انتہا فہم  
 آخر اس کی بے خوابی کا باعث ہو گیا  
 دریائے ہستی کا کیا کہیں  
 کہ دل میں اس کی کم آبی نے آگ لگا دی  
 لعل بے بہا کا جگر خون کر دیا  
 اس کے مہتابی ہونٹوں نے (اپنی) خوش رنگی سے  
 میری (اس) جان کے ہارے میں جس کا مالک مرچکا ہے، مت پوچھو  
 میں اس کی بے تابی (کی وجہ) سے کیا کیا دیکھتا ہوں  
 صبح کے اٹھنا کا فریب بچان لے  
 اس کے محرابی حنادہ کے نیچے  
 میرا ایک آفتاب کے سوا کچھ نہیں رکھتا  
 اس کی بے سرو سامانی سے تمام دماغ ہوں

۳۵۱

حیری فرس شہلا سے شراب پانی پانی ہو گئی  
 تیرے لبوں کی خوبصورتی کے آگے بھول کی پٹھوری شرمندہ ہو گئی  
 تیرے سر کے پھیرے لپٹا ہوں (تو) دل میں بہت زیادہ غمہ رہتا ہے  
 تیرے (سراپا میں) ہر جگہ کی خوبی سے میرا سینہ سوداغ رکھتا ہے  
 جب تک تو قہقارہ کے ساتھ نہیں کھڑا ہوتا، ہرگز کوئی آفت نہیں آتی  
 مگر حیری قامت کا خیال دل کے لیے ہلا ہو جاتا ہے

افتاده خلع بر دست غوغا اگر سری کھد  
یک روز خوں غواہ شدن بر خاک زیر پائے تو  
یک چند ترک عشق کن بسیار لاغر گشتہ ای  
اے میر نصیحت ہم نہ ماند از جسم غم فرمائے تو

۳۵۲

در دے صد بار خوں گرچہ چارہاں تو  
قابل سیراند ظالم در درخساراں تو  
با الم دست و بغل رقصہ آخر زیر خاک  
چ نہ شد زخم شک بندہ دل افکاراں تو  
من محی کفتم کہ با ایں بے تہاں صحبت مدار  
عاقبت سے غور و دست ظاہر شد از یارہاں تو  
چشم را نکشودی از ناز ارے اے مطرور حسن  
دیدنی بودند مردم در گرفتارہاں تو  
بر مزار میر شب رقص، نقاب جلوہ داشت  
ایں جواں شاید کہ بود از ناز بردارہاں تو

۳۵۳

یارب چہ روز بود کہ دل گشت یار او  
تا زندگی دیگر نہ شدم من فرچار او  
در صحنہ جوش داغ جگر رقص از جہاں  
بالے رساند عشق و نہ دیدم بہار او  
شمشیر جور یار نہ دافتم چہ ذوق داشت  
ہرگز نہ شد دلم تسلی فکار او  
شد بعد خاک آتش بھوں چہ گردباد  
آوارہ گرد باد یہ مشت غبار او  
چشم چہ نقش پای بہ سلفیدی رسیدہ است  
گردے سرے تسلی سجدہ از رہگذار او

حیرے در پر پڑی ہوئی خلقت اگر شور کرنا شروع کرے  
ایک روز حیرے پاؤں کے نیچے کی خاک کے لیے خوں ریزی ہو جائے گی  
کچھ دن عشق کرنا چھوڑ، بہت زیادہ لاغر ہو گیا ہے  
اے میر حیرا غم جھیلنے والا بدن آدھا بھی نہیں رہ گیا

۳۵۲

ایک پل میں سو بار حیرے چار خون روٹتے ہیں  
عالم حیرے زرد و خسار والے دیکھنے کے قاتل ہیں  
الم کے ساتھ ہم آغوش ہو کر آخر خاک میں چلے گئے  
حیرے دل افکاروں کے تھک بند اذہم ایسے نہ ہوئے  
میں نے نہیں کہا تھا ان کم ظرفوں سے نہ مل کر  
آخر حیرا شراب پینا حیرے (ان) یاروں (کی وجہ) سے ظاہر ہو گیا  
(تو نے) ناز سے آنکھ نہیں کھولی ورنہ اے حسن پر مغرور  
حیرے گرفتاروں میں دیکھنے کے لائق لوگ تھے  
رات میر کے مزار پر گیا، مجرب جلوہ تھا  
یہ جوان کہ شاید حیرے ناز برداروں میں سے تھا

۳۵۳

یارب کون سا دن تھا کہ دل اس یار کا بنا  
(میں) ساری زندگی دوسری یار اس سے نہیں ملا  
میں عین داغ جگر کے جوش میں دنیا سے چلا گیا  
عشق نے ایک باغ بہم پہنچایا اور میں نے اس کی بہار نہیں دیکھی  
یار کے ظلم کی شمشیر نہیں جانتا کیا چاشنی رکھتی ہے  
اس کا شکار دہم سے کبھی مطمئن نہیں ہوا  
محبوں کے خاک ہو جانے کے بعد گرد ہوا کی طرح  
اس کی مشت غبار صحرا میں آوارہ گرد ہو گئی  
میری آنکھیں عشق پا کی طرح سفیدی کو پہنچ چکی ہیں  
(مگر) اس کی رہنمائی سے گرد بلند نہیں ہوتی

تھاواں پہ پائے آبلہ رفتن پہ دشت شوق  
کز شیشہ ریزہ شوخ تر القادہ خار او  
بر خاک میر صبح گزدارم قادہ بود  
ہنگامہ شد ز شور ملک بر مزار او

۳۵۳

ہمیں گلستانِ دل نیست کارِ الفت او  
ہزار خانہ خرابی ست در محبت او  
اگر قمر کندت روکشی، سہ بخت است  
در آفتاب شود چہرہ با تو، شامت او  
ز فرط شوق چہ سختی کہ کوکبن نہ کشید  
وے دریغ کہ بر باد رفت محبت او  
نکار من پہ چمن رفت با کہ ہنچید  
گلِ لطف نہ دارد دہانِ صحبت او  
پہ باغِ چشتر از آفتاب می آئی  
اگر پہ صبح چمن مائل ای، سعادت او  
ز بس کہ بر سر تابوت میر کثرت شد  
نہ داد دست بے را نماز میت او

۳۵۵

تا چند سر پہ سنگ زند کس ز قہر تو  
میفع زودست آن کہ بدد زد ز شہر تو  
جاں داد میر و زندگی جادواں بیافت  
اے داکے بر کساں کہ نہ مردد بہر تو

۳۵۶

صبح بر خیز و پے بادہ گدایانہ بود  
ہیٰ تھذہباں بر در سے خانہ بود



ہروں میں آبلوں (کی وجہ) سے دشتِ شوق میں نہیں جل سکتے  
 کہ شیشہ کے ٹکروں سے زیادہ تیز اس کے کانٹے بکھرے ہیں  
 میر کی خاک پر سے صبح میرا گزرتا ہوا تھا  
 فرشتوں کے شور سے اس کے حزار پر ہنگامہ تھا  
 ۳۵۳

(صرف) یہی دل کا توڑنا اس کی صحبت کا کام نہیں  
 اس کی صحبت میں ہزار خانہ خرابی ہے  
 اگر چاند تیرے مقابل آتا ہے، سیہ بخت ہے  
 اور اگر سورج تیری طرف رخ کرتا ہے، اس کی شامت (ہے)  
 کوہکن نے فرطِ شوق میں کیا سختی نہیں سمجھی  
 لیکن افسوس اس کی محنت پر باد گئی  
 میرا محبوب چمن میں جا کر کس کے ساتھ بیٹھے  
 کھلا ہوا پھول اس کی صحبت کے لائق منہ نہیں رکھتا  
 تو باغ میں آفتاب سے پہلے آ جاتا ہے  
 اگر تو صبح چمن پر باکل ہے، اس کی خوش قسمتی ہے  
 نہایت میر کے تابوت کے اوپر کھڑت تھی  
 بیٹوں کو اس کی میت کی نماز حاصل نہیں ہوئی  
 ۳۵۵

تیرے قبر سے کب تک کوئی سر بھر سے کھرائے  
 جسے تیرے شہر سے نکال دیا گیا، اسے مفت میں نہات مل گئی  
 میر نے جان دی اور زندگی جاوید پائی  
 ان پر افسوس ہے جو تیرے لیے نہیں مرے  
 ۳۵۶

صبح اٹھ اور شراب کے لیے گدا یا نہ نکل  
 مٹی لٹھ پکارتے ہوئے در سے خانہ پر جا

یا منہ پاسے بہ میدان محنت یا میر  
ترک سرگیر و در آں معرکہ مردانہ برو

۳۵۷

رو در جہاں قنار چو با جان سوخت  
دیدیم حمد باد و بیابان سوخت  
صحنے ز سینہ سوزندگان وفا بگو  
گر بر غوری صبا بہ جوانان سوخت  
گرم تلاش صحبت آسودہ اے مہاش  
دست بزن بہ گوشہ دامان سوخت  
دارغ ایں چنیں ز منت دوتاں نمی شدیم  
می ساختیم گر بہ لب نان سوخت  
اے باد صبح کہ شرم در کنار ریز  
شائستہ نیست گل بہ گریبان سوخت  
حالے از آں عمارت خوش طریح دل پیر  
افتادہ اند یک دو سہ ایوان سوخت  
از شعر میر دوش بہ جاں آتشم قنار  
بود آں عزیز طرفہ سخن دان سوخت

۳۵۸

یک دست بیز تر از خاک من دمیدہ  
وقت است اگر بیاید آں آہوے دمیدہ  
بارے فراق خواہاں گذرانندہ شد بہ غوی  
کس ایں چنیں بلا را ایں گوندہ بر نہ چیدہ  
ہر گام چشم عاشق چنہاں بہ زیر خاک است  
در کوئے خویش پا را بگذارد دیدہ دیدہ  
آزاد سبز بخت کاو در بنی درخت  
دامن بہ روکشیدہ چوں سایہ واکشیدہ

یا محبت کے میدان میں قدم نہ رکھ میرا  
سر ترک کر اور اس معرکہ میں مردانہ وار جا

۳۵۷

(اس) جان سوخت کے ساتھ جب جہاں میں (ہم) اپنی راہ لگے  
ہم نے تھک ہوا اور چلا ہوا بیاباں دیکھا  
سینہ سوئیگان وفا کی طرف سے مرہا کہتا  
اے صبا اگر سوخت جوانوں سے ملاقات ہو  
کسی آسودہ کی دہتی کی تلاش میں مصروف مت رہ  
کسی چلے ہوئے کے دامن کے گوشہ کو کھینچ  
(ہم) کم نظروں کا احسان (اٹھا کر) اسنے رنجیدہ نہیں ہوتے  
اگر جلی ہوئی روٹی کے ٹکڑے پر گزارا کر لیتے  
اے صبح کی ہوا میرے دامن میں چنگاریاں ڈال  
چلے ہوئے گریبان میں پھول مناسب نہیں ہوتے  
اب دل کی اس خوش نما عمارت کا مست پوچھ  
دو تین چلے ہوئے ایمان گر پکے ہیں  
کل میر کے شعر سے جان میں آگ لگ گئی  
وہ عزیز طرف سوخت شاعر تھا

۳۵۸

باشت بھر سزا تر میری خاک سے اُگا ہے  
(مناسب) وقت ہے اگر وہ آہوئے رمیدہ آجائے  
بارے خواباں کا فراق اچھی طرح گزر گیا ہے  
کسی نے اس مصیبت کو اس طرح نہیں جمایا تھا  
ہر کام پر کسی عاشق کی آنکھ خاک کے نیچے جھپی ہے  
اپنے کوسے میں قدم دیکھ دیکھ کے رکھ  
وہ آزاد خوش نصیب (ہے) کہ جس نے درخت کے نیچے  
دامن منہ پر تانا اور سائے کی طرح لیٹ گیا

در نقل گاہ از دل آواز بر نیامد  
شاید ز تیغ جوش زخم رسا رسیده  
پردانہ دوش خود را در بزم زد بر آتش  
لیکن نہ گفت چیزے شیخ زباں بریدہ  
برگز نہ شد در این عہد تغیر حالت او  
بودہ ست میر آخر مراد زمانہ دیدہ

۳۵۹

شد گوش زد طور توام از رو بہ بزمست پردہ  
رفش ز من فہیدہ کن، دارم دل آزدہ  
خواہم دلے پیدا کنم کفر آشا، دیں دھنے  
از کہہ سر چہیدہ، با دیں رو آوردہ  
اے شیخ با ہر مغاں یک لحظہ صحبت گرم کن  
تا چند تمہا زیستہن با خاطر افسردہ  
بس آزمائش کردہ ام، بچہ این قضایا دیدہ ام  
در یک نفس جاں ی دہد بر دل جراحت خوردہ  
از میر واقف ہستم لیکن چو شب ی آدم  
دیدم جوان تازہ در رو بہ حسرت مردہ

۳۶۰

مرا دلے ست بہ بر چاک چاک چوں شانہ  
ز احتکام پریشان زلف جاناںہ  
چہ ہر دو کام بود در رو طش با را  
چہ دیدہ اٹک و چہ لب نالہ غریبانہ  
چہ بزم بیش جہاں صبح کہ بیا و آہیں  
کہ شیخ دودے و خاکسترے ست پردانہ  
دے کہ نالہ کشم حذیب دم درکش  
کہ دم کشی نہ توانی بہ ایں چک و چانہ

قل گاہ میں دل سے آواز ہا ہر نہیں نکل  
 شاید تیری علم کی تخی سے دھم کا مل لگا  
 بزم میں پروانے نے کل خود کو آگ میں جلا دیا  
 پھر بھی زبان کنی ہوئی شمع نے ایک حرف نہیں کہا  
 اس عہد میں اس کی حالت میں بالکل تغیر نہیں تھا  
 میرا آخر زمانہ دیدہ و نظر تھا

۳۵۹

تیری بزم میں راہ پانے سے تیرے اطوار میرے سننے میں آ گئے  
 مجھ سے دلچسپی سمجھ کر کہ دکھا ہوا دل دکھتا ہوں  
 چاہتا ہوں ایک دل بناؤں، کفر آشا، دین دشمن  
 کعبہ سے منحرف، بت کدے کی طرف سر جھکانے ہوئے  
 اے شیخ جو مغاں کے ساتھ ایک لحاظ صحبت گرم کر  
 کب تک افسردہ دل کے ساتھ چھا زندہ رہتا  
 بہت آزما چکا ہوں، ایسے بہت سے، جھگڑے دیکھے ہیں  
 دل پر دھم کھایا ہوا ایک نفس میں جان دیتا ہے  
 میرے واقف نہیں ہوں لیکن رات کو جب آ رہا تھا  
 راستے میں حسرت سے مرے ہوئے ایک نوجوان کو دیکھا تھا

۳۶۰

میرے پہلو میں کنگھی کی طرح چاک چاک دل ہے  
 زلف جاناں سے اعتکاف پریشاں کی وجہ سے  
 ہر دو گام پر اس کے غم کی راہ میں جاری  
 آنکھوں میں آنسو (ہیں) اور ہونٹوں پر غریبانہ فریاد (ہے)  
 جہاں کی بزم پیش میں صبح کے وقت جا اور دیکھ  
 کہ شمع دھواں اور پروانہ خاکستر ہے  
 جب (میں) نالہ کچھنوں، عندیہ (تو) چپ رہا کر  
 کہ (تو اپنی) اس استعداد کے ساتھ (میری) ہم نوائی نہیں کر سکتی

نہ تاپہ از بحر آں آفتاب خالغ من  
 کہ چشم دوخته ام من بہ روزن خانہ  
 برید کشیدہ ما را و دوستان پیوید  
 کہ او ہم از غم ما رنجہ می شود یا نہ  
 چہ گویم آہ کہ احوال ما نمی گیرد  
 در این دیار کس از آفتاب و بیکانہ  
 بہ این فروش کہ داریم شیر خنکی کرد  
 نہادہ ایم چہ سیلاب سر بہ ویرانہ  
 بہ میر لالہ و گل می برد بسر عمرے  
 مگر کہ میر بود سید گلستانہ

۳۶۱

اے کہ می پری کہ ای، ہستم سپاہی زاوہ  
 زخم بر دل خورده اے، در خاک و خون افتادہ  
 باز گشت خود نمی بینم بہ روز حشر ہم  
 رفتہ ام از خویش بر طرہ خرام سادہ  
 ایمن نہ دارم کیست لیکن بر سر رہ دیدہ ام  
 دست از جاں حصیہ، آزرودہ، دل داوہ  
 یادگار شیخ بسیار است در سے خانہ ہا  
 بہ اے، جہاں ہے، حمامہ اے، حمامہ  
 میر با اہل جہاں ربطے نہ دارد مطلقاً  
 کے فروغ آید سرش، مردے ست او آزرودہ

۳۶۲

نگاہش آں چناں بے خود ز باوہ  
 کہ تا بر من قند صد جا قتادہ  
 تبسم گوید آں لالہ رخسار  
 در فردوس بر دروا کشادہ

صبح سے میری قسمت کا وہ آفتاب نہیں بھگاتا  
 کہ میں نے گھر کے روزن سے آنکھ جھار رکھی ہے  
 میری بخش لے آؤ اور دوست دیکھ لیں  
 کہ وہ بھی میرے غم میں اداس ہوتا ہے یا نہیں  
 آؤ کیا کہیں کہ ہمارا حال نہیں پوچھتا  
 اس شہر میں کوئی کسی آفتا اور بیگانے سے  
 اس شور و غل سے جو ہم کیا کرتے تھے شہر پریشان ہو گیا تھا  
 سیلاب کی طرح (ہم نے) سرویرانے میں چھپا دیا ہے  
 (اپنی) زندگی لالہ و گل کی سیر میں بسر کر رہا ہے  
 شاید میرا گلستانہ کا سید ہے

۳۶۱

اے جو پوچھ رہا کہ تو کون ہے، سپاہی زادہ ہوں  
 دل پر دھم کھائے ہوئے، خاک و غول میں پڑا ہوا  
 حشر کے دن بھی اپنا پلہ کر آنا نہیں دیکھتا  
 ایک سادہ کے طرزِ ظرام پر خود سے گزرو کیا ہوا ہوں  
 یہ نہیں جانتا کون ہے لیکن سر راہ دیکھا ہے  
 چان سے ہاتھ دھوئے ہوئے، ایک غم زدہ عاشق کو  
 سے خانوں میں شیخ کی بہت نشانیاں ہیں  
 جب، بھراکھن، حمام، سخاوت  
 میرا اہل جہاں سے مطلقاً رہا نہیں رکھتا  
 وہ آزاد مرد ہے اس کا سر کہاں جھک سکتا ہے

۳۶۲

اس کی نگاہیں شراب سے ایسی بے خود  
 کہ جب تک مجھ پر پڑیں سو جگہ پڑیں  
 اس لالہ رخسار کے جسم نے  
 بہنوں کے سامنے درِ فردوس کشادہ (کر دیا)

مہرے از طرز رفتارش کہ ہر گام  
 ز وضع خود قدم ہیروں نہادہ  
 جو نیرنگ او مشکل تو اس یافت  
 کہ در ہر جا ہر صد رنگ ایستادہ  
 سمجہ ناز از نری روش  
 عنان اختیار از دست دادہ  
 شکایت نامہ دوری رہ بود  
 نہ فہمی غیب چچان جادہ  
 ترا اے گل ہر روئے او چہ نسبت  
 گو حرف از وہان خود زیادہ  
 بدیں ساس میر چوں خواہی بسر کرد  
 کہ او بسیار پزکار و تو سادہ

۳۶۳

یک بار ایں کہ ترک ملاقات کردہ  
 از من چہ دیدہ ای و چہ اثبات کردہ  
 ہر جان من ز وعدہ خلافی مصل  
 نومیدی و امید مساوات کردہ  
 در ہر کسے کہ ی نگرم مست و بے خود است  
 عالم ہر یک نگاہ غراہات کردہ  
 می خواستم پیالہ دل شب چہ آفتاب  
 اے چہ سے فروش کرامات کردہ  
 شب ہا ہر گریہ داشتہ ای تا سحر مرا  
 روزے اگر سلوک و مدارات کردہ  
 زاہد قند ہر دست کہ تا گوہر مراد  
 من گریہ کردہ ام، تو مناجات کردہ



اس کے طرز رفتار کی نہ پچھے کہ ہر گام  
 اپنی وضع سے قدم باہر رکھے ہوئے (ہے)  
 اس کی اصلیت در یافت کرنا مشکل ہے  
 کہ ہر جگہ سورنگ میں موجود ہے  
 اس کی راتوں کی نری سے (اس کا) سمندر ناز  
 عنان اختیار ہاتھ سے چھوڑے ہوئے (ہے)  
 راستے کی مشکل کا نکایت نامہ تھا  
 تو خطہ پہچان جادہ نہیں سمجھا  
 تجھے اے گل اس کے پیرے سے کیا نسبت  
 اپنے منہ سے بڑی بات مت کر  
 اس طرح میر کیوں کر بسر کرے گا  
 کہ وہ بہت پرکار اور تو سادہ

۳۶۳

یہ کیا کہ اچانک تو نے ملاقات ترک کر دی ہے  
 تو نے مجھ سے (ایسا) کیا دیکھا ہے اور کیا یقین کر لیا ہے  
 (تو نے) میری جان پر مسلسل وعدہ خلائی کر کے  
 ناامیدی اور امید (کے احساس) کو مساوی کر دیا ہے  
 جس کسی کو بھی میں دیکھتا ہوں مست اور بے خود ہے  
 تو نے دنیا کو ایک نگاہ سے شراب خانہ بنا دیا ہے  
 میں نے آدمی رات میں آفتاب جیسا بیالہ چاہا تھا  
 اے میرے قروش ٹو نے (تو) کرامات کر دی  
 راتوں کو تو نے صبح تک مجھے رلائے رکھا ہے  
 ایک روز اگر سلوک اور مدارات کی ہے  
 زاہد گوہر مراد کس کے ہاتھ آتا ہے  
 میں نے گر یہ کیا، تو نے مناجات کی ہے

شعرے نہ شد شنیدہ در این مدت از تو میر  
مظلوم شد کہ ترک خیالات کردہ

۳۶۳

جرم چہ بود کاین ہمہ بدخواہ بودہ  
تا خوں چہ این ستم زدہ ہمراہ بودہ  
جائے نمی روی کہ از آن جا نمی روی  
غافل تمام عمر تو در راہ بودہ  
رفیق و سبزہ دار جہاں آن چہاں کہ میر  
پیدا نہ ای مگر تو پر گاہ بودہ

۳۶۵

می نایم گر پیہ بے اختیارے گاہ گاہ  
می دہم تسکین جان بے قرارے گاہ گاہ  
خواہش لطف تو کردن بے فضولی نیست لیک  
مگر نہ باشد اکثر اوقات ہارے گاہ گاہ  
آگہ از بختوں شیکم لیک این قدر دانم کہ میر  
می کند گردے از این صحرا خہارے گاہ گاہ

۳۶۶

در	رہت	آہ	داغ ہا	دیدہ
دل	کباب	گذشتہ	گردیدہ	
چہ	قدر ہا	پسند	می	آید
از	بتاں	طور	ناپسندیدہ	
حیف	در	شیر	غوب رویاں	میر
کس	زبان	مرا	نہ	لمبیدہ

اس لذت میں میرا چہرہ سے ایک شعر نہیں سنا ہے  
معلوم ہوا کہ تو نے فکرِ سخن ترک کر دی ہے

۳۶۳

میرا کیا جرم تھا کہ (تو) اتنا بدخواہ ہو گیا  
(میرے) قتل ہونے تک مجھ قسم زدہ کے مصراہ ہو گیا  
کسی جگہ نہیں پہنچتا کہ اس جگہ سے چلا نہیں جاتا  
غافل تمام عمر تو راستے میں ہے  
دنیا کہ ہرزہ دار سے میرا تو اس طرح چلا گیا کہ  
حیرانگان نہیں ہے شاید تو پر کاہ اٹھا

۳۶۵

میں گریے ہے اختیار گاہ گاہ کرتا ہوں  
جان بے قرار کو گاہ گاہ جسکین دیتا ہوں  
تیرے لطف کی خواہش کرتا ہے فضولی نہیں ہے لیکن  
اگر اکثر اوقات نہ ہو، ہارے گاہ گاہ  
میں سے آگاہ نہیں ہوں لیکن اتنا جاننا ہوں کہ میرا  
اس صحرا سے گاہے گاہے ایک غبار اٹھتا ہے

۳۶۶

حیرتی راہ میں آہ داغ دیکھے  
دل چلا ہوا کباب ہو گیا  
کتنا زیاہہ پسند آتا ہے  
محبوبوں کا ناپسندیدہ طور  
حبیبِ خوب رویوں کے شہر میں میرا  
کوئی میری زبان نہیں سمجھا

۳۶۷

سر کن کہ در خواں بہ چہ دل را نہادہ  
 اے عندیلب دیر بہ دتم قنادر  
 داغ ام ز غفلت کہ از این انجمن چہ طبع  
 ہر لختہ گرم راہ ای و بے غم ستادہ  
 بر جا نہ بودن تو دلا نیست بے سبب  
 شاید قدم بہ راہ محبت کشادہ  
 عشقی جوان و فرق نہ کردی ز یار و طیر  
 خطبہ صود کرد و ہنوز آہ سادہ  
 از آفت و غیز دم بہ دم و قصہ ضبط میر  
 معلوم می شود کہ دل از دست دادہ

۳۶۸

شیخ در عشق پائے گیر شدہ  
 ایں ہوں کشتہ مفت اسیر شدہ  
 اختیار گدا و شاہ نہ ماند  
 حالے بہر او فقیر شدہ  
 سادگی بود موسم شوقی شدہ  
 او در ایام غلط شرح شدہ  
 دید ہر کس نزاری من گفت  
 ایں جوان را چہ شد کہ ہر شدہ  
 در غم قامت تو قامت نیز  
 پا علم خواں بسان میر شدہ

۳۶۹

اے شک آں کس کہ وقت گریہ را دریافتہ  
 کانیچہ ہر کس یافتہ از دیدہ تر یافتہ

۳۶۷

خزاں میں جو (نالہ) دل میں چھپا رکھا تھا اسے شروع کر  
 اسے عندلیب (تو) بہت دیر میں میرے ہاتھ لگی ہے  
 تیری غفلت پر رنجیدہ ہوں کہ اس انجمن سے شمع کی طرح  
 تو ہر لحظہ سفر کر رہا ہے اور بے فکر کھڑا ہے  
 اسے دل تیرا جگہ پر نہ ہوتا ہے سبب نہیں ہے  
 شاید تو نے محبت کی راہ میں قدم رکھا ہے  
 جو ان ہو گیا اور یار اور غیر میں تمیز نہیں کی  
 تیرے محفل نکل آئے اور آہ ابھی تک سادہ ہے  
 تیرے ہر وقت کے گرتے پڑتے رہنے اور ضبط کے ارادے سے میر  
 معلوم ہوتا کہ (تو نے) دل ہاتھ سے دے دیا ہے

۳۶۸

شیخ عشق میں پھنس گیا ہے  
 یہ ہوں کا مارا مفت میں اسیر ہوا  
 شاید کد کا اقتیاد نہیں رہا  
 ساری دنیا اس کے لیے فقیر ہو گئی  
 ساوگی شوٹی کا موسم تھا  
 وہ محفل نکلنے کے دنوں میں شریر ہو گیا  
 جس نے بھی میری لاغری دیکھی کہا  
 اس جوان کو کیا ہوا کہ بوڑھا ہو گیا  
 تیرے قامت کے فہم میں قاعدت بھی  
 میر کی طرح پا علم خواں ہو گئی

۳۶۹

وہ خوش (ضیبت) ہے جس نے وقت گریہ کو پایا ہے  
 کیاں کہ جس نے بھی جو کچھ پایا ہے وہ کاتر سے پایا ہے

یوالمیوں امداد کوئے آں ستم گر کردہ بود  
چشم او ترسید چوں در بر قدم سر یافت  
۳۷۰

انکب من اغزلاں پہ رخسار آمدہ  
ہم چوں طفل نو پہ رفتار آمدہ  
سال ہا باید کہ آید از حساب  
آں پہ شب از گریہ زار آمدہ  
۳۷۱

دلا جملہ داغ ای و غوں گشتہ  
مگر خرچ راہ جنوں گشتہ  
کسے می شود زرد ہے لعل یار  
تو بخود میر زار و زبوں گشتہ  
۳۷۲

می کند کہ اتفاق بر من بے چارہ  
آستین کہن دارم، جامہ صد چارہ  
گرد بادے دیدم و مردم ز رشک این کہ میر  
از غم او خاک بر سر می کند آوارہ  
۳۷۳

مرا رنجست اے مہ بے تو جاں کاہ  
تو پشت چشم نازک می کنی آہ  
۳۷۴

در قتل (دو) ابروئے تو بس در کشیدہ  
نقاش پہ نگاہ آمدہ شمشیر کشیدہ  
۳۷۵

کرد از بس غولان مشا قلاں مصوّر زادہ  
شد زبیں دیوار صورت کاری القادہ

یوالمیوں نے اس ستم کر کے کوہے کا جائزہ لیا  
اس کی آنکھ پتھرائی جب ہر قدم پر سر نظر آئے  
۳۷۰

میرا آئسو پھلتا ہوا کال پر آتا ہے  
جیسے طفلِ نو چلتا شروع کرتا ہے  
ساہا چاہتیں کہ بادل سے ٹھکن ہو سکے  
جودرات گرہ زار نے کیا  
۳۷۱

اے دل (تو) تمام داغ ہے اور خون ہو چکا ہے  
ضرورتوں کی راہ میں مارا گیا ہے  
کوئی (بھی) لعلِ یار کے بغیر زرد ہو جائے گا  
(تُو) تو خود میر زار و زیوں ہو چکا ہے  
۳۷۲

کون مجھ بے چارے پر التفات کرتا ہے  
آستیں بوسیدہ رکھتا ہوں، جامہ سوکھلا ہے  
گردِ باد دیکھا اور اس رنک سے مرتبا ہوں کہ میر  
اس کے غم میں ایک آوارہ سر پر خاک ڈال رہا ہے  
۳۷۳

مجھے اے ماہِ تیرے بغیر جاں کاہِ رنج ہے  
آہ تو قفا قل کر رہا ہے  
۳۷۴

تیرے دو ابروؤں کے نقش میں بہت دیر لگ گئی  
نقاش نے خاک آ کر تلوار کھینچی لی  
۳۷۵

ایک مصوّر زادہ نے مشتاقوں کا بے حد غن کیا  
زمین صورتِ کاری کی گری ہوئی دیوار (کی طرح) ہو گئی

۳۷۶

دلے داریم در بر تو نیازے  
 بلاگردانِ قہر سرو نازے  
 چہ شہر حسن چوں آئینہ مستقیم  
 نہ دیم دلبر عاشق نوازے  
 چہ ی پری کہ در داو نفعین  
 دلم شد مال شوخ سخت بازے  
 برائے عشق ایں بالا بلندیاں  
 تنہا ی سکھ عمر درازے  
 معیشت میر بے دردانہ تا چند  
 بکاسے، شیونے، حزلے، گدازے

۳۷۷

دام دعویٰ خوبی چہ یار من داری  
 ز خلق شرم کن اے گل تو ایں دہن داری  
 دلا جواب غمت از کسے نمی آید  
 تو آں کس ای کہ دریں باب صد سخن داری  
 شدم چہ باغ و درخ از گلے نہ پرسیدم  
 کہ از برائے کہ صد چاک چرخن داری  
 کدام گل کہ بفسرد و داغ یاس نہ شد  
 تو آرزوئے قماشائے ایں چمن داری  
 اگر ز خود شدنت دست دادہ خوش دل باش  
 در ایں مقام کمن فکر خویشتن داری  
 بغیر ذکر بتاں میر بر ذہانت نیست  
 تو اے عزیز مگر کیش برہمن داری



۳۷۶

پہلو میں ایک فوٹو نیاز دل رکھتا ہوں  
 ایک سروناز کے قد کی بلا میں لینے والا  
 شہر حسن میں آئینے کی طرح پھرا  
 ایک (جھی) عاشق نواز دلبر نہیں دیکھا  
 کیا پوچھتا ہے کہ پہلے (ہی) دواؤں میں  
 میرا دل ایک سخت بازاشوغ کا مال ہو گیا  
 ان دراز قامتوں سے عشق (کرنے) کے لیے  
 ہم عمر دراز کی دعا کرتے ہیں  
 میرا درد کے بغیر کب تک زندہ رکھنا  
 بکا، شیون، حزن، گداز

۳۷۷

ہمیشہ غولی کا دعویٰ میرے پار کے سامنے کرتا ہے  
 اسے گل لوگوں سے شرم کر کہ (کیا) تو یہ منہ رکھتا ہے  
 اسے دل حیرے غم کا جواب کسی کے پاس نہیں  
 تو وہ ہے کہ اس باب میں سو سوال رکھتا ہے  
 باغ میں تھا اور افسوس کسی گل سے نہیں پوچھا  
 کہ کس کے واسطے صد چاک پیرا بن رکھتا ہے  
 کون سا گل (تھا) کہ مرجھانا گیا اور یاس کا داغ نہ بن گیا  
 تو اس چمن کی سیر کی آرزو رکھتا ہے  
 اگر تو خود سے دست بردار ہوتا ہے، غلش دل رہ  
 اس مقام پر اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی فکر مت کر  
 ذکر بتاں کے بغیر میر سیری زباں پر کچھ نہیں ہے  
 تو اسے عزیز شاید برہمن کے مذہب سے ہے

۳۷۸

شدہ در قفسم غم رہائی  
ممشوقہ روز پے نوائی  
کے از تجھے شود تسلی  
تصدیق کشیدہ جدائی  
از راہ طلب خبر نہ داریم  
ما ایم و ہمیں فلقہ پائی  
اس مرتبہ زندہ کر بہانم  
دیگر نہ کہم آشنائی  
در عشق و ہوس تمیز سہل است  
از خانہ اگر بروں بیجائی  
دوہم گذرے چہ کونیش افتاد  
اتا ت بہانہ گدائی  
شد میر فقیر و از عزیز اس  
ہرگز نہ کشید میرزائی

۳۷۹

یک لفظ چہ سرحدت خود را نہ ستادی  
یک دم چہ خبر پریش او لب نہ کشادی  
بلبل حق صحبت گمراہ یار نہ بودہ ست  
کز باغ گذشتہم و تو آواز نہ دادی  
اے صید حرم ذوق شہادت تو چہ دانی  
نے تیغ چہ سر دیدی و نے کشید فتادی  
داغ ایم ز دامادگی قافلہ اے کاش  
از دور سیاحی بکند آتش وادی

۳۷۸

قفس میں مجھے رہائی کا غم  
 معشوقِ زہرے نوائی ابنِ کیا  
 کب ایک نگاہ سے مطمئن ہوتا ہے  
 جدائی کی تکلیف اٹھا سکتے والا  
 رملو طلب کا پتہ نہیں جانتے  
 ہم ہیں اور یہی خلقت پائی  
 اس مرتبہ اگر زندہ بچ گئے  
 اور (کسی سے) آشنائی نہیں کریں گے  
 عشق اور ہوس میں تیز سہل ہے  
 اگر (تو) گھر سے باہر نکل آئے  
 کل میرا گزر اس کے کوسٹے میں ہوا  
 لیکن گدائی کے بہانے  
 میرے فقیر ہو گیا مگر دوستوں کی  
 شان اور آکر ہر گز نہیں برداشت کی

۳۷۹

ایک لفظ (بھی) اپنے سرِ محنت کی تعریف نہیں کی  
 (تو نے) ایک بار (بھی) اس کی خبر پوچھنے کے لیے لب نہ کھولا  
 بلبل مگر تجھے حقِ صحبت یاد نہیں رہا ہے  
 کہ بارغ سے ہم گزرے اور تو نے آواز نہ دی  
 اسے صیدِ حرم تو ذوقِ شہادت کیا جانے  
 نہ سر پر تلخ دیکھی اور نہ جھل ہو کر گرا  
 ہم قافلے سے پیچھے رہ جانے سے رنجیدہ ہیں، اسے کاش  
 دور سے آتشِ داوی کے آثار نظر آئیں

امروز فلک بر سر لطف است جہب نیست  
گر پا بہ زمینم نہ رسد میر ز شادی

۳۸۰

نہ آہ سینہ خراشے نہ نالہ زارے  
شب فراق بہ پایاں چہاں رسد ہارے  
کے بہ دیدن دل نسیگان شوق بجا  
کہ دیدہ اند برائے تو رنج بسیارے  
نہ شد کشور دل از کوچہ گرویم اکٹوں  
بہاں سرم کہ نفیتم بہ پائے دیوارے  
مرو بہ سوئے قفس اے صبا گلے در دست  
مہاو رنجہ شود خاطر گرفتارے  
صدف ز گوش ہے یاد می دہ ما را  
گھر ز اہل زبانے ست حرف نہ دارے  
سپاہ عشق کہن میر ہر کرا نہ دہند  
دل ستم زدہ، دیدہ جگر ہارے

۳۸۱

چ	بدن ہارے	خود نما	داری
پیر بن	پیر بن	صفا	داری
چش	از ایں	پاں	عشق حسے داشت
حالیا	تک	شد	وفاداری
سارداگان	گرچہ	عالم آشوب	اند
تو	ز خط	عالے جدا	داری
تخی	در دست	می	ری ہر دم
من	نہ	دائم	چہ تدا داری

آج آسمان مہربان ہے مجھ نہیں ہے  
میرا اگر غوثی سے زمین پر پاؤں نہ پڑے

۳۸۰

نہ سیدہ طراش آہ نہ نالہ زار  
آ غرشب فراق کیسے ختم پر آئے گی  
ایک بار شوق کے دل نصیحاں کو دیکھنے کے لیے آ  
کہ تیرے لیے (انہوں نے) بہت رنج دیکھے ہیں  
اب کوچہ گردی سے دل کی کشادہ نہیں ہوئی  
میرے اس سر (کی وجہ) سے جو کہ پائے دیوار پر چمک رہا ہوں  
اے صبا نکل ہاتھ میں لے کر نفس کی طرف نہ جا  
کہیں ایسا نہ ہو کہ گرفتار کا دل اس ہو جائے  
صدف ہمیں کسی محبوب کے کان کی یاد دلاتا ہے  
موتی (کیا ہے، گویا) اہل زباں کا حرف نہ دار ہے  
میرے عشق کا شکر یہ ادا کر، ہر کسی کو نہیں دیتے  
حتم زدہ دل، جگر پر سنانے والی آنکھیں

۳۸۱

(تو) کیا خود نما بدن رکھتا ہے  
(تو) حیران حیران صفا رکھتا ہے  
اس سے پہلے حسن عشق کا پاس رکھتا تھا  
آج وفا داری ننگ بن چکی ہے  
سازگیاں گرچہ عالم آشوب ہیں  
تو خط کی وجہ سے جدا عالم رکھتا ہے  
ہر دم ہاتھ میں تیغ لیے پہنچتا ہے  
میں نہیں جانتا (تو) کیا ارادہ رکھتا ہے

بہر آں رنجک باغ داغ شوم  
 در من آتش زدو ایں ہوا داری  
 زنج یار دیدہ ای اے گل  
 دست زید زنج بجا داری  
 یاد عبد ضعیف خواہی کرد  
 بعد من گر سر جفا داری  
 از بتاں گو نہ شد کشود اے دل  
 ایں ہمہ غم خور خدا داری  
 غویٰ سب زری چہ گویم میر  
 بد بلاے ست عشق و ناداری

۳۸۲

بر چہ امید دل ز جا رفتی  
 سوختی، خوں شدی و وارفتی  
 پنجہ گل بہ دامت نہ رسید  
 از گستاں چہ کبریا رفتی  
 بودہ ای تا چہ قتل ہر اہم  
 ایں نہ دامن دگر کجا رفتی  
 خالچ کشتہ اے کہ با نعش  
 تا سر خاک پا بہ پا رفتی  
 اے کہ با زلف او سرے داری  
 آہ دانتہ در بلا رفتی  
 چہ کیویم کہ بر دل زارم  
 حیف ہا رفتہ است تا رفتی  
 کشتہ ام ہر کہ دیدہ گفت سزا ست  
 ایں ہمہ پیش او چہ رفتی

اس رنک پارغ کے لیے داغ ہو گیا ہوں  
 اس ہواداری نے مجھ میں آگ لگا دی  
 اسے گل تو نے یاری ٹھوڑی دیکھی ہے  
 ٹھوڑی کے تھے ہاتھ بھاڑ کھا ہے  
 بوڑھے غلام کو یاد کرے گا  
 میرے بعد اگر (تو) جفا کا ارادہ کرے (کا)  
 جوں سے اگرچہ خوشی حاصل نہ ہو اے دل  
 اتنا غم نہ کیا، (تو) خدا رکھتا ہے  
 بے زری کی خوبی میرا کیا کہوں  
 عشق اور ناداری بری بلا ہیں

۳۸۲

کس امید پر دل تو بے قابو ہوا تھا  
 جل گیا، خون ہو گیا اور مٹ گیا  
 پہلوؤں کا ہاتھ حیرے دامن تک نہیں پہنچا  
 تو گلستان سے باز کے ساتھ گزرا  
 قتل تک تو میرے ساتھ رہا تھا  
 یہ نہیں جانتا پھر (تو) کہاں چلا گیا  
 اس محتول کی قسمت کہ اس کی فعل کے ساتھ  
 تو قبر تک قدم بہ قدم چلا  
 اسے کہ تھے اس کی زلف کا خیال ہے  
 آہ، (تو) جان کر بلا میں گرفتار ہو گیا (ہے)  
 کیا کہیں کہ میرے ہاتھوں دل پر  
 بہت سے صدمے گزرے ہیں، جب سے تو چلا گیا ہے  
 جس نے مجھے قتل کیا ہوا دیکھا کہا اور مت ہے  
 (تو) اس قدر اس کے سامنے کیوں گیا تھا

میرِ مردی و چشمِ جانبِ دوست  
تو بہ کشتن از ایں ادا رفیق

۳۸۳

ہر گاہ سفیدی بکند ایرِ سیاہ ہے  
مے نوش کہ خالص نہ شود وقتِ گناہ ہے  
قربانی انداز کہ بودہ ست نہ دائم  
دیدیم ستم کشتہ جوانے سرِ راہ ہے  
گر سرِ کھد از تربتِ من سرِ وہب نیست  
بودہ ست ولم سایہ رو قامتِ آہ ہے  
خوش باشد اگر صحبتِ رنداں خوش آید  
ایں جا نہ عصا، نہ ردا، نہ کلاہ ہے  
از میر نہ دائم دلے می گذرد کس  
با حال تھاہے ز سرِ کوئے تو گاہ ہے

۳۸۴

گاہے نہ رفتہ گاہے دل خواہ تھکد کاسے  
نورودہ ست اہلق چرخ بس آب بے لہاسے  
ز آں ہا کہ ایں عمارت زیرِ سنگین شاں بود  
اکنوں نہ مانده باقی آثارِ غیرِ نامے  
با روئے دل کش آں کاو رھلب آفتاب است  
کے می شود برابر چوں ماہِ ناتماسے  
نیرنگب عشق بنگر، دارو بہ ہر دیارے  
رہے، رہے، طریقے، خفیہ رہے، امامے  
معروف دیدن تست اے دشمنِ دل و جاں  
ہر گز نہ دیدہ ام من چوں میرِ دوست کاسے



میر تو مر گیا اور نظریں اس کی طرف ہیں  
تو ایسی (نئی) حرکتوں سے نکل جانے کو پہنچا

۳۸۳

جب ابر سیاه سفیدی<sup>۱</sup> کرے  
شراب پی کر گناہ کا وقت ضائع نہ ہو جائے  
کس کے بازو انداز ہے قربان ہوا تھا نہیں جانتا  
ہم نے سرِ راہ ایک ستم کش جو ان کو دیکھا ہے  
اگر میری تربت سے سرو سر کھینچے جب نہیں ہے  
میر اول قاصت آہ کے سائے میں چلنے والا تھا  
غور رہا اگر تجھے صحبتِ رنداں اچھی لگتی ہے  
اس جگہ نہ عصا ہے، نہ ردا ہے، نہ نکلاہ ہے  
میں میر کو نہیں پہچانتا مگر کون (ہے جو) گزرتا ہے  
کبھی کبھی تیرے کو ہے سے تباہ حال میں

۳۸۴

کسی پیاسے کے دل خواہ کبھی ایک قدم بھی نہیں چلا  
ایلیق چرخ نے صرف آپ بے لہام<sup>۲</sup> پیاسے  
یہ عمارت جن کے زیرِ نگین تھی ان کی  
اب نام کے سوا کوئی نشانی باقی نہیں ہے  
اس دلکش چہرے کے جو کہ رختِ آفتاب ہے  
ماوناقام کیوں کر برابر ہو سکتا ہے  
عشق کا ظلم دیکھو، ہر دیار میں رکھتا ہے  
رسم، روہ طریق، بیخبر، امام  
اے دل اور جان کے دشمن تجھے دیکھنے میں منہمک  
میں نے بھی میر سا عاشق نہیں دیکھا

۱۔ صودا رہا۔

۲۔ مطلق البدن یا بے مروتی کی ہے۔

۳۸۵

خوش است اے بے وفا گر چند روزے نو گمروانی  
 زنی حرفے پہ ابرو تا کہا و رو گمروانی  
 یہ رنگے نازک امی کز خواب بے تابانہ بر خیزی  
 اگر بر بستر برگ گلے پہلو گمروانی  
 تو اے گل در جہن بر خویش می چینی و می ترسم  
 مہاد از سیلی پائیز رنگ رو گمروانی  
 نمی خمی تو اے میر ارشد خلق رو پہ تو آرد  
 اگر یک لحظہ روئے دل پہ سوئے او گمروانی

۳۸۶

مرا ہم دے بود نقشودہ پندے  
 ستم دیدہ، عاشقے، درد مندے  
 مگر دل در این راہ گردد دلیم  
 نہ شور در اے، نہ گرد سمدے  
 چو آئینہ حیران کار دل ام من  
 کہ کارش قنادہ ست با خود پسندے  
 چو در جلوہ دیدیم بالائے او را  
 جگہ تقسیم از دور عشق بلندے  
 قرارے نہ دارد دلت میر ہرگز  
 ہمانا کہ عاشق شدی بر لوندے

۳۸۷

چہ گویم آہ از دست جھائے شوخ بے باکے  
 دے دارم، پر او زخمے، جگر دارم، پر او چاکے

۳۸۵

اچھا ہے اے بے وفا اگر چند روز کے لیے اپنی خو بدل دے  
 کب تک تو ابرو سے ہات کرے گا اور منہ پھیرے رہے گا  
 تو اتنا نازک ہے کہ خواب سے بے تابانہ جاگ اٹھتا ہے  
 اگر (تو) پھولوں کی بیج پر (بھی) پہلو بدلنا ہے  
 اے گل تو جمن میں غرور کرتا ہے اور میں ڈرتا ہوں  
 کہیں ایسا نہ ہو کہ خزاں کا طمانچہ حیرے چیرے کا رنگ بدل دے  
 اے حیر تو (یہ ہات) نہیں سمجھتا ورنہ طلق تیری طرف گناہ کر لے  
 اگر تو ایک لٹکے اپنے دل کا رخ اس کی طرف سے موڑ لے

۳۸۶

میرا دل بھی نصیحت نہ سننے والا تھا  
 ستم دیدہ، عاشق، درد مند  
 مگر دل اس راہ میں مجھے راہ دکھانے والا بن گیا  
 نہ پانگب دریا کا شور، نہ سمند کی گرد  
 آکھنے کی طرح دل کے حال پر حیران ہوں  
 کہ اس کا کام ایک غم پرست سے پڑ گیا ہے  
 جب اس کے قامت کو جلوہ گر دیکھا  
 دور سے (ہم نے) کہا عشق بلند  
 حیرے دل کو میرا نکل قرار نہیں آتا  
 شاید کہ کسی لوندا پر عاشق ہوا ہے

۳۸۷

کیا کہوں آہ ایک بے باک شوق کے دستِ جفا سے  
 دل رکھتا ہوں، اس پر دھم، تجھ رکھتا ہوں، اس پر چاک

دل بگفتہ اے باید صبا از بھر گلشن  
 تو و این خاطر شادے، من و این جان غمناکے  
 فراغت دارم از طوبی و احسان بہشت تو  
 مرا پردہ ست خواب اے شیخ زیر سایہ تاکے  
 نشستم مدتے در بزم مستان و دم رفتن  
 بہ رنگِ ابر تر برخاستم با دامن پاکے  
 وہ آں جاے کہ سری زو شب از من شعلہ آہے  
 نہ شد معلوم آں جا صبح دم غیر از کف خاکے  
 گل افشاں اے نسیم صبح کن خاک عزیزاں را  
 حنہاں بر مزار ما غریباں مشتِ خاشاکے  
 بہ امیدے کہ دارد میر ہر تھیر این دای  
 گلوے باپ شمشیرے، سرے شایان فزاکے

۳۸۸

ز ترک چوں تو اے حیف است عروہی تھیرے  
 کندے، نیزہ اے، چیتے، کمانے، ناوکے، حیرے  
 بہ بدنامی صودی شہرہ و با قتل ہمراہی  
 نہ کردی در حق ما بے کساں اے عشق تھیرے  
 چہ تسلیم دے در صید گاہ عشق آسودم  
 گذر کردم بہ آسانی ز آب حیر شمشیرے  
 چہ بزم پیش او استادم خاموش از حیرت  
 ہداں ماند کہ بر دیوار چہا نند تصویرے  
 سر این داستان مکتبا کہ کہ از غم بر زباں دارم  
 بہ رنگِ خامہ شہر ف نگوں آلودہ تقریرے  
 نہ امروزے ست این محبت کہ بہت از اول خلقت  
 چہ دست حسن شمشیرے، بہ پائے عشق ز تھیرے

گلگشت کے لیے صبا کلفت دل چاہیے  
 تو اور یہ شاد خاطر، میں اور یہ غم ناک جان  
 طوبیٰ اور تیری بہشت کے احسان سے فراغت رکھتا ہوں  
 (اے) شیخ، مجھے ایک خواب زیرِ سایہ تاک لے گیا ہے  
 مدتوں بزمِ رنداں میں بیٹھا اور جانے کے وقت  
 ابرِ ترکی طرح چلا گیا دامنِ پاک کے ساتھ  
 جس جگہ کہ رات مجھ سے شعلہ آہ سرزد ہوا تھا  
 اس جگہ صبح دم سوائے کلبِ خاک کے کچھ نہیں ملا  
 اے نسیم صبحِ خاک عزیزاں کو گل افشاں کر  
 ہم فریبوں کے حزار پر ہشتِ خاک ڈال  
 کس کی امید پر میراں دلوں میں ہر غنچہ رکھتا ہے  
 شمشیر کے لائق گلو، فزاک کے شایاں سر

۳۸۸

تجھ جیسے ترک سے شکار کی محرومی پر افسوس ہے  
 کوئی کند، کوئی نیزہ، کوئی تیغ، کوئی کمان، کوئی ناک، کوئی تیر (تو ہوتا)  
 (ہماری) بدنامی کو تو نے شہرت دی اور قتل کے لیے ساتھ ساتھ ہے  
 اے عشق ہم بے کسوں کے حق میں تو نے تقصیر نہیں کی  
 عشق کی صید گاہ میں جان سپرد کر کے جین سے ہوں  
 میں شمشیر کے آبِ حیز سے باسانی گزر گیا  
 اس کی بزمِ بخش میں میرا حیرت سے خاموش کھڑا ہونا  
 اس طرح ہے کہ جیسے دیوار سے تصویر چسپاں کرتے ہیں  
 اس داستاں کو مت شروع کر کہ غم سے (میری) زبان پر  
 سرخ روشنائی کے قلم کی طرح ایک خون آلودہ تقریر ہے  
 آج (نی کی) یہ صورت نہیں ہے کہ تخلیق کی ابتدا سے  
 حسن کے ہاتھ میں شمشیر اور عشق کے پاؤں میں زنجیر ہے

بہ قول و شمش گری می کشی فہیدہ کش ہارے  
کہ دیگر در جہاں ہرگز نہ خواہی دید چوں میرے

۳۸۹

ز بختِ ماست اگر بے خبر بہ دست آئی  
کہ بر مراد دل اے خوش کمر بہ دست آئی  
ز شوق وصل تو اے رنجب طمع بے تپ ام  
سر فقیہ کسم چپ اگر بہ دست آئی  
مرا بہ دست بہ صد صنعت آمدی و شدی  
لصیبِ آں کہ تواش چوں ہنر بہ دست آئی  
بہ حال مرگ ز دستِ تمی گرفتارام  
خدا کند کہ تو اے سیم بر بہ دست آئی  
چگونہ میر بگو از تو دست بردارد  
تو آں گل ای کہ بہ غون جگر بہ دست آئی

۳۹۰

گر بہ سخن یار سرے داشتے  
روئے سخن کے دگرے داشتے  
ہر کہ شدے غلج پدری زدے  
کاٹھے ایں خانہ دے داشتے  
ایں ہمہ آزار نہ کردے مرا  
گر ز دل من خبرے داشتے  
دوقِ جہائے تو نقد حاصلم  
کاش دل من جگرے داشتے  
موسے سرش وا نہ شدے در غم  
گر ز من آشفند ترے داشتے

اگر دشمن کے کہنے پر (اے) قتل کرتا ہے، مجھ کو قتل کر  
کہ دنیا میں میرا جیسا اور (کوئی) نہیں پائے گا

۳۸۹

ہماری خوش قسمتی ہے اگر تو بے خبر مل جائے  
اور دل کی مراد پر اسے خوش کمر تو مل جائے  
حیرے وصل کے شوق میں اسے دھک شمع بے تاب ہوں  
سرفیض چرب کردوں اگر تو مل جائے  
(تو) میرے ہاتھ میں سو ہنر سے آیا اور نکل گیا  
اس کا نصیب جسے تو ہر کی طرح مل جائے  
موت کی حالت میں گرفتار ہوں  
خدا کرے کہ اسے چاندی جیسے پن والے تو مل جائے  
بتا کہ میرا کس طرح تجھ سے دست بردار ہو جائے  
تو وہ گل ہے جو کہ خون جگر کے حوض ملتا ہے

۳۹۰

اگر یار سخن کا ارادہ رکھتا  
کون دوسرا روئے سخن رکھتا  
جو بھی نکل ہوتا ہے دروازہ کھلکھٹاتا ہے  
کاش کہ اس گھر میں دروازہ ہوتا  
مجھے اتنا آزار نہیں پہنچاتا  
اگر میرے دل کی خبر رکھتا  
خیری جفا کا ذوق مجھے حاصل نہیں  
کاش میرا دل حوصلہ رکھتا  
اس کے سر کے بال میرے غم میں نہیں بکھرتے  
اگر کوئی (اس کے لیے) مجھ سے زیادہ پریشان ہوتا

میر ز لکام چه نقصان شدے  
گر شب ما ہم سحرے داشتے

۳۹۱

نہ شاید کہ ایں ہمہ در کوچہ ہا گردیدنے داری  
تو معشوق ای و ہر کس را بہ دل چسبیدنے داری  
بسوزاں بر دل خود یک گھستاں داغ محرومی  
در ایں گلزار دل کش گر سر گل چیدنے داری  
چہ آتش در جگر داری کز او اے میر ہر ساعت  
بسان باقی بے آب دل نکیدنے داری

۳۹۲

ہمیشہ پرواز حیر دل گزار دیگرے  
جاں کہ صید قست کے گرد و شکار دیگرے  
ہر کسے می میرد اما مرگ من ہم تازہ است  
مردان از بہر لگا ہے بیست کار دیگرے  
از من عاجز طریق پاسداری یاد گیر  
می کشم بر دوش خود چوں سایہ بار دیگرے  
مردنت گر رو دہد بے یار مفلح خود شمار  
ہاں بخوای زیستن سال ہزار دیگرے  
طرفہ صحبت در محبت اتفاق افتادہ است  
من ہلاک اوے ام و او بے قرار دیگرے  
من کشم ہمایہ بر ہمایہ از شوق وصال  
او بخواد مست بے سر در کنار دیگرے  
اوج دنیا میر در چشم نہ دارد اختیار  
ہر رماں باشد جہاں در اختیار دیگرے



میر زمانے کا کیا گلزار جاتا  
اگر ہماری شب بھی سحر رکھتی

۳۹۱

تجھے شاید کوچوں (بازاروں) میں اس قدر گھومنا نہیں چاہیے  
تو معشوق ہے اور ہر ایک سے دل لگائے رکھنا چاہتا ہے  
اپنے دل پر ایک گلستانِ داغ محرومی جلا  
اس دل کش گلزار میں اگر پھول چننے کا خیال رکھتا ہے  
(اے) میر (تو) جگر میں کیا آگ رکھتا ہے کہ جس سے ہر ساعت  
مائی بے آب کی طرح دل جلائے رکھتا ہے

۳۹۲

اس کو کسی اور کے حیر دل گداز کی پروا نہیں ہے  
جان تیری صید ہے، کون کسی اور کے شکار کو پکڑتا ہے  
ہر ایک کو مرنا ہے مگر میری موت بھی تازہ ہے  
ایک نگاہ کے لیے مر جانا کسی اور کا کام نہیں ہے  
مجھ عاجز سے مرقت کا طریقہ سیکھ  
میں سائے کی طرح اپنے کاندھے پر دوسرے کا بوجھ اٹھاتا ہوں  
اگر یار کے بغیر تجھے موت آ جاتی ہے، اپنے لیے مفت شہر کر  
خبردار اگر ہزار سال اور زندہ رہنا چاہتا ہے  
صہت میں (یہ) طرفہ صہت اتفاق سے ہم ہوئی ہے  
میں اس کا چلاک ہوں اور وہ کسی اور کا بے قرار  
میں شوق وصال میں خمیازہ پر خمیازہ کھینچ رہا ہوں  
وہ شراب سے مست کسی اور کے پہلو میں سر رکھے سو رہا ہے  
دنیا میں بلند مرتبہ میر میری آنکھوں میں (کوئی) حقیقت نہیں رکھتا  
ہر وقت دنیا کسی اور کے اختیار میں آ جاتی ہے

۳۹۳

در قفس دیم سحرگہ مرغ بے بال و پرے  
 شعر ہائے میر می خواندے بہ حال اجڑے  
 گفتش اے مشت پر آخر چہ بیتابی ست این  
 کار دل چوں من قنات با کدائیں دل برے  
 کایں ہمہ می تالی و اشعار می خوانی ز درد  
 لکھ لکھ می کشی آہ از دل غم پرورے  
 گفت دارم دل رہاے، شیشہ جانے، نازکے  
 شہرتے دارد بہ گل، محبوب ذوق از دل برے  
 نگہش بے غم و کف، چشک جہاں برہم زلے  
 رنگ او در بردن دل با محب چادوگرے  
 بے وفا، دشمن نیازے، ناز آئیں، سرکشے  
 خود پسندے، خود ستاے، خود نماے، خود سرے  
 بے عزت بس کہ در غولم فرد بردہ ست آہ  
 پنجہ اش از پنجہ مرجاں شدہ رنگیں ترے  
 کہ شود دا با نسیم صبح و گہ با باغیاں  
 من برائے او ہلاک ام او برائے دیگرے  
 گر کنم بے طاقی معذور دار اے درد مند  
 آشنا با این چنینی کافر نہ گردد کافرے

۳۹۴

اے آں کہ غافل ای و پئے کار نیستی  
 از ہستی خود آہ خبردار نیستی  
 در موج خیز دہر حباب ای، بہ خود متاز  
 تا چشم دا کنی کہ بہ یک بار نیستی  
 عاشق شدی سحر کہ بہ دم آشنا شدی  
 از چند روز در پئے آزار نیستی

۳۹۳

صبح کو قفس میں میں نے دیکھا کہ ایک پرندہ بے بال و پر  
 اجڑا حال میں میرے اشعار پڑھ رہا تھا  
 میں نے اس سے کہا اے مشق پر آخر یہ کیا بے تابی ہے  
 میری طرح دل کا کام کس دلبر سے تجھے پڑا ہے  
 کہ اتنی نالہ زاری کرتا ہے اور درو (انگریز انداز میں) اشعار پڑھتا ہے  
 لکھ لکھ غم پرور دل سے آہ کھینچتا ہے  
 کہا ایک دلبر رکھتا ہوں شیشہ جاں، نافذک  
 گل (کے نام) سے شہرت رکھتا ہے، دل سے ملال کو دور کرنے والا محبوب  
 اس کی نکلت ہے خود کرنے والی، چاشک جہاں کو برہم کرنے والی  
 اس کا رنگ دلوں کے اڑالے جانے میں عجب جاوگر  
 بے وفا، غیاز کا دشمن، ناز آئیں، سرکش  
 خود پند، خود ستا، خود نما، خود سر

اتنا زیادہ ہے مرثیہ کہ میرے خون میں ڈبو دیں ہیں، اور  
 اس کی انگلیاں پتھر مر جان سے زیادہ رنگین ہو گئی ہیں  
 کبھی نسیم صبح سے بے تکلف ہوتا ہے، کبھی باغبان سے  
 میں اس کے لیے ہلاک ہوا اور وہ کسی اور کے لیے  
 اگر تکلیف نہ سہا سکوں اسے درود مند، معذور رکھ  
 ایسے کافر سے کوئی کافر (بھی) آشنا نہ ہو

۳۹۴

اے تو کہ غافل ہے اور مقصد کی فکر میں نہیں ہے  
 اپنی ہستی سے تو خود، آء، خبردار نہیں ہے  
 دنیا کے سمندر میں تو حباب ہے، اپنے آپ پر غرور نہ کر  
 آنکھ کھولتے ہی اچانک (تو) نہیں ہوگا  
 ضرور عاشق ہوا ہے کہ رحم سے آشنا ہوا ہے  
 (تو) چند روز سے روپے آزار نہیں ہے

در بار ماست جلد محتاج خوش وفا  
 اتا چه فاکدہ کہ خریدار نیستی  
 اگہار بے علاقیت ایں ہمہ چرا  
 معلوم شد دلا کہ گرفتار نیستی  
 افتادہ بودند بہ ریش میر تہمت است  
 آرمے نہ بودہ ای تو طلبکار نیستی

۳۹۵

دل بہ زلزلش مگر اسیر شدی  
 کنز منہ خستہ شانہ گیر شدی  
 آخر از احتلاط او پاشاں  
 شوخ و شکاری و شریر شدی  
 عواجہ ی کلفک کہ ہادہ خور  
 سُرفی کردی و فقیر شدی  
 قہر غم سوئے خاک ایمائے ست  
 عاجزی پیشہ کن کہ جہر شدی  
 جز محبت نہ بود تخصیص  
 بہ عبت محصم جان میر شدی

۳۹۶

ی خواند سحرگہ غزل میر جوانے  
 در گریہ ز ہر شعر ترش بود جہانے  
 آں ہا کہ ز کوئے تو گزشتہ گزشتہ  
 پیدا نہ شد از گم شدگان تو نشانے  
 از زمزمہ مرغ قفس آہ مہرید  
 شور جیے داشت تا داشت زبانے  
 در رگہزار کہ خاکش ہمہ غول است  
 بہ ہر قدمے گریہ تو اں کرد زمانے

ہمارے اسباب میں وفا کی تمام عمدہ متاع ہے  
 لیکن کیا فائدہ تو خریدار نہیں ہے  
 حیرتی (طرف سے) بے تعلقی کا اظہار اتنا زیادہ کیوں  
 معلوم ہو گیا اسے دل کہ تو گرفتار نہیں ہے  
 اس کی راہ میں حیرا پڑا رہتا میرا تہمت ہے  
 پاس تو نہیں تھا، تو (تو) طلب کار نہیں ہے

۳۹۵

دل تو ضرور اس کی زلف میں اسیر ہو گیا ہے  
 کہ مجھ خستہ سے کھرانے لگا ہے  
 آخرا و پاشوں کے ساتھ دوختی سے  
 تو شوش اور فساد ہی اور شریر ہو گیا  
 عوام تجھ سے کہا تھا کہ شراب نہ پی  
 دولت لٹائی اور فقیر ہو گیا  
 خاک کی طرف قدم ایک اشارہ ہے  
 عاجزی اختیار کر کہ بوڑھا ہو گیا ہے  
 محبت کے سوا اس کی تفصیر نہیں تھی  
 مہر کا دشمن جان ہوا

۳۹۶

صبح کے وقت ایک جوان نے میر کی غزل پڑھی  
 اس کے ہر ایک شعر پر ایک جہاں گریہ کر رہا تھا  
 جو کہ تیرے کوپے سے گزر گئے، گزر گئے  
 تیرے گم شدہ گان کا کوئی سراغ نہیں ملا  
 سراغ قفس کے دوسرے کی کچھ نہ پوچھیے  
 جب تک زبان تھی، ایک عجیب شور کیا کرتا تھا  
 یار کی رہگداز میں کہ جہاں کی خاک سب خون ہے  
 ہر قدم پر ایک زمانے تک گریہ کیا جاسکتا ہے

جی چہ رسد لطف حیات تو نہ ماند  
در ضعف قوی زیست بود بارگراں  
افسوس کہ از منزل دل زود گذشتی  
در شہر وفا بود ہمیں جھنڈ مکانے  
محو است و خبر میشتش از سود و زیاں لیک  
خاک قدمت را نہ دہد میر بہ جانے

۳۹۷

ہدم اشک و آہ سرد شدی  
آخر اے دل تمام درد شدی  
زود تعلق بہم رساں بہ کسے  
چہ کمال است ایں کہ فرو شدی  
فلج داری بہ کف عسائش شیر  
اے عشق تو نیز مرد شدی  
دل چنے طلائعان نہ بازار  
رفتہ رفتہ تو کوچہ گرد شدی  
عشق در زیدہ ای مگر اے میر  
کہ چیں ناتواں و زود شدی

۳۹۸

اے مست ناز ایں ہمہ بر خویش چیدنے  
گاہے بہ درد دل شدگان ہم رسیدنے  
ایں اختراع جازۂ چشم کشتہ تست  
غلط اندنے پہ خون و ہداں سو نہ دیدنے  
آں سبزہ ام کہ سرزودہ پامال گشتہ ام  
در بختہ من نہ بود بہ غولی دمیدنے

جب بڑھا پا آ گیا تیری زندگی کا لطف نہیں رہا  
 ضعفِ قوی سے زندگی بارگراں ہو جاتی ہے  
 افسوس کہ تو دل کی منزل سے جلد چلا گیا  
 مہرِ وفا میں بھی ایک تھوڑا مکان تھا  
 عاشق ہے اور اے سود و نریاں کی خبر نہیں ہے، لیکن  
 تیرے قدموں کی خاک میرے جان کے عوض بھی نہیں دے گا

۳۹۷

تو اٹک اور آؤ سر دکا ہدم ہو گیا  
 آخر اے دل تو تمام درد ہو گیا  
 جا اور کسی سے تعلق پیدا کر  
 یہ کون سا کمال ہے کہ سب سے الگ ہو گیا  
 شمع (تو) ہاتھ میں عصا شمشیر رکھتا ہے  
 اے محنت تو بھی مرد بن گیا  
 (اے) دل تہ بازار لڑکوں کے لیے  
 رفتہ رفتہ تو کو چہ گرد ہو گیا ہے  
 شاید اے میر (تو نے) عشق اختیار کیا ہے  
 جو اتھکانا تو اس اور زرد ہو گیا ہے

۳۹۸

اے مست ناز خود پر اتنا غرور  
 کبھی عاشقوں کے غم تک بھی پہنچ  
 یہ تیری قاتل چشم کی تازہ اختراع ہے  
 خون میں لڑھکانا اور اس طرف نہ دیکھنا  
 وہ سبز ہوں کے نکلنے ہی پامال ہو گیا  
 میرے جلالت میں غولبی کے ساتھ اکٹا نہیں تھا

صد فصل گل گذشت در این گلستاں مرا  
 یک دم نہ شد بہ کام میتر پدیدے  
 اے گل بہ حرف بلبل شوریدہ گوش دار  
 دارد حکایت غم عاشق شنیدنے  
 در آرزوئے یوں تو از جاں گذشتہ ایم  
 آئی اگر بہ تربت ما لب گزیدنے  
 تا کے دریدہ جیب بہ ہر کوچہ کشیدنے  
 یک چند میر پاے بہ دامن کشیدنے

۳۹۹

حیلے کن دے یارب بہ ترک سر بہ سر کینے  
 کہ از خون خود افشاں کردہ آید دامن زینے  
 الہی رہا خاصے با گل اندازے ہم دورے  
 دل شادے، ندیم خوش بیانے، شعر رنگینے  
 چہاں ماند بجا در عہد او رسم مسلمانے  
 خرامش خصم ایمانے، کلامش رہزن دینے  
 نہ خواہد رفت داغ مرگ او تا زندگی از دل  
 در این صحرائے وحشت بود میگوں یار دیرینے  
 ز غم صد بار نالیدم، یکے نصیب فریادم  
 گل این باغ دارد ہم نوا یاں گوش سکینے  
 کہ و بے گاہ محو خوبی و رحمانی غولش ای  
 نیامد در نظر آئینہ را ہم چوں تو خود بینے  
 نہ باید میر از سوز درونت این قدر غفلت  
 اہم است از بے گری دل تدریس سکینے

۵۰۰

برآوردی خط و لیکن نمی بینم ز تو دوسے  
 نمی دانم چہ در گوشت دمید اے شوخ بدگوے



اس گلستان میں مجھ پر صد فصل گل گزر گئی  
 (شعر) ایک پل بھی خواہش کے مطابق اڑنا نصیب نہیں ہوا  
 اسے گل ہلچل شوریدہ کی بات سن  
 عاشق کے غم کی حکایت سننے کے لائق ہے  
 (ہم) تجھے چومنے کی آرزو میں جاں سے گزر گئے ہیں  
 اگر ہماری تربت پر آئے (تو افسوس میں) ہونٹوں کو کاٹنا ہوا آئے  
 کب تک گرہاں چاک ہر کوہے میں گزرتے رہنا  
 قصور اسامیہ تیرے کو دامن پر کھینچ

۳۹۹

یارب تھوڑی دیر کے لیے (اس) سر پر کینہ ترک کو میرے مقابل کر  
 جو اپنے ہی خون کو دامنِ زیں پر افشاں کر کے آتا ہے  
 الٹی ایک ہانکل حور (کی طرح) گلِ اعدام سے رہو خاص  
 (جو) شاد دل، خوش بیاں ندیم، رنگیں شعر (کی طرح) ہے  
 اس کے عہد میں اسلام کی رسم کہاں باقی رہ سکتی ہے  
 اس کا خرام ایساں کا دشمن، اس کی گفت گو دین کی رہزن  
 اس کی موت کا داغ دل سے زندگی بھر نہیں جائے گا  
 اس وحشت کے صحرا میں بھٹوں ایک یار ویرین تھا  
 غم سے سو ہار دیا، کسی نہ بھی میری فریاد نہیں سنی  
 (اے) ہم نواؤ، اس داغ کے گل سنگین کوشا ہیں  
 (تو) کاو بے گاہ اپنی خوبی اور رعنائی (کو دیکھنے) میں محو ہے  
 آکھنے کی نظر میں تھہر جیسا خود دین نہیں آیا  
 میر (تجھے) اپنے سوز و دروں سے اس قدر غفلت نہیں (کرتی) چاہیے  
 دل میں جوشِ محبت کے لیے تسکین کی تدبیر اہم ہے

۵۰۰

حیرانِ ظاہر ہو گیا نگر میں نے حیرا چہرہ (ایک بار بھی) نہیں دیکھا  
 (میں) نہیں جانتا اسے شوخ کہ کسی بدگو نے میرے کان میں کیا بھونکا ہے

خدایا روز محشر درگذر از لطف ہے پایاں  
 و جرم ہو یا پاشاں پہ حق آتھیں غوے  
 غرور حسن و خوبی دل نہ داد آں شوخ را ورنہ  
 پہ اندک لطف راضی ہی شدے چوں من تک روے  
 پہ دور خط آں سرمایہ جاں با چہ ہا دیم  
 ولے ہر گز نیاوردم پہ روئے او سر موے  
 گریزے نیست میر از مرگ اما آرزو دارم  
 کہ افتد اتفاق مردن من بر سر کوے

۵۰۱

میرؔ ہر لحظہ چشم تر داری  
 روئے غوہے کہ در نظر داری  
 بر در کس نصیب کہ آسانی  
 سخت درد سر است سرداری  
 پہ پہ حال خود، نہ باید داشت  
 از من امید ناز برداری  
 دست از جاں بشو کہ شرط افتاد  
 در محبت دلا جگر داری  
 ہر سحر گرم نالہ ای بلبل  
 بود کہ ز آں گل تو ہم خبر داری  
 نہ شوی اے شراب خانہ شراب  
 ہر طرف عالم دگر داری  
 عبرت از سرگذشت قاروں گمیر  
 چہ بایست میرؔ زرداری

خدا یا روز محشر میں لطف ہے پایاں سے معاف کر دے  
 یوریا پوشوں کے جرم کو ایک آنکھیں خو کے صدقے میں  
 حسن و خوبی کے غرور نے اس شوخ کو اجازت نہیں دی ورنہ  
 تھوڑی سی مہربانی سے مجھ جیسا نکل رو' راضی ہو جاتا  
 اس سرمایہ جان کے خط کے دور میں کیا کیا دیکھا  
 لیکن اس کے منہ پر کچھ نہیں کہا  
 مرنے سے گریز نہیں ہے میر لیکن آرزو رکھتا ہوں  
 کہ میرے مرنے کا موقع کسی کے کوپے میں آئے

۵۰۱

میر (تو) ہر لحظہ آنسو بھری آنکھیں دکھتا ہے  
 کس کا خوبصورت چہرہ نظر میں رکھتا ہے  
 کسی کے در پر بیٹھ جا کہ آرام کر سکے  
 سر رکھنا سخت دردناک ہے  
 میں اپنے ہی حال میں بہت الجھا ہوا ہوں، نہیں رکھنی چاہیے  
 مجھ سے ناز برداری کی امید  
 جان سے ہاتھ دھو لے کہ لازم کیا گیا ہے  
 اے دل محبت میں جگر داری کو  
 ہر صحر (تو) گرم نالہ ہے اے بلبل  
 اس لیے کہ تو بھی اس گل کی خبر رکھتا ہے  
 اے شراب خانہ (تو) ویران نہ ہو  
 (کہ) ہر سمت ایک اور ہی کیفیت رکھتا ہے  
 قادروں کی سرگزشت سے عبرت حاصل کر  
 دولت رکھنا میر بڑی مصیبت ہے

۵۰۲

کردم از بادہ منع و نخبیدی  
 خواجہ، آخر فقیر گرویدی  
 کوکبن است ترا عشق است  
 این بلا را چہ سہل برچیدی  
 دل عجائب رسالہ بودہ ست  
 حیف اوقات گر نہ ہمیدی  
 گفتن تم دماغ می خواہد  
 لطف کردی کہ حال پرسیدی  
 میر نے زور داشتی نے زور  
 چہ سرمایہ عشق ورزیدی

۵۰۳

اے اہک گر از دیدہ گریاں بدر آئی  
 یارب کہ بہ صد شیوہ طوفاں بدر آئی  
 خواہم کہ یک جمعہ تو اے داعیہ مسد  
 از سہ کدہ دستار پشیاں بدر آئی  
 تا کہ بہ تنم رنج کشی جان الماک  
 اے کاش از این منزل ویراں بدر آئی  
 دلم کہ پس از قتل من اے دشمن جاں ہا  
 از معرکہ بسیار پشیاں بدر آئی  
 چوں میر درد شیخ گریان قہ را  
 از خانہ اگر برزدہ داماں بدر آئی

۵۰۴

از جدول شمشیر تو ہر سید کہا ہے  
 دارد بہ دل خویش حنا دم آہے

۵۰۲

میں نے شراب سے منع کیا تھا مگر تو نے نہیں سنا  
 خواجہ، آخر تو فقیر ہو گیا  
 کوئین حیری ہمت کو شاہاش ہے  
 اس بلا کو (تو نے) کتنی آسانی سے جھیل  
 دل ایک عجیب کتاب تھا  
 افسوس، اگر (اس کی) قدر تو نے نہیں جانی  
 غم کا حال سنانے کے لیے ہوش چاہیے  
 تو نے حال پوچھا تو مہربانی کی  
 (تو اے) میرے زور رکھتا تھا نہ زور  
 (تو نے) کس بھروسے پر عشق اختیار کیا

۵۰۳

اے اٹھک اگر (تو) دیدہ گریاں سے باہر آتا ہے  
 خدا کرے کہ (تو) سوطوفان کے انداز میں نکلے  
 ہم چاہتے ہیں کہ ایک جہد تو اے داعیہ مسجد  
 سے کدے سے بکھری ہوئی دستار کے ساتھ باہر نکلے  
 (اے) جانِ اہل ناک کب تک (تو) میرے بدن میں رنج اٹھائے گی  
 اے کاش (تو) اس منزل ویراں سے باہر نکل جائے  
 جانتا ہوں کہ میرے قتل کے بعد اے جانوں کے دشمن  
 (تو) معرکہ سے بہت پیشیاں باہر نکلے گا  
 میری طرح شیخ (بھی) قبا کا گریاں پھاڑے  
 اگر تو گھر سے دامن اٹھائے ہوئے باہر نکل آئے

۵۰۴

حیری شمشیر کی جدول اے ہر ایک جس کا سینہ جلا ہوا ہے  
 اپنے دل میں ایک گھونٹ پانی کی تمنا رکھتا ہے

از دیر شعار من غم دیدہ سکوت است  
 نے خواندن شعرے و نہ مذکور کتابے  
 تا چند بدیں حال کسے زندہ بماند  
 یا چشم و خطابے ز تو یا ناز و عتابے  
 صد بار ز بے تابی دل نامہ نوشتم  
 یک مرتبہ ممتاز نہ کردی بہ جوابے  
 گر چشم کشایم بہ نظر پیچ نیابد  
 ایں ہستی من بر سر آپ است حبابے  
 روئے سخن از رشتی اعمال نہ دارم  
 ظلم است کہ از بندہ بگیرد حسابے  
 از میر بہ پرہیز کہ چوں او بہ جہاں نیست  
 رسوا شدہ ام، در بہ درے خانہ خرابے

۵۰۵

گر بہ قدر بے قراری بے قراری کردے  
 از زمین تا آسمان فریاد و زاری کردے  
 ہائے آدم ایں قدر ہم بے مرزت می شود  
 گر چنین دانستے کے پا تو یاری کردے  
 گر نمی کردم حیا زیں دین میراث پدر  
 سحر را بکشتے، زکار داری کردے  
 آہ از آن شوئے کہ بر من می گرفتہ راہ و من  
 با ہزاراں غولن دل دامن گذاری کردے  
 کاش آگہ می شدم از سست عہدی ہائے یار  
 تا بہ وقت دادن دل استواری کردے  
 چند روزے شد کہ دل افسرد ورنہ پیش از ایں  
 در شب آویزد اکثر بادہ خواری کردے

دے سے مجھ غم دیدہ کا شعار سکوت ہے  
 نہ شعر پڑھنا اور نہ کسی کتاب کا ذکر  
 کوئی اس حال میں کب تک زندہ رہے گا  
 یا حیرتی طرف سے غصہ اور گالیاں یا ناز اور عتاب  
 سو مرتبہ دل کی بے تابی کی وجہ سے خط لکھا  
 تو نے ایک بار جواب سے سرفراز نہیں کیا  
 اگر آنکھ کھولتے ہیں نظر میں کچھ نہیں آتا  
 میری یہ ہستی روئے آپ پر حساب (کی سی) ہے  
 (میں) اعمال کی خرابی (کی وجہ) سے بولنے کی مجال نہیں رکھتا  
 ظلم ہے کہ (اس) بندے سے حساب لیا جائے  
 میرے دور وہ کہ اس جیسا جہان میں نہیں  
 کوئی رسوا، در پہ در، خانہ خراب

۵۰۵

اگر میں بے قراری کی حد تک بے قراری کرتا  
 زمیں سے آسمان تک فریاد و زاری کرتا  
 ہائے انسان بھی اتنا بے مروت ہو سکتا ہے  
 اگر میں یہ جانتا کب تجھ سے پاری کرتا  
 اگر (میں) اس میراث پر دین کا پاس نہیں رکھتا  
 سب کو توڑ دیتا، زار و داری کرتا  
 آہ اس شوخ سے کہ جس نے مجھ پر راستہ بند کر دیا ہے، اور میں  
 ہزاروں خون دل سے دامن گزاری کرتا ہوں  
 کاش دوست کے وعدے کی ناپائیداریوں سے آگاہ ہوتا  
 تاکہ دل دیتے وقت (وعدے کی) پختگی کا (خیال) کیا ہوتا  
 کچھ دن سے دل افسردہ ہوں اور نہ اس سے پہلے  
 (میں) جمد کی شب اکثر ہادہ خواری کیا کرتا تھا

شد مشہ نقش پا با چشم از اندکی  
کاش من ہم شیوہ خود خاکساری کردے  
نیست این دیوانگی امروزہ، دہم سوئے جیب  
آں زماں می شد کہ من دامن سواری کردے  
مصلحت در ضبط خود می فتنم اکنون ورنہ من  
دیدے سوئے تو و بے اعتیاری کردے  
حالیہ نے سید کاوی نے جگر چاکی ست میر  
یاد ایامے کہ ہر دم تازہ کاری کردے

۵۰۶

رنگ با ہے تو دیدہ اند ہے  
چامہ در خوں کشیدہ اند ہے  
من نہ زیں بارغ دارغ بر جگر ام  
گل بدیں رنگ چیدہ اند ہے  
یک رہ اے ماچہ حیات برس  
کہ بہ مردن رسیدہ اند ہے  
از چنے رفتگاں ہلاک مشو  
آں غزالاں رمیدہ اند ہے  
چند روزے مزاج گوئی کن  
میر صاحب کبیدہ اند ہے

۵۰۷

ما را ولے ست در بر آئینہ دار تازے  
مستغنی المزاجے، از فلق بے نیازے  
در بزم ما نشینی افسردہ چند زاہد  
شعرے بہ شد و قدے، و ہدے بہ سوز و سازے



ماہرزی سے نقش پا آنکھوں سے مٹنے ہو گیا  
 کاش میں بھی اپنا شیوہ خاکساری (اختیار) کرتا  
 یہ دیوانگی آج کی نہیں ہے، میرا ہاتھ گریباں کی طرف  
 اس زمانے میں (بھی) تھا جب میں دامن سواری کرتا تھا  
 اب اپنے آپ کو قابو میں رکھنے میں مصطمت سمجھتا ہوں، ورنہ میں  
 تیری طرف دیکھتا تھا اور بے اختیار ہو جاتا تھا  
 اب نہ سینہ کاوی، نہ ہجر چاکی ہے میر  
 ان دنوں کو یاد (کرتا ہوں) کہ جب ہر وقت تازہ کاری کرتا تھا

۵۰۶

(لوگوں نے) تیرے بغیر بہت سے رنگ دیکھے ہیں  
 اور ہمارے کو خون میں بہت رنگا ہے  
 میں (ہی) اس بارغ سے ہجر پر داغ نہیں رکھتا ہوں  
 گل نے بھی ایسے ہی بہت سے رنگ پنے ہیں  
 ایک داراے ماپہ حیات پہنچ  
 کہ بہت سے مرنے کے قریب پہنچ گئے ہیں  
 جانے والوں کے لیے جان مت دو  
 وہ غزال بہت دور جا چکے ہیں  
 کچھ دن ابھی طرح پیش آ  
 میر صاحب بہت غمگین خاطر ہیں

۵۰۷

ہمارا دل ایک تار کے آئینہ داری آغوش میں ہے  
 (جو) ہے پردہ احراج بخل سے ہے نیاز (ہے)  
 (اے) زاہد، (تو) ہماری بزم میں کب تک افسردہ بیٹھا رہے گا  
 شہود سے کوئی شعر (پڑھ) ، سوز و ساز سے کسی وجد (میں آ)

گردش سپهر دارد حسب اشارت او  
چوں روزگار نبود امروز طاس بازے  
یک بار شب نغمیاں از من توان شنیدن  
دارم چه لب از آن مو افسانہ درازے  
تو شاد زندگی کن از غم ترا فراغ است  
من چوں زیم کہ دارم اندوہ جاں گدازے  
در عشق جامہ زیاں ناکام بس کہ ماندم  
دارد ز خون خواہش دامان دل طرازے  
شاید کہ بر نہ خیزد چوں من از ایں بیاہاں  
بے پا و سرخراپے، آوارہ، ہرزہ تازے  
مشکل اگر بدیں ساں ایں رنجد دیہ مانم  
ہر لحظہ می تراود از چاک سینه رازے  
شد کشتہ میر و افسوس از کثرت خلایق  
دستم نہ داد ہرگز بر نفس او نمازے

۵۰۸

ہر زماں غم می خوردی ہر دم ملالت می کشی  
اے سرت گردم، نمی دارم چه حالت می کشی  
داشتن ہر دم زباں زیر زبانت خوب نیست  
یاد باشد حرف من آخر خیالت می کشی  
رو چه مخفے کن کہ رنگ از دل برد در یک دم  
در نہ چند آئینہ ساں رنج صقلالت می کشی

۵۰۹

دارم کہ پس از مرگم رشاد چہ غول شونی  
بسیار ز من گوئی، بسیار مرا جوئی  
میر از چه نمی جوئی، تا چیست کہ خاموش ای  
یک شعر نمی خوانی، یک حرف نمی گوئی

اس کے اشارے کے مطابق آسمان گردش کرتا ہے  
 زمانے کی طرح آج کوئی شعبہ ہاڑ نہیں ہے  
 شب فٹیں ایک بار (تو) مجھ سے من سکتے ہیں  
 (میرے) لب پر اس کی زلف کا دراز افسانہ ہے  
 تو شاد و زندہ گی کر تجھے غم سے فراغ ہے  
 میں کیسے زندہ رہوں کہ جاں گداؤں میں رکھتا ہوں  
 (میں) جامہ زیبوں کے عشق میں نہایت ناکام رہ گیا  
 خواہش کے خون سے دل کے دامن پر (الگ ہی) نقش و نگار (ہے) ہیں  
 شاید کہ مجھ جیسا اس بیاباں سے کوئی اور نہ اٹھے  
 شکستہ پا اور سر خراب، آوارہ، ہرزہ تار  
 مشکل (ہو جائے گی) اگر یہ دغہ دیر تک اسی طرح باقی رہ گیا  
 ہر لحظہ سیتہ چاک سے راز نک رہا ہے  
 میرے قتل ہو گیا اور افسوس کثرتِ خلافت سے  
 اس کے جنازے پر مجھے نماز میسر نہیں ہوئی

۵۰۸

(تو) ہر وقت غم کھاتا ہے ہر دم جھڑکیاں سنتا ہے  
 اسے حیرے سر کے گرد پھروں، نہیں جانتا (کہ تو نے) کیا حالت بنائی ہے  
 ہر وقت طرح طرح کی باتیں کرتے رہتا اچھا نہیں  
 میری بات یاد رہے، آخر (تو) لطائف اٹھائے گا  
 ایسے شخص کی طرف رخ کر کہ ایک دم میں حیرے دل سے جنگ کو دور کر دے  
 ورنہ (تو) کب تک آئینہ کی طرح صقل ہونے کی تکلیف اٹھاتا رہے گا

۵۰۹

جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تو رخسار کو خون سے دھوئے گا  
 میرا بہت ذکر کرے گا، مجھے بہت تلاش کرے گا  
 میرے کیں دلوں میں دکھاتا، کیا بات ہے کہ (تو) خاموش ہے  
 ایک شعر نہیں پڑھتا، ایک حرف نہیں کہتا

۵۱۰

اے برق و شمشاد دل را کہاب داری  
از عمر ہم عزیز ای لیکن شباب داری  
گر دل بہ دل رہاے جاے نہ دادہ ای تو  
بہر چہ میر ہر دم چشم پرآپ داری

۵۱۱

از سہیدن سبب رنج و عنا گردیدی  
آخر اے دل خلہ پہلوے ما گردیدی  
من نمی گفتے اے میر کہ ترک سے گیر  
گفتے من نہ شنیدی و گدا گردیدی

۵۱۲

ما خرام تو کام نکشودے  
گر پری آدی روش بودے  
دیم احوال میر و داغ شوم  
کاش مردے و عشق نمودے

۵۱۳

داریم دلے خوں شدہ میر و دقائے  
ہر لمحہ از اور رہنے و ہر لحظہ بلاے  
اے رفیق مقصود توکل کن و بخشیں  
کز پائے طلب ما نہ رسیدیم بہ جاے

۵۱۴

گر تو اے پردانہ زیں ساں جرو من می کنی  
چوں چراغ صبح گاہی خانہ روشن می کنی

۵۱۵

خدا کند کہ تو ہم رفیق کسے گردی  
برائے دیدن اے بے وفا بے گردی

۵۱۰

اے برقی دل تو نے شوقی سے دل کو (جلا کر) کھاب کر دیا  
تو زندگی سے بھی (زیادہ) عزیز ہے لیکن تجھے جلدی ہے  
اگر تو نے دل کو کسی جگہ ایک دل رہا کو نہیں دیا ہے  
(پھر) کس لیے (اے) میر ہر دم میری چشم پر آب رہتی ہے

۵۱۱

ترپنے سے (تو) رنج و تکلیف کا سبب بن گیا  
آخر اے دل (تو) ہمارے پہلو کا کاٹا بن گیا (ہے)  
میں نے تجھے نہیں کہا تھا اے میر کہ ترک شراب اختیار کر  
میرا کہا نہیں سنا اور فقیر ہو گیا

۵۱۲

حیرے خرام سے مقصد حاصل نہ کر پاتی  
اگر پری آدمی کی طرح ہوتی  
(میں نے) میر کا حال دیکھا اور غم زدہ ہوا  
کاش (وہ) مر جاتا اور عشق کا اظہار نہ کرتا

۵۱۳

ہم مہر و وفا سے خون ہوا دل رکھتے ہیں  
ہر لمحہ (اس کی وجہ) سے رنج اور ہر لحظہ بلا ہے  
اے مقصود کے عاشق تو گل کر اور بیٹہ رہ  
کہ پائے طلب سے ہم (تو) کسی جگہ نہ پہنچے

۵۱۴

اے پروانے اگر تو اسی طرح میری بیرونی کرے گا  
چراغ صبح گاہی کی طرح گھر کو روشن کرے گا

۵۱۵

خدا کرے کہ تو بھی کسی کا عاشق ہو جائے  
اسے دیکھنے کے لیے اے بے وفا بہت پھرے

۵۱۶

دل اگر با من دو روزے سانچے  
عشق خواہاں کے چنیں بہ بانچے

۵۱۷

شدم ہزار از عشق مجازی  
مئی آید ز من این بچہ بازی

۵۱۸

خدا ناکرہ شاید ریلوے دل با چوں خودے داری  
کہ بے تابانہ چوں من ہر زماں آمد شدے داری

۵۱۹

مرا بس بود از پئے سیر و کشتے  
مگر بیان کو ہے و دامان دشتے  
من اے ظلم کیشاں ز جاں دست حسم  
بیاریہ نعلے و میٹے و طشتے  
ہر حرف دستے زدے میر بر سر  
شنیدم از او شب عجب سرگذشتے

۵۲۰

مگرد آمدند نقش نگاران جیں بے  
صورت نہ بست چہرہ خوب تو از کسے

### ضمیمہ ردیف (۱) اشعار منسوخ

تاب کو رفگان بے دل را  
کہ کیرند راو قاتل را  
از غریبے چو من چہ آگاہی  
خاک افغانگان ساحل را

۵۱۶

دل اگر دو دن میرے ساتھ نہا کرے  
خوابوں کا عشق کب مجھ پر اس طرح بدخلق لانا

۵۱۷

میں عشق بھاری سے پزار ہو چکا ہوں  
مجھ سے یہ بچے بازی نہیں ہوتی

۵۱۸

طمانہ کرے شاید تجھے کسی اپنے جیسے سے رہا دل (ہو گیا) ہے  
کہ میری طرح ہر وقت بے تاب نہ آنا جانا لگائے رکھتا ہے

۵۱۹

مجھے میر اور گشت کے لیے بہت تھے  
ایک کوہ کا گریباں اور ایک دشت کا دامن  
میں نے اے خالوا جان سے ہاتھ دھویا ہے  
نطفہ، تیغ اور طشت لے آؤ  
ہر بات پر میر ہاتھ سے سر ہینٹتا تھا  
رات (میں نے) اس سے لب سرگزشت سنی

۵۲۰

بچپن کے بہت سے نقش نگار یک جا ہوئے  
تیرے خوب چہرے کی تصویر کسی سے نہیں ملی

### ضمیمہ ردیف (۱) اشعار منسوخ

ناامید عاشقوں کو تاب کہاں  
کہ قاتل کا راستہ روک سکیں  
میرے جیسے ڈوبنے والے کی کیا خبر  
سائل کے خاک المذاکوں کو

آہوان حرم چہ می دانند  
 ذوق رزم شکار ہنس را  
 شدہ چپے بلند کشیدہ شودیم  
 ما نہ دیکھ روئے قاص را  
 از تپش جان من بہ درد آورد  
 چہ بلا زد نہ دامن این دل را  
 کس بہ آں محلی باز نہ گفت  
 مشکل این خراب منزل را  
 چہ گویم ز فرط شوق جے  
 بندہ ام آں خدائے باطل را  
 زان چہ در دشت رفت بر بھنوں  
 چہ خبر پردگی محمل را  
 چوں گھر می برم بہ خود زمی بحر  
 گرہ سخت کار مشکل را  
 از دل و جان مہرورزاں پرش  
 کیئے آں جوان جاہل را  
 سر کن اشعار ماتم دل میر  
 بر نخواست واقعات مقبل را

### ضمیمہ کردیف (د) اشعار منسوخ

ہر کہ بر حال من بحث نظر خواہد کرد  
 درد مندانہ زبان مزہ تر خواہد کرد  
 میراے شیخ قدم بر قدمت رو نہ رود  
 از سر کوچہ ترا دست بہ سر خواہد کرد



آہوانِ حرم کیا جانتے ہیں  
 شکارِ نسل کے دھم کا حزم  
 تیغ بلند ہوئی، ہم قتل ہو گئے  
 ہم نے قاتل کا چہرہ نہیں دیکھا  
 تپش سے جاں درد میں جھٹکا ہو گئی  
 اس دل کو کس بلانے مارا نہیں جاتا  
 کسی نے ناز کے اس محملِ فحش کو نہیں بتایا  
 اس دیرانِ منزل کی مشکل کے بارے میں  
 (ایک) بہت کے لیے (اپنے) فرطِ شوق کا کیا کہوں  
 (میں) اس خدائے باطل کا بندہ ہوں  
 اس کی (کر) دشت میں بھٹوں پر کیا گزری  
 محمل کی پردگی کو کیا خبر  
 اس بحر میں گہر کی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہوں  
 مشکل کے کام کی حلت گرہ کو  
 عشق اختیار کرنے والوں کے دل و جان سے بچے  
 اس نادانِ جوان کے کینہ کو  
 میرے دل کے ماتم کے اشعار شروع کر  
 مقبل اکے واقعات مت چڑھ

### ضمیمہ کردیف (د) اشعارِ منسوخ

جو بھی مجھ محبت کے حال پر نظر کرے گا  
 درد مندی سے زبانِ مژدہ تر کرے گا  
 میرا، اسے شیخ، حیرے قدم پہ قدم راہ نہیں چلا  
 (دو) کوپے سے تھے دست پر سر کر دے گا

# رباعیات

۱

گر بخت شود یار، روم در کعبہ  
 از شوق بہ ہر سوے روم در کعبہ  
 بر قوت پا ضعف چہ غالب آید  
 رو سوئے خدا، خاک شوم در کعبہ

۲

اے عظم رسل چارہ ندارد دردم  
 بخشای کہ جرم بے نہایت کردم  
 بر چہرہ زرد غنم آید ہر دم  
 یعنی کہ ز فرط شرم سرخ و زردم

۳

کوٹای اگر فی سجدہ عمر دراز  
 این مرجہ میری روم سوئے نیاز  
 ان شاء اللہ قطرہ زن گریہ کنای  
 بر خاک مدینہ می خیم روئے نیاز

۴

خشے در روزِ حشر داریم از تو  
 خواہم بخو شطاعت آریم از تو  
 نوید در آں مہلکہ ما را مگذار  
 اے سیدنا امید داریم از تو

۵

خواہم کہ روم گریہ کنای سوئے نجف  
 داں پیش کہ فرصت بود میر ز کف  
 تا حشر بہ ہاں منت از او خواہد بود  
 گر چرخ در آں خاک مرا کرد تکف

۱

اگر قسمت میری یادری کرے گی کہہ میں جاؤں گا  
شوق سے ہر طرف کہہ میں سنی کروں گا  
جب پاؤں کی طاقت پر ضعف غالب آ جائے گا  
خدا کی طرف رخ کر کے کہہ میں خاک ہو جاؤں گا

۲

اے ختم رسل میرے پاس درد کا چارہ نہیں ہے  
بخش دے کہ میں نے بے انتہا جرم کیے ہیں  
میرے درد چہرے پر خون ہر دم آتا ہے  
یعنی کہ فرما شرم سے سرخ و زرد ہوں

۳

اگر عمر و داد کو تاجی نہ کرے  
اس بار میرا سونے کا تاج چلتا ہوں  
ان شاء اللہ آنسو بہاتے، گریہ کرتے ہوئے  
عاجزی سے خاک مدینہ پر سر رکھوں گا

۴

روزِ حشر تجھ سے امید رکھتے ہیں  
چاہتے ہیں کہ تجھ سے شفاعت کا پر دانہ لے آئیں  
ہمیں اس مہلکہ<sup>۲</sup> میں تا امید مت چھوڑ  
اے سیدنا تجھ سے امید رکھتے ہیں

۵

چاہتا ہوں کہ گریاں کناں سونے نجف جاؤں  
اس سے پہلے کہ مہلت ہاتھ سے نکل جائے  
حشر تک اس کا (میری) جان پر احسان رہے گا  
اگر آسمان مجھے اس خاک میں مٹا دے

۶

قصہ دہم کہ کر بلا را تنہم  
و آن مرقد پاک مرتضیٰ را تنہم  
ز آن جا بہ ہمیں چشم سر ار عمر بود  
خاک تو پائے مصطفیٰ را تنہم

۷

یارب بہ حق حسینؑ جرم بگذار  
و ز خاک سیاہ بند زووم بردار  
آیم چو گدایانہ من اندر عرصات  
و تم بہ کعبہ شاہ شہیدانؑ ہمار

۸

اے قسم رسلؑ حق و آزارم من  
بے چارہ و بے یار و بے یارم من  
غیر از تو شفیع خود نہ پندارم من  
بس پیش کہ ایں روئے سید آرام من

۹

یارب مگذار بے کس و بے پا را  
آن دم کہ نہ داریم بہ محشر یارا  
نیکی چو بہ جائے کس نہ کرویم ایں جا  
آن جا بہ حسن بخش گناہ ما را

۱۰

مسلم ہر چند مجرم و بہ باشد  
شانہ بخشائش بے حد باشد  
از گرمی خورشید قیامت چہ غم اش  
او سایہ زو لطلب محمدؐ باشد

۶

قصہ رکھتا ہوں کہ گریبا کو دیکھوں  
اور مرتضیٰؑ کے اس پاک مرقد کو دیکھوں  
اس جگہ اگر زندگی رہے اپنی انہیں آنکھوں سے  
مصطفیٰؐ کے پیروں کے چھپکی خاک کو دیکھوں

۷

یارب حسینؑ کے واسطے میرا جرم معاف کر دے  
اور مجھے ہند کی خاک سیاہ سے جلدی اخلا  
جب میں گدا یا نہ قیامت (کے دن) آؤں  
میرا ہاتھ کعبہ شام و شبیدہاؑ کے سپرد کر

۸

اے شمعِ رسلؐ میں سخت آزار میں ہوں  
بے چارہ اور بے یار اور بے یار ہوں  
میں حیرے سوا (کسی کو) اپنا شفیع نہیں سمجھتا  
سو میں یہ روئے سیاہ (لے کر اور) کس کے سامنے جاؤں

۹

یارب بے کس و بے پا کو مت چھوڑ  
اس وقت جب ہمیں محشر میں یار نہیں ہوگا  
(اس کے باوجود) کہ ہم نے یہاں کسی جگہ پر (کوئی) جگہ نہیں کی  
اس جگہ حسنؑ کے صدقے میں ہمارا گناہ بخش

۱۰

مسلمان ہر چند کہ مجرم اور برا ہو  
بے حد بخشائش کے قابل ہے  
اے خورشیدِ قیامت کی گرمی کا کیا غم  
وہ حر کی مہربانی کے سایہ میں چلنے والا ہوگا

۱۱

رہے اے محض گم رہاں بر حالم  
 کز رفتن کارواں چٹا پالم  
 چھائی و کم پائی و منزل بس دور  
 رہے چہ جس ی روم و ی عالم

۱۲

بود آں چہ نہ دیدنی در ایں جا، دیدیم  
 مکروہ کشیدیم و بلایا دیدیم  
 اکٹوں اے میر چشم باید پوشید  
 دنیا دیدیم و الہ دنیا دیدیم

۱۳

شعم جا کے فرور مال و اسباب  
 دیون نہ دیدی مگر اے خانہ گراب  
 شور من و ما بود کساں را کہ بہ سر  
 رفتند از ایں فسانہ بکسر در خواب

۱۴

تا بہتہ ای اے عشق تو ما را بر کار  
 داریم ہدام بے قراری در کار  
 ہر چند بہ صبر دل گرانید ولے  
 آں جنس نہ بود باہتہ ایں سرکار

۱۵

دیرے ست کہ غیر را تو بخواندہ ای  
 دن کہیں بہ من اش دلیر تر ساعدہ ای  
 اے ترک سیاہ چشم شرمست باوا  
 آہوئے حرم پیش سگ اندامدہ ای

۱۱

اے گمراہوں کے خضر میرے حال پر رحم  
کہ کارواں کے چلے جانے سے جفا کا پامال ہوں  
تجھائی اور کم پائی اور منزل بہت دور  
راستے میں جس کی طرح جاتا ہوں اور روتا ہوں

۱۲

جو کچھ دیکھنے کے لائق نہیں دیکھنا تھا، اس جگہ دیکھا  
ناپسند کو برداشت کیا اور بہت سی جلاہیں دیکھیں  
اب اے میرے آنکھیں موند لینی چاہئیں  
دنیا کو دیکھ لیا اور اہل دنیا کو دیکھ لیا

۱۳

(اے) مالدار کب تک مال و اسباب کا غرور  
تو نے اے خاند خراب گزشتہ کل کو نہیں دیکھا  
جن کے سر میں من و ما کا شور تھا  
اس فسانے سے یکسر خواب میں چلے گئے

۱۴

جب سے اے عشق تو نے ہمیں کام پر معذور کیا ہے  
(ہم) ہمیشہ بے قراری سے کام رکھتے ہیں  
ہر چند دل صبر کی طرف مائل ہو لیکن  
وہ جنس اس سرکار سے متعلق نہیں تھی

۱۵

نذرت سے تو غیر کو پالے ہوئے ہے  
اور دشمنی میں اس کو میرے خلاف اور نہ یاد و دلیر بنا دیا ہے  
اے سیاہ مست حرک تجھے شرم آنی چاہیے  
آہوئے حرم کو کتنے کے آگے ڈال دیا ہے



۱۶

کفتم کہ شے اے سبب آسائش  
ایوان مرا زیب وہ و آرائش  
گفتا کہ ز بے صفتی شرے نیست  
با این لب و لہجہ میر این فرمائش

۱۷

از تازہ دمیدن خطِ آں رخسار  
افتاد ز فکر میر سبزہ یک بار  
بکھود صبا چوں گرو گیسوئے یار  
شد سنبلی تر سوئے دماغ گلزار

۱۸

جاں می روم بہ شوقِ روئے چو ہمیش  
در بخت نہ بود دیدن جلوہ کبیش  
گر عزت من کنند یاراں پس مرگ  
سازند عجب کفتم خاکِ ریش

۱۹

جز جوڑِ رقیب چوں بہ کوئے تو نہ دید  
جاں داد ز فہم میر و پ سوئے تو نہ دید  
غیرتِ حلقِ را چنیں می باید  
در روزِ وصال نیز روئے تو نہ دید

۲۰

سنگ است بہ نوکِ مژہ سلقن آساں  
اتا نہ بود عشقِ نیمقن آساں  
زین مشکلِ سخت کس بہ نہ بچ نہ گفت  
حرفِ ست کہ گفتہ اند گفتن آساں

۱۶

رات میں نے کہا کہ اے راحت کا سب  
میرے اچھاں کو قریب دے اور (اس کی) آرائش کر  
(اس نے) کہا کہ اپنی حماقت پر تجھے شرم نہیں آتی  
اس لب دلچہ کے ساتھ میرے فرمائش

۱۷

اس رخسار پر تازہ نعلے سے  
بہزے کی میر کا خیال بالکل جاتا رہا  
صبا نے جب گھسے یار کی گرہ کھولی  
سنبلی تر گلزار کا مونے داغ ہو گیا

۱۸

حیرے چاند جیسے چہرے کے شوق میں جان جاتی ہے  
قسمت میں کبھی اس کا جلوہ دیکھنا نہیں تھا  
اگر میرے مرنے کے بعد (میرے) دوست میری قدر کریں  
اُس کے راستے کی خاک کو میرے کفن کا عبیر بنائیں

۱۹

جب (اس نے) رقیب کے ظلم کے سوا حیرے کو بچے میں کچھ (اور) نہیں دیکھا  
میر نے غم میں جان دے دی اور میری طرف نہیں دیکھا  
عاشقوں کی طہیرت اسی طرح ہوتی چاہے  
وصل کے روز بھی (اس نے) تیرا چہرہ نہیں دیکھا

۲۰

بتقر کو پکوں کی نوک سے پرونا آسان ہے  
لیکن مشق کا چھانا آسان نہیں ہوتا  
اس سخت مشکل کے بارے میں کسی نے اسے کچھ نہیں بتایا  
کہا جاتا ہے کہ وہ بات جو کہی گئی ہے، کہنا آسان ہے

۱ داغ کا بال بھلی دال، ناپختہ چہ چہ۔

۲ ایک نعلک خوشبو کا نام جو زعفران، صندل اور گلاب کو جا کر تیار کر کے کپڑوں پر چھڑکتے ہیں۔

۲۱

ہے شعلہ رخاں میرؔ پہ خود در جنگ ایم  
 داغ ایم و جگر سوخت و دل تنگ ایم  
 بالمشہ کہ ما سید کہا بان وفا  
 پرداختہ دلبران شمع رنگ ایم

۲۲

اے میرؔ تو در دامن آں مست آویز  
 تا از پئے خونت یوش دست آویز  
 از دور چہ می خوری طنگ جوش  
 نزدیک برو کہ او کندت شست آویز

۲۳

اے وائے میرؔ سپید از آں سرگشت  
 محول کردن میرؔ چوں مقدر گشت  
 آویختہ از تپش تپش بے جا رگشت  
 ابرو کج پاختہ، مژہ برگشت

۲۴

دیدار تو ہر کہ را میسر گشت  
 بگزیدہ فقیری و پہ ہر وہ گشت  
 مالید پہ رو خاک و نہد در پوشید  
 آئینہ نہ دیدی کہ قلندر گشت

۲۵

گیرم کہ پہ دل غم نہانے داری  
 ہم جسم خوار و ناتوانے داری  
 اقبال خیزاں برو پہ ہسل کاہش  
 اے صید زبوں، ہنوز جانے داری

۳۱

شعلہ رخوں کے بغیر میر (ہم) اپنے آپ سے جنگ میں ہیں  
 داغ ہیں، بکھر سوخت اور دل تنگ ہیں  
 مختصر اہم و فاسے جلا ہوا سینہ رکھنے والے  
 شمع رنگ کے دلبروں کے پر دانے ہیں

۳۲

اے میر تو اس مست کے دامن کو چھوڑ  
 تاکہ اسے تیرے خون کے لیے جوازل جائے  
 دور سے کیا اس کے حتم کے تیر کمار ہا ہے  
 نزدیک ہا تاکہ وہ تجھے شست آویزد<sup>۱</sup> کر دے

۳۳

اے وائے اس سرکش<sup>۲</sup> کی (بابت) مست بچ چو  
 میر کا خون کرنا جب منظور ہو گیا  
 اس کی جلا سب مل کھاٹی ہوئی زلف بکھری ہوئی (تھی)  
 تھوڑی چڑھی ہوئی (تھی)، نظریں پھری ہوئی (تھیں)

۳۴

جس کو حیرا دیدار بھتر ہوا  
 (اس نے) فطیری اختیار کی اور ہر دروازے پر پھرا  
 منہ پر خاک ملی اور کھیل بدن پر ڈالا  
 (تو نے) آئینہ نہیں دیکھا کہ قلندر ہو گیا

۳۵

مان لیا کہ تیرے دل میں فہم کہاں ہے  
 اور حیرا جسم بھی نزار اور نا تو اس ہے  
 اس کی ہل گاہ تک گرتے پڑے بکلیج  
 اے صید زبوں ابھی بھی تجھ میں جان ہے

۱ جہاں ہاں ہر رنگ۔

۲ سزا کا ایک طریق جس میں آدمی کو ٹکڑوں سے ٹکایا جاتا ہے۔

۳ حیرا، پہلا ہوا۔

۲۶

تا بود شباب میرزائی کردم  
 طاقت ہمہ صرف خوش نوائی کردم  
 در شیب کعب خاک بہ رو مالیدہ  
 چندے در کوئے او گدائی کردم

۲۷

از عز دورو بس مہائی کردی  
 درویشی من بدل بہ شای کردی  
 چشم شدہ بود با سیدی نزدیک  
 اے نامے یار خوش سیای کردی

۲۸

عزت طلسم، وقار خود خواہانم  
 سرکردہ فرقہ دل آگاہانم  
 بر ظاہر فقر من لگا ہے نہ سنی  
 من صدر الشیخا مجلس شاہانم

۲۹

اے میر مر از اہل وفا می بودی  
 شاکستہ انواع چنا می بودی  
 ایاتے زماں زار ترا می کشیدہ  
 تا حال در ایں عرصہ کجا می بودی

۳۰

عمرے بہ نیاز شام پرداختہ ام  
 عمرے با گریہ سحر ساختہ ام  
 چوں خوب بہ خود رسیدہ ام محبوب ام  
 درے ست کہ سر بہ پیش انداختہ ام

F4

جب تک شباب تھا (میں نے) ناز کیا  
 حمامِ طاقت (میں نے) غوشِ نمائی میں صرف کی  
 بڑھاپے میں کفِ خاکِ منہ پر ملے  
 کچھ دن (میں نے) اس کے کوعے میں گدائی کی

تو نے (اپنے) آنے کی عزت بخش کر (مجھے) اترانے والا بنا دیا  
 مہری درویشی کو شافی سے بدل دیا  
 مہری آنکھ سفیدی کے قرعہ تھی  
 اسے نامہ مار تو نے خوب سیاہی بخشی

50

(میں) عزت طلب ہوں، اپنا وقار چاہنے والا ہوں  
 بیدار مغز لوگوں کے طریق کا سرکردہ ہوں  
 میرے تمام افعال پر نگاہ مت کر  
 میں بادشاہوں کی مجلس کا صدر نہیں ہوں

F9

اسے میرا گرتو اہل وقتا سے ہوتا  
طرح طرح کی جہا کے قابل ہوتا  
وہنا والے تجھے بری طرح قتل کر دیتے  
اب تک تو اس دن میں کہاں ہوتا

F

ایک مدت سے شام کے نیاز میں مشغول ہوں  
ایک مدت سے گر پے سحر کے ساتھ نہا رہا ہوں  
جب خود تک اچھی طرح پہنچا ہوں، شرمندہ ہوں  
تسک ہوئی ہے کہ سر سامنے جھکا کر ہوئے ہوں

۳۱

راہے سر کن کہ ہے طاقت باشد  
 نے آں کہ چو نگذری ندامت باشد  
 وارفتہ حسن عمل امروز بشو  
 فرداست کہ بر سر قیامت باشد

۳۲

شرے کن و ترک کن عداوتی را  
 بردار چنین بساط ایمانی را  
 تسبیح کف چند ہے سے خانہ روی  
 رسوا نکن اے میر مسلمان را

۳۳

تمیز نہ مانع، ہرزہ بازی کروم  
 اوقات بسر ہے لہو و بازی کروم  
 ہر آن چو ناسازی ایام افزود  
 چمکے من ہم زمانہ سازی کروم

۳۴

عریاں نہ لباس نام و شکست کروند  
 شایان ہزار تلخ و شکست کروند  
 نگذاری اگر جامہ، چہ سازی اے میر  
 چسپاں پوشاں ہے بہ شکست کروند

۳۵

نے شعر بخواند و نے ترنم کردہ  
 نے نالہ کشیدہ نے محظوم کردہ  
 در رہ چو شدے زچار ساکت در ماند  
 پیدااست کہ میر دست و پا گم کردہ

۳۱

اس راہ پر چل جس میں طامست نہ ہو  
اس کی طرح نہیں کہ جب گزر جائے (تو) ندامت ہو  
آج حسن عمل کا عاشق بن  
کل (ممکن) ہے کہ خیرے سر پر قیامت آجائے گا

۳۲

شرم کر اور خدا دانی کو ترک کر  
ایسی ایمان کی بے باک اٹھا  
ہاتھ میں تسبیح لیے کب تک سے خانے کو جائے گا  
اے میرا اسلام کو رسوا نہ کر

۳۳

تمیز دہی، (میں) فضولیات میں پڑ گیا تھا  
اوقات کو لہو و لب میں بسر کیا  
جب بھی ایام کی ناسازی پڑھی  
کچھ دن میں نے بھی زمانہ سازی کی

۳۴

تجھے نام و ننگ کے لباس سے عریاں کر دیا  
ہزار تلخ اور سنگ کے شایاں کر دیا  
اگر چاہہ نہیں اتارا اے میر کیا کرے گا  
تک لباس پہنے والوں نے تجھے بہت تک کیا ہے

۳۵

نہ شعر پڑھا اور نہ گیت گایا  
نہ نالہ کھینچا، نہ شور کیا  
جب راستے میں سامتا ہوا غاموش رہ گیا  
ظاہر ہے کہ میر نے دست و پا کھو دیا



۳۶

مست انداز آں سراپا نازم  
 ہے خود شدہ ام ولے بہ او دم سازم  
 در گردن اوست دست شوقم اکثر  
 گوئی اے میر من سراچی بازم

۳۷

مگر چہرہ بیادائی و مگر روسازی  
 گاہے بہ خط و خالی سپہ پروازی  
 آئی ہر دم بہ شکل دیگر در چشم  
 اے آئینہ رو مگر تو صورت بازی

۳۸

قصم دل و دین اند و بلا ساز اند  
 با ایں ہمہ راست کاشقی کج باز اند  
 امید سلوک میر از ایشان غلط است  
 طغیان نیاز دوست، محو نیاز اند

۳۹

چوں شوق بت و بت کدہ وافر گردید  
 میر از حرم کعبہ مسافر گردید  
 در اول کام ترک اسلام نمود  
 آخر ایں ترک سادہ کافر گردید

۴۰

با میر کسے نہ گفت در روز نخست  
 کائن سخت کہاں در پئے فوں کردن قست  
 از حیر جگر گدازش آخر جاں داد  
 و ز تربت او لالہ پیکانی رست

۳۶

اس سراپا ناز کے انداز سے مست ہوں  
بے خود ہو چکا ہوں لیکن اس کا دم سار ہوں  
اس کے گلے میں اکثر میرا دست شوق رہتا ہے  
گویا کہ اے میر میں صراحی باز ہوں

۳۷

کبھی تو نے چہرہ سجایا اور کبھی جھینپ گیا  
کبھی (اپنے چہرے کو) سیاہ خط و خال سے آراستہ کیا  
ہر دم نئی شکل میں آنکھوں میں آیا  
اے آنکھیں روگردان تو صورت باز ہے

۳۸

دین اور دل کے دشمن ہیں اور ستم ڈھانے والے ہیں  
اس تمام راست قاصدی کے باوجود بیڑی چال چلنے والے ہیں  
میرزاں سے نیک روی کی امید غلط ہے  
نیا دوست لڑکے ناز میں کھوئے ہوئے ہیں

۳۹

جسب بہت اور بہت کدہ کا شوق بہت زیادہ ہو گیا  
میر سحر م کعبہ سے روانہ ہو گیا  
پہلے قدم پر ترک اسلام کیا  
آخر یہ سادہ ترک کافر ہو گیا

۴۰

کسی نے میر سے روز اول نہیں کہا  
کہ وہ سخت کہاں "حیرا خون کرنے کے درپے ہے  
آخر (وہ) اس کے چکر گزار حیر سے مرا  
اور اس کی تربت سے لالہ پیکانی اگا

۳۱

تا کے شغوم آہ کرا یار کہشت  
 د ز حلقِ حتم یک دو سہ کس زار کہشت  
 از رنکِ شہیدان تو غولِ گشت جگر  
 ایں درد مرا حاقبتِ کار کہشت

۳۲

حاجت بس پیش اہل دولت برویم  
 کارے نہ کشوں، عرضِ غیرت برویم  
 بر گشت از ایں طریقہ آخر دم مرگ  
 حیدرِ کفایت د رو بہ جنت برویم

۳۳

غش تا بہ کہا ز درد، مڑگاں تر کن  
 بر خیز و فسانہ محبت سر کن  
 شد روزِ غمت شامِ بسوزاں دانے  
 اے میرؔ چہ مردہ ای، چہاٹے پر کن

۳۴

آں ام کہ ز عرش استوا یِ آیم  
 یعنی ز حریمِ کہریا یِ آیم  
 مگر رعبِ من میرؔ نہ دانی بر جاست  
 معلوم تو نیست کز کہا می آیم

۳۵

از کج روی پہر، یاراں رفتہ  
 در پردہٴ خاک، غمِ گساراں رفتہ  
 ایں اہلِ چرخِ دود نہ یابہ یارب  
 کز سرکشیش چہ شہسواراں رفتہ

۳۱

کب تک سنوں آہ یار نے کس کو مار دیا  
اور تجنی قسم سے کن چند لوگوں کو بری طرح قتل کر دیا  
تیرے شہیدوں پر رنک سے جگر خون ہو گیا  
آخر کار مجھے اس درد نے مار ڈالا

۳۲

(ہم) اہل دولت کے سامنے حاجت لے کر بہت بار گئے  
کام پورا نہ ہوا، عزت چلی گئی  
آخر دم مرگ اس طریقے کو چھوڑ کر  
(ہم نے) حیدرؒ کہا اور جنت کی راہ لی

۳۳

غم سے کب تک فشی، پٹکیں تر کر  
اللہ اور فسانہ محبت شروع کر  
حیرا در غم جلتے ہوئے داغ کی بدولت شام بن گیا  
اے میرؒ کیا مردہ (سا پڑا) ہے، چراغ جلا

۳۴

میں وہ ہوں کہ عرش کے برابر سے آتا ہوں  
یعنی حریم کبریا سے آتا ہوں  
میرؒ اگر (تو) میرا تہ نہیں جانتا، نبھا ہے  
تجھے معلوم نہیں کہ کہاں سے آتا ہوں

۳۵

آسمان کی کج روی (کی وجہ) سے دوست یار چلے گئے  
غم گسار خاک کے پردے میں چلے گئے  
یار رب، یہ چراغ کا اہل ناقہ مراد ہے  
کہ اس کی سرکشی سے کیسے کیسے شہسوار (جان سے) چلے گئے

۳۶

ایں جا کہ محیط بہشت شش پانچک  
لب عشق شدم پہ پیش ترک و تاجیک  
کس مردی کاسہ شربت نہ نمود  
ناچار تک شدم چو آب باریک

۳۷

دل بہر چہ صرف بے قراری می شد  
در خلق چرا رواج زاری می شد  
دل خواہ ملاقات بہم می کردیم  
اے کاشکے عشق اختیاری می شد

۳۸

بر خاک درت ماندہ کسے روئے نیاز  
می آید از آن خاک مرا بوئے نیاز  
معلوم نہ شد چچ کہ با این ہر نیاز  
از بہر چہ مائل شدہ امی سوئے نیاز

۳۹

اے غیرت جور محو غروری چہ قدر  
پہاں شدہ در عین تظہوری چہ قدر  
برگو کہ ہبازم پہ صیوری چہ قدر  
خودیکہ دل امی و آہ دورای چہ قدر

۴۰

حکم پہ سر از جور فلک می بارد  
بر بہتر آرام شک می بارد  
از چشم من آب شود آید ہر دم  
یعنی کہ ز گریہ ام شک می بارد

۳۶

اس جگہ (جہاں) کہ سمندر نے نہایت بھیلی کی تھی  
(میں) ترک و تاجیک کے سامنے لب خشک تھا  
کسی نے ایک پیالہ شربت کی (بھی) مزوت نہیں دکھائی  
ناچار میں آپ ہار یک کی طرح کلف ہو گیا

۳۷

دل کس لیے صرف بے قراری ہوا تھا  
خلق میں کیوں رونے کا رواج رہا تھا  
(ہم نے) دل خواہ ملاقات بہم کی ہوتی  
اے کاش کہ عشق پر اختیار ہوتا

۳۸

میرے دور کی خاک پر کس نے روئے نیاز رکھا  
اس خاک سے مجھے نیاز کی جو آتی ہے  
کچھ بھی معلوم نہیں ہوا اس تمام تار کے ساتھ  
کس لیے تو نیاز کی طرف مائل ہوا ہے

۳۹

اے غیرت حور (تو) کس قدر غرور میں محو ہے  
تو یحییٰ ظہور میں کس قدر چنباں ہے  
بتا کہ صبر پر کس قدر آمادہ رہوں  
تو دل کے غزوہ یک ہے اور آہ کتنا دور ہے

۵۰

میرے سر پر آسماں کے ظلم سے پتھر برستے ہیں  
آرام کے بسز پر کانٹے برستے ہیں  
میری آنکھوں سے ہر دم ٹھیکس پانی نکلتا ہے  
یعنی میرے رونے سے جھک برستا ہے

۵۱

بر قہر دل آرائے تو پڑی بازم  
 سرو و شمشاد را غفل می سازم  
 از شام گرفت تا سحر در گھڑار  
 بالائے ترا بند می اندازم

۵۲

چوں بار گران عشق بر ما افتاد  
 در دامن ما ز چشم دریا افتاد  
 در شہر ز بس گرہ غمیں کردیم  
 راہ سیلاب غم پہ صحرا افتاد

۵۳

ہر لحظہ فراق مردنے می خواہد  
 رنج بسیار بردنے می خواہد  
 دل ہے تو پہ چا داشتن آساں نہ بود  
 دھماں پہ جگر قشردنے می خواہد

۵۴

واسعتہ گر از بر او خواہم رفت  
 دائم پہ یقیں در سر او خواہم رفت  
 در زندہ بہائم چنے عذر ایں جرم  
 با خلیج و کفن بر در او خواہم رفت

۵۵

یک بار ہجڑاں و فرداں رخصت  
 از دائرہ سپہ گرداں رخصت  
 آفاق ز طالبان دنیا پر شد  
 حمام زنانہ گشت مرداں رخصت

۵۱

تیرے دل آراقد پر بہت ناز کرتا ہوں  
سرد اور شمشاد کو شرمندہ بناتا ہوں  
شام سے لے کر صبح تک گلزار میں  
تیرے قد کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہوں

۵۲

جب عشق کا بارگراں ہم پر پڑا  
آنکھوں سے ہمارے دامن میں سمندر مگر  
(ہم) شہر میں بے انتہا خون روئے  
سیلاب خون کی راہ صحرا سے جا ملی

۵۳

فراق میں ہر لمحہ مرنے کی خواہش کرتا ہے  
بہت رنج اٹھانے کی خواہش کرتا ہے  
تیرے بلیر دل کو ٹکانے پر رکھنا آساں نہیں ہے  
(وہ اپنے) دانت جگر پر گاڑنا چاہتا ہے

۵۴

اگر اس کے پاس سے جلا بہنا چلا جاؤں گا  
مجھے ابھی طرح معلوم ہے، اس کے سر پر صدقے ہو جاؤں گا  
اور (اگر) زندہ بچ گیا (تو) اس جرم کے عذر میں  
شمشیر اور کفن کے ساتھ اس کے در پر چلا جاؤں گا

۵۵

اچانک سارے مجھ و اور فردا چلے گئے  
سب گرداں کے دائرے سے (باہر) چلے گئے  
آفاق دنیا کے طلب گاروں سے بھر گیا  
حمام زمانہ ہو گیا، مرد چلے گئے



۵۶

ظنی ہمہ اسے میر ہے غفلت بگذشت  
برنائی من ہے عیش و عشرت بگذشت  
در شیب جز افسوس کتوں نتواں کرد  
مہلت کم ماند و وقت فرصت بگذشت

۵۷

زاهد کہ خیال روزہ طے دارد  
شیدا است سر زہد و ذریعے دارد  
میلش ہے کلمہ ہے ہے اکثر نیست  
تھامہ گرد در غرض سے دارد

۵۸

در عہد جنوں بندہ ہے ہاسوں یوم  
گا ہے در خاک و گاہ در غوں یوم  
با چشم کم نہیں کہ من از مڑگاں  
چاروب نفس تربتہ مجنوں یوم

۵۹

بر عاہد خوب کم نگہ باید کرد  
ترک کج کردن کلمہ باید کرد  
غوبی آخر چو گل نہ خواہد ماندن  
یک روز بساط تار سے باید کرد

۶۰

آں سادہ خوانندہ کہ عودی رنگ است  
ناساز مزاج است و بلا آہنگ است  
چشمش کہ گرفت ترک مردم داری  
ہے پردہ فرد بردہ ہے غولم چنگ است

۵۶

بچپن تمام اسے میری غفلت میں گنا  
میری جوانی عیش و عشرت میں گئی  
بڑھاپے میں اب افسوس کے سوا کچھ نہیں کر سکتے  
مہلت کم پڑ گئی اور فرصت کا وقت ختم ہو گیا

۵۷

زادہ جسے روزِ ناولے کا خیال ہے  
دیوانہ ہے، زہد و ورع کے راز کب جانتا ہے  
اس کی نگاہ سے صحبت اکثر بے سبب نہیں ہے  
(وہ) حمامہ شراب کے عوض گرو رکھتا ہے

۵۸

(میں) جنوں کے زمانے میں بیاباں کا قلام تھا  
(میں) کبھی خاک پر اور کبھی خون میں پڑا ہوا تھا  
چشمِ کم سے مجھے مست دیکھ کہ میں پیلوں سے  
قریب مجنوں کا جاروب کش تھا

۵۹

خوب صورت ظاہر پر بہت کم نگاہ ذاتی چاہیے  
نگاہ کج کرنے کو ترک کرنا چاہیے  
حسن (بھی) گل کی طرح آخر باقی خمیں رہے گا  
ایک روز بساطِ نازت کرتی پڑے گی

۶۰

وہ سادہ گانے والا کہ سانولے رنگ کا ہے  
گھڑے ہوئے مزاج کا ہے اور بلا آہنگ ہے  
اس کی آنکھوں نے رواداری ترک کر دی ہے  
(اس نے) بے پردہ میرے خون میں اپنا ہاتھ ڈال دیا ہے

۱ مسلسل عینِ دل کا روزہ، جس کے دوران صرف افطار کے وقت آرام سہارا پانی پی لیا جاتا ہے۔  
۲ قیامت کی آواز رکھنے والا، قیامت منسوب۔

۶۱

زادہ پیرے ز دست و دل دم می فرد  
 ز آواز گدا پ ابرواں غم می فرد  
 ہر گاہ لب ناں پ فقیرے می داو  
 خرگاہ کلد پ گور حاتم می فرد

۶۲

مہم پ چہیں بلا ز نادانی بود  
 بدبختی ایں مدعی جانی بود  
 آخر پ کلم عثمان آرام نہ ماند  
 شہید ز فلک ستارہ پیشانی بود

۶۳

اے میر مشو وہ دل می باید رفت  
 ہر روز رود قافل می باید رفت  
 ایں گونہ تعلق ز جنوں خالی نیست  
 جگہ ز پا سلسل می باید رفت

۶۴

آرام ز من مجھو کہ آفت زدہ ام  
 راحت مطلب کہ سخت محنت زدہ ام  
 بر قامت او نہ گشتہ ام عاشق میر  
 من دست پ دامن قیامت زدہ ام

۶۵

دیدن پ رخت چشم ترے می خواہد  
 رفتن پ رہت ترک سرے می خواہد  
 من صید پ یک تیر ہلاک ام بگزار  
 آماج تو بودن جگرے می خواہد

۶۱

ایک زاہد پسر ہاتھ اور دل سے طاقت سمیٹ لیتا تھا  
گدا کی آواز پر تیر جاں چڑھاتا تھا  
جب بھی روٹی کا ٹکڑا فقیر کو دیتا تھا  
گدھے کا بچہ حاتم کی قبر پر لات مارتا تھا

۶۲

میری محبت تلواری سے ایسی بلا بن گئی  
اس کی محبت جان کی دشمن ہو گئی  
آخر میری ہاتھ میں آرام کی عثمان نہ رہی  
فلک کا شب ویزا ستارہ پیشانی " تھا

۶۳

اے میرا اصل مل یقین مت ہو، چلے جانا چاہیے  
ہر روز قافلہ جاتا ہے، چلے جانا چاہیے  
اتنا تعلق جنوں سے خالی نہیں ہے  
پاؤں سے زنجیر تو ذکر چلے جانا چاہیے

۶۴

مجھ سے آرام مت مانگ کر آفت زدہ ہوں  
راحت مت طلب کر کر سخت تکلیف زدہ ہوں  
(اے) میرے میں اس کی قیامت پر عاشق نہیں ہوا ہوں  
میں نے دامن قیامت کو چھوڑا ہے

۶۵

تیرے چہرے کو دیکھنے کے لیے چشم تر چاہیے  
تیری راہ پر چلنے کے لیے سر سے گزر جانا چاہیے  
میں ایک تیر سے ہلاک ہونے والا دکھار ہوں، (مجھے) رہنے دے  
تیرے حیروں کا نشانہ بننے کے لیے بنگر چاہیے

۶۶

آن شیدہ گزین کہ اہل دل خوش دارند  
سوئے تو ہم روئے تو چہ آورد  
برگرد از آن طریقہ کاظم در دے  
از ہم گذری چوں تو بہ رہ بسیارند

۶۷

بر بحث علوم میر مائل محترم  
یعنی بسیار بر مسائل محترم  
کارے نہ کشود از نزاع لفظی  
بہتم لب ہائے خویش و قائل محترم

۶۸

تاہست جہاں گفت و شنیدے باقی ست  
شعلی گر رفت، بازیدے باقی ست  
مردم و گرفتیم چا شد محشر  
آن جا ہم آرزوئے دیدے باقی ست

۶۹

یک لخت جگر داغ شباب عمر است  
دل سوخت و سینہ کھاب عمر است  
باید برخاست، صبح بچی بدید  
کاین وقت غروب آفتاب عمر است

۷۰

در عشق دے جو کہ قرار آید از او  
صبرے بہ ستکاری یاد آید از او  
نے ہم چہ دل بے بگری من بے تاب  
دل ی باید چہاں کہ کار آید از او

۶۶

وہ ادا میں دکھانے والے جنھیں اہل نظر پسند کرتے ہیں  
وہ سب حیرت کی طرف (اپنی) توجہ کا رخ کرتے ہیں  
اُس راستے کو ترک کر کے آخر اُس میں  
مرنے پر تجھ جیسوں کو راستے میں ڈال دیتے ہیں

۶۷

(اے) میر میں علوم کی بحث پر مائل ہو گیا  
یعنی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا  
لفظی نزاع سے (تو) کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا  
(میں نے) اپنے ہونٹ سی لیے اور قائل ہو گیا

۶۸

جب تک دنیا ہے گفت و شنید باقی ہے  
شبلی اگر چلا گیا، بائزید باقی ہے  
ہم مر گئے اور مان لیا کہ محشر بچا ہو گیا  
وہاں بھی دید کی آرزو باقی رہے گی

۶۹

سارے جگر پر عمر کی تیز روی کا داغ ہے  
دل جلا ہوا ہے، سید زندگی نے جلا کر کباب کر دیا ہے  
چلا جانا چاہیے صبح بھری ظاہر ہو گئی ہے  
کہ یہ وقت آفتابِ عمر کے غروب ہونے کا ہے

۷۰

عشق میں وہ دل ڈھونڈ جس سے قرار آئے  
یار کے ستم کرنے پر اس کو صبر آئے  
نہ (کہ) میرے بے حوصلہ دل کی طرح بے تاب  
دل وہ ہوتا چاہیے کہ اس سے کام نہ لے

۷۱

بہم ہنسیں کہ با تو حرفے دارم  
 در زیر فلک حال شکرے دارم  
 از حادثہ می غورم شکستے ہر دم  
 جرم نہ بود جز ایں کہ ظرفے دارم

۷۲

ہر چند مد تمام نورے دارم  
 لیکن بہ رخت نسبت دورے دارم  
 بے پردہ میا بروں کہ چشمے نہ شوری  
 ایں حیرہ دروں دیدہ شورے دارم

۷۳

در فرقت تو صبور باید عشق  
 نے در طلب حضور باید عشق  
 قرب تو ز آداب محبت دور است  
 بر گرد سرت ز دور باید عشق

۷۴

چشم کہ بھائے اٹک خوں می آرد  
 غول جگر من ز دروں می آرد  
 دیوانہ خدم ز بس کہ ماعدم دل شک  
 ایں جاست ز کہ جوش فہم جنوں می آرد

۷۵

عاشق چہ شوی اٹک فشانے دانی  
 ذوق ایں حلح زندگانی دانی  
 من بے تو بہ جان ام و نمی دانی بچ  
 تو بے تو اگر دے بہانی دانی

۷۱

ہرم جھک (مجھے) تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں  
(میں) زیرِ فلک عجیب حال رکھتا ہوں  
زمانے کی گردش سے ہر دم صدے اٹھاتا ہوں  
اس کے سوا میرا کوئی جرم نہیں کہ طرف رکھتا ہوں

۷۲

ہر چہرہ کہ ماہ تمام نور ہے  
لیکن تیرے چہرے سے دور کی نسبت رکھتا ہے  
بے پردہ ہا ہر مت آ کہ (کہیں تجھے) نظر نہ لگ جائے  
یہ سیاہ باطن (ماہ) نظر بد رکھتا ہے

۷۳

تیری فرقت میں صابر ہو جانا چاہیے  
نہ (کہ) ماضیِ باقی کی طلب میں پھرنا چاہیے  
تیرا قرب آدابِ محبت سے دور ہے  
دور سے تیرے سر کے گرد پھرنا چاہیے

۷۴

میری آنکھ اٹک کے بہائے خون روتی ہے  
میرے جگر کا خون سینے سے باہر لاتی ہے  
دیوان ہو گیا ہوں کہ (میں) نہایت رنجیدہ رہتا تھا  
یہ حال ہے کہ جوشِ غم سے جنوں ہو جاتا ہے

۷۵

جب عاشق ہو گا تو اٹک فشانے کو سمجھے گا  
اس تلخ زندگی کا مزہ جانے گا  
تیرے بغیر میری جان پر بنی ہے اور تو کچھ نہیں جانتا  
اگر تو اپنے بغیر ایک دم بھی رہے، (تب) تجھے پتا چلے



۷۶

گا ہے از خلق بے خبر می ہاشم  
 گا ہے از خوشن بے خبر می ہاشم  
 بے روئے تو حالات عجائب دارم  
 ہر لحظہ یہ عالم دگر می ہاشم

۷۷

ہر چند فقیر ایم و ہوں ما را نیست  
 دل را میل صحبت دنیا نیست  
 لیکن ہا ایں قلقت پائی دارم  
 طول آئے کہ آں سرش پیدا نیست

۷۸

شیب آمدہ ناگاہ بایہ رفتن  
 زیں منزل خوش آہ بایہ رفتن  
 بچری بسیار جائے خوف است اے میر  
 ایں جا بہ عصا راہ بایہ رفتن

۷۹

ہر سروقداں شہر مائل مستم  
 محو ماہان دیدہ منزل مستم  
 در حرص و ہوا رفت شہابم ہمہ میر  
 از عمر گذشتہ آہ نافل مستم

۸۰

در عشق بہ مرگ خود طرف بایہ شد  
 شمشیر جفاں را علف بایہ شد  
 نے تاب وصال اوست نے طاقت ہر  
 در ہر صورت مرا تکلف بایہ شد

۷۶

کبھی خلق سے بے خبر ہو جاتا ہوں  
کبھی اپنے آپ سے گزر جاتا ہوں  
تجھے دیکھے بغیر عیب حال میں ہوں  
ہر لحظہ کسی اور ہی عالم میں ہوتا ہوں

۷۷

ہر چند فقیر ہیں اور ہمیں ہوس نہیں ہے  
دل کو دنیا کی محبت سے تعلق نہیں ہے  
لیکن اس شکستہ پائی کے باوجود (ہم) رکستے ہیں  
طول اہل اجس کا سرا نظر نہیں آتا

۷۸

بڑھا پا آگیا اچانک جانا پڑے گا  
اس ممدہ منزل سے آہ جانا پڑے گا  
بڑھا پا بہت خوفناک جگہ ہے اسے میر  
اس جگہ حصا کے ساتھ راست چلنا پڑے گا

۷۹

(میں) شہر کے سرو قدوں پر مائل تھا  
(میں) آنکھوں میں گھر کرنے والے معشوقوں میں کھویا ہوا تھا  
حرص و ہوا میں میری ساری جوانی چلی گئی میر  
گزر رہی ہوئی عمر سے آہ غافل ہو گیا تھا

۸۰

عشق میں اپنی موت کی طرف ہو جانا چاہیے  
اس کی جفا کی شمشیر کا لقمہ بن جانا چاہیے  
نہ اس کے وصل کی تاب ہے، نہ بھری طاقت  
ہر صورت میں مجھے تلف (ہی) ہو جانا ہے

۸۱

از رفتن یاران و رفتن ناگاه  
مانند چرس ماند چه لب ناله و آه  
بعد از چندے سکوت من ہم کردم  
بسیار غریبان گذشتم زیں راه

۸۲

ہر لحظہ چو موج اضطرابے داری  
ہر دم رفتار تند آہے داری  
صرصر گویم یا کہ برقت خوانیم  
اے عمر عزیز بس شاہے داری

۸۳

از درد و الم چشم پڑ آہے داری  
دو سوز دروں دل کہا ہے داری  
داری نظرے مگر پہ آں ترکس مست  
اے میرِ عجب حال خرابے داری

۸۴

بگذار کہ رو پہ مرگ یک پارہ کنیم  
آں درد نہ داریم کہ ما چارہ کنیم  
بتاری صعب عشق دارو دل ما  
گر جامہ گذاریم، کفن پارہ کنیم

۸۵

ایں بود و نمود یک نفس ہم چو حباب  
در دیدہ ہوش مند نقشے ست بر آب  
ہر لحظہ چو موج بحر رفتن داریم  
زاں پیش کہ جوئی و نہ یابی، دریاب

۸۱

رفیقوں اور یاروں کے اچانک چلے جانے سے  
جس کی طرح ہونٹوں پر نالہ اور آہ رہتی ہے  
کچھ دنوں بعد میں نے بھی خاموشی (اختیار) کی  
(اور) اس راہ سے انتہائی فریاد (طرز سے) گزر گیا

۸۲

(تو) ہر لکھ موج کی طرح اضطراب رکھتی ہے  
ہر دم صحت آپ کی رفتار رکھتی ہے  
ہم (تجھے) صبر صبر کہیں، یاد کر پکاریں  
اے عزیز (تو تو) بس تجزی رکھتی ہے

۸۳

درد و الم سے آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہیں  
اور سوزہ دروں سے دل چلا ہوا ہے  
ضرور اس نغمہ مست پر نظر ڈالی ہے  
اے میر (تو) جب حال خراب میں ہے

۸۴

ہمیں چھوڑ دے کہ (ہم) موت کی طرف ایک بار رخ کر لیں  
(ہم) وہ درد نہیں رکھتے کہ ہم (جس کی) دوا کریں  
ہمارے دل کو عشق کا تکلیف دہ مرض ہے  
اگر (ہم) مر گئے، کفن کو چاک چاک کر دیں گے

۸۵

یہ حباب کی سی ایک نفس کی بود و بود  
ہوش مند کی آنکھوں میں نقشِ بر آب ہے  
(ہم) ہر لکھ سمندر کی موج کی طرح گزرتے جاتے ہیں  
اس سے پہلے کہ تو تلاش کرے اور نہ پائے، (ہمیں) پالے

۸۶

آں سرو کہ دل پر اوست مائلِ ایں است  
جز جورِ شر نہ داشت حاصلِ ایں است  
من دامنِ او چہ دستِ خواہم لیکن  
ناید آسائ چہ دستِ مشکلِ ایں است

۸۷

ہر قطعہ خاک گشتانے بودہ ست  
مرغِ گلزارِ خوش زبانے بودہ ست  
ایں سبیل و گل را کہ تماشا کردی  
از زلف و رخ کسماں نشانے بودہ ست

۸۸

ما گر چہ جہانِ آپ و گلِ می گردیم  
ما طبعِ لطیفِ متصلِ می گردیم  
جز کتہ رسے کسے نہ یابد ما را  
ما لذتِ شعرِ اہم چہ دلِ می گردیم

۸۹

واعظِ سرِ جہت کہ گوِ غیر از راست  
طہرِ ز کھا و جہت سے ز کھا ست  
من مست و غرابِ راو دورِ طلبِ ام  
بے منتِ بادہ نشہ دارم کہ رساست

۹۰

شامِ دلِ غیرِ ہر زماں می خلد  
خونم چہ دہانِ او زباں می خلد  
اٹا در پردہ از بچے وقتِ من  
ہر روز و شب ایں سگِ اختواں می خلد

۸۶

وہ سرو کہ جس پر دل بائل ہے، یہ ہے  
جس کا شر ظلم کے سوا (کچھ) نہیں، حاصل یہ ہے  
میں اس کا دامن اپنے ہاتھ میں (لینا) چاہتا ہوں، لیکن  
(وہ) آسانی سے ہاتھ نہیں آتا، مشکل یہ ہے

۸۷

خاک کا ہر قطرہ گلستان رہ چکا ہے  
مرغ گلزار غوش زبان ہوتا تھا  
یہ سنبل و گل جن کو (تو نے) دیکھا  
کسی کے ذلف و رخ کی نشانیاں ہیں

۸۸

ہم اگر آب و گل کے جہاں میں پھر رہے ہیں  
طبع لطیف کے ساتھ لگا تار پھر رہے ہیں  
سخن فہم کے سوا کوئی ہمیں نہیں پاتا  
ہم شعر کی لذت ہیں، دل میں پھر رہے ہیں

۸۹

واعظا تجھے حیرے حیر کے سر کی قسم سچ کے سوا (کچھ) مت کہہ  
ہمارا طرز کہاں اور شراب کی تہمت کہاں  
میں طلب کی طویل راہ میں مست اور خراب ہوں  
شراب کے احسان کے بغیر (وہ) نشہ رکھتا ہوں جو کامل ہے

۹۰

میری شان ہر وقت غیر کا دل دہلاتی ہے  
میرے خوف سے اس کے منہ میں زبان ہکلا جاتی ہے  
لیکن درد پر وہ میری تذلیل کے لیے  
ہر روز و شب یہ کٹا سخت محنت کرتا ہے

۹۱

ہر چند مرا قوت رفتار کم است  
اگر ز رو صعب جدائی چه غم است  
با صد غم و رنج دل پہ جائے است هنوز  
ایں آبلہ یک رفتی ثابت قدم است

۹۲

در بستن لب بھید اتم می باید  
یعنی کہ بہ فقر پاس دم می باید  
بے گفتہ دل راہ مرد تا مقدور  
گفت و قدمت بھرہ ہم می باید

۹۳

جاں را بہ غم تو چند غرسد سکھم  
تا کے دل پارہ پارہ بچند سکھم  
بے تاب ام و ناچار بہ ضبط خویش ام  
دفتر شو ار حال قلم بند سکھم

۹۴

از شانہ گو بہ صد زباں خاموش است  
و آئینہ پیرس کز حیا روپوش است  
آراغش آن چہرہ نہ بند صورت  
مخاط و انداز نگہ بے ہوش است

۹۵

ہر چند کہ ما مست دلاں بد حالیم  
روزانہ بگریم و شہاں گہ ناہیم  
در سونش الماس و شک دست زہیم  
آں دم کہ سر زخم دل خود مالیم

۹۱

ہر چند کہ میری قوسِ رفتار کم ہے  
لیکن جدائی کی دشوار راہ کا کیا غم ہے  
سینکڑوں غم و رنج کے باوجود دل ابھی تک اپنی جگہ پر (قائم) ہے  
یہ آبلہ ایک ثابت قدم رفیق ہے

۹۲

ہونٹ سینے کے لیے تمام تر کوشش کرنا درکار ہے  
یعنی کہ فقر کے ساتھ جس دم کی ریاضت چاہیے  
جب تک ممکن ہو دل کے کبے بغیر راہِ مست چل  
تیرے ہاتھ اور تیرے چہرے بھی ہمراہ ہونے چاہئیں

۹۳

جان کو تیرے غم سے کچھ خوش رکھوں  
کب تک دل پارہ پارہ کو رغو کروں  
بے تاب ہوں اور ناچار اپنے آپ کو ضبط کئے ہوئے ہوں  
میرا حال ایک لمبی کہانی بن جائے اگر قلم بند کروں

۹۴

سنگھسی کی بات نہ کر سوزِ بانوں کے باوجود خاموش ہے  
آنکھ کی نہ چوچہ کہ شرم سے رو پاش ہے  
اس چہرے کی آرائش کی صورت نہیں بنی  
مسطحاً (اس کی) نگاہ کے انداز سے بے ہوش ہو گئی ہے

۹۵

ہر چند کہ ہم صحتِ دل بد حال ہیں  
دن میں روتے ہیں اور راتوں کو نالہ کرتے ہیں  
اس کے الماس اور لک کے براہے میں ہاتھ ڈالتے ہیں  
جس وقت کہ اپنے دل کے زخم کو لٹتے ہیں



۹۶

گر جانب او پریم، پر می سوزد  
و ز چہرہ روشنش نظر می سوزد  
در وقت سکوت زان لب سرخ پیرس  
آن آتش خاموش جگر می سوزد

۹۷

ہر چند ز مطلق اخیر وقت است  
اما ز غنا میرا امیر وقت است  
کارے بہ زہ سرخ و سفیدش نہ بود  
آن سکہ درست بے نظیر وقت است

۹۸

خار و خس این بچن بہ مژگاں زخیم  
با ہر گل و لعلچہ درد نمود را زخیم  
چوں عقدہ دل میر از این با نہ کشود  
با بر سر پا گلندہ آخر زخیم

۹۹

سربہزی من از غم یاراں رفت  
حیے بہ فراق غم ہمساراں رفت  
مانہ تن درد من بہ آن کشت کہ او  
نخواہ باران و وقت باراں رفت

۱۰۰

روئی نہ بود بے تو بہ کاشانہ چشم  
یعنی کہ نہ مانہ دیدنی خانہ چشم  
اے مستوئے ناز چو جایست خالیست  
از غمخون جگر پر است خانہ چشم

۹۶

(ہم) اگر اس کی چائیب اڑیں، پرہل جاتے ہیں  
اور اس کے روشن چہرے سے نظر ہل جاتی ہے  
خاموشی کے وقت اس کے لب سرخ کی مت پوچھ  
وہ آتش خاموشی جگر کو جلا دیتی ہے

۹۷

ہر چند کہ مفلسی میں آخری وقت (آ گیا) ہے  
لیکن بے نیازی سے میرا میر وقت ہے  
سرخ و سفید زر سے اس کو کام نہیں ہے  
وہ وضع دار (اپنے) وقت میں بے نظیر ہے

۹۸

(ہم نے) اس چمن کے خار و فس کو پتکوں سے چنا  
(ہم نے) ہر گل و غنچہ سے اپنا درد کہا  
جب میرا عقدا دل ان سب سے نہ کھلا  
آخر (ہم) جگر پر جگر دھر کر سو گئے

۹۹

یاروں کے غم میں میری خوشی چلی گئی  
گزرے ہوئے دوستوں کی جدائی کا المیوں ہے  
میرا حق زور دکھیت کی طرح ہے کہ جو  
بارش چاہتا ہے اور بارش کا وقت گزر چکا ہے

۱۰۰

کاشانہ چشم میں تیرے بغیر رونق نہیں ہوتی  
یعنی کہ خانہ چشم دیکھنے کے لائق نہیں رہتا  
اے مئے ناز سے مست جب سے تو نہیں ہے  
خون جگر سے بیکانہ چشم بھرا ہوا ہے

۱۰۱

دل را کہ دے بہ رنج گلاشتہ ایم  
او شد ہمہ خون و دست برداشتہ ایم  
و این چشم کہ چشمہ روانے بودہ ست  
از خاک سر راو تو اداشتہ ایم

### رباعی مستزاد

۱۰۲

خور جاں کاو بلبل از جایم برد - ہنگام بحر  
حال چہ اش رواں بہ دردم آورد - داغ است نظر  
رقم دو قدم خویش و بے پرہیزم - خود بچ نہ گفت  
رو سوئے گل آخر بہ ہاں حال برد - نحوں کرد جگر

۱۰۳

برخیز و رخ خود ز عمارت برتاب - دنیا است سراب  
و این ہستی موبوم تو مانند حباب - نقشے ست بر آب  
در فکر بناہائے غلط عمر عزیز - کردی ہمہ صرف  
آکنوں ذیں دشت درگذر چن سیلاب - اے خانہ غراب

۱۰۴

یا میر ملاقات نمی کردم کاش - دیدم ہمہ جہل  
باطل اوقات و بادہ خوار و ادبش - پر ناکس و سہل  
و ارقیہ طفقگان - بازاری - ہدنام و الوط  
رہ و بد وضع و سخت باز و قزاش - چلب و نااہل

۱۰۱

وہ دل جسے (ہم نے) پل بھر کے لیے بھی رنج نہیں کرنے دیتے تھے  
وہ تمام خون ہو گیا اور ہم نے ہاتھ اٹھا لیا ہے  
اور یہ آنکھ کہ چشمہِ کرباں رہی ہے  
(ہم نے) تیری راہ کی خاک سے پاٹ دی ہے

### رباعی مستزاد

۱۰۲

بہل کے جاں ناکاں خود نے مجھے اپنی جگہ سے بلا دیا۔ ہنگامِ سحر  
اس کے حالِ حواء نے میرے دل میں درد پیدا کر دیا۔ نظرِ داغ ہے  
(میں) دو قدم آگے بڑھا اور (میں نے) بہت پوچھا۔ اس نے کچھ نہیں کہا  
چہرہ پھول کی طرف (کر کے) آخر اسی حال میں مر گیا۔ جگر خون کر دیا

۱۰۳

اتھ اور اپنا رخ عمارت کی طرف سے موڑ۔ دنیا سراپ ہے  
اور تیری یہ ہستی موبہومِ جناب کے مانند۔ نقشِ بر آب ہے  
عمارِ جوئی کی لکڑی میں عمرِ عزیز۔ ساری غلط صرف کر دی  
اب دشت سے سیلاب کی طرح گزر جا۔ اسے خانہ خراب

۱۰۴

کاش پیر سے ملاقات نہیں کرتا۔ اسے ہانکل جاہل پا یا  
باطل اوقات اور بادہ خوار اور ادواش۔ نہایت نالائقی اور کھن  
بازاری لڑکوں کا دارفتہ۔ بدنام اور ادواش  
رند اور بد وضع اور سخت باز<sup>۱</sup> اور کلاش۔ خود سراور جاہل

<sup>۱</sup> فضول دقت خارج کرنے والا۔

<sup>۲</sup> جو لے میں پھٹے بغیر نہ جگے والا۔

مثنوی

## مثنوی

اے صبا گر سوئے دہلی بگداری  
 ہم چہ سرصر آہ مگدور سرسری  
 یوسہ وہ بر ہر قدم از سوئے من  
 بود بر آں خاک عمرے روئے من  
 بر مقابر آئے رحمت بکھواں  
 در مساجد خدستے از من رساں  
 ہم بکن پیدا جبین تارہ اے  
 سجود اے بر ہر سر دروازہ اے  
 وقفہ اے بر ہر سر کو سامتے  
 بر در و پاش لگاؤ صرتے  
 میر کن مطلقان تہ بازار را  
 اشتیاقم گو در و دیوار را  
 از مصیبت دیدگاں یادے بکن  
 زیر ہر دیوار فریادے بکن  
 پس نشان دوستان من بگو  
 حسن اگر بین و من عشقے بگو  
 بعد از آں یکشا سر ایں داستان  
 یعنی آں سرخیل آفت دیدگاں  
 از وطن مجبور بے دل میر نام  
 می کند از غم بکائے صبح و شام  
 نے خط شوقش ز پیارے می رسد  
 نے پیارے از نگارے می رسد  
 زیر لب دارد شکایت خوں چکاں  
 کائے قلب رچے بہ دورانگاں

### مثنوی

اے سہا اگر دہلی کی طرف گزرے  
 صرصر کی طرح آہ سرسری مت گزرتا  
 ہر قدم پر میری طرف سے پوسدے  
 اس خاک پر ایک عمر میرا سر جھکا ہے  
 مقبروں پر آئے رحمت پڑھ  
 مساجد میں میری طرف سے سلام پہنچا  
 ساتھ ہی ایک تازہ چیشانی پیدا کر  
 (اور) ہر در کے اوپر ایک مسجد (کر)  
 ہر کوسے میں ایک ساعت کا وقفہ  
 اس کے در و ہام پر ایک حسرت کی نگاہ  
 بازار میں گھومنے والے لوگوں کو دیکھ  
 میرا اشتیاقی در و دیوار سے کہہ  
 مصیبت جھیلنے والوں کو یاد کر  
 ہر دیوار کے نیچے فریاد کر  
 پھر میرے دوستوں کا نشان ڈھونڈ  
 حسن کو اگر (تو) دیکھے میری طرف سے عشق کہہ  
 اس کے بعد اس داستان کا آغاز کر  
 یعنی وہ آفت دیدگاں کا سردار  
 وطن سے دور، ناامید، میر نام کا  
 غم میں صبح و شام آہ و زاری کرتا ہے  
 نہ (اسے) کسی دوست کا حیل شوق آتا ہے  
 نہ کسی محبوب کا پیام مانگتا ہے  
 زبوں لب خوں چکاں حکایت رکھتا ہے  
 کہ اسے شک و دور رہ جانے والوں پر رحم (کر)

جسے ام ہر دم ملاحت می کھم  
 کس چہ داند من چہ حالت می کھم  
 زرد مستم، زار مستم، دل گداحت  
 آب فرقت با مزاج من نہ ساخت  
 یاد یاران وطن از دل نہ رفت  
 حلقہ ام زیں درطہ پر ساحل نہ رفت  
 بود ہر جاے کہ آہا داغے  
 گوش زو می گردوم ویرا شے  
 در چنیں ویرانہ نبود ضبط باب  
 امیں بنا باید رسانیدن چہ آب  
 یعنی از غم زار می باید گریست  
 ہر قدم بسیار می باید گریست  
 خانہ ہشتاد گر منزل شود  
 از سرخک آں خاک باید گل شود  
 دیر میر آں عمارت کردہ ام  
 ہر مقامے را زیارت کردہ ام  
 بر چنیں خاک ارنہ یاری دیر ماند  
 یک زماں خاکے چہ سر باید فشانہ  
 بارخ ویرانے اگر پیش آیت  
 چشم عبرت میں کشودن بایت  
 خار از جاے کہ سر بر کردہ است  
 جلوہ با امیں جا گل تر کردہ است  
 پاؤ از جاے کہ گرد اخیختہ  
 لالہ رنگہ تازہ امیں جا ریختہ  
 سالہاے سال بر آں گل زمین  
 زگی زن ماندہ زمیں چنیں از امیں



بے کس ہوں ہر دم رنج اٹھاتا ہوں  
 کس کو خبر میں کس حال سے گزر رہا ہوں  
 زرد ہو گیا، ناتواں ہو گیا، دل کھل گیا  
 فرقت کا پانی میرے حراج کو اس نہیں آیا  
 یاد مان وطن کی یاد دل سے نہیں گئی  
 اس ہنور سے میری (کشتی) سے ایک جھٹکے بھی ساحل پر نہیں گیا  
 جس جگہ کی کوئی آبادی (ہوتی) تھی  
 وہاں سے ویرانی (کی خبر) ملی  
 ایسے ویرانے میں دروازے کا انتظام نہیں کیا جاسکتا  
 ایسی بنیاد کو تو پانی دینا چاہیے  
 یعنی غم سے زار زار رونا چاہیے  
 ہر قدم پر بہت زیادہ رونا چاہیے  
 گرا ہوا گھبرا کر منزل ہو جائے  
 آفسوڑس سے اس خاک کو گل ہو جانا چاہیے  
 ایک مدت اس عمارت کی سیر کر چکا ہوں  
 ہر مقام کی زیارت کر چکا ہوں  
 اسی خاک سے تو بہت دنوں تک دوستی رہی  
 مذقوں سر پر خاک ڈال لینی چاہیے  
 اگر تیرے سامنے ویران باغ آئے  
 تجھے چشم جھرت کھولنی چاہیے  
 جس جگہ خار نے سر باہر نکالا ہے  
 اس جگہ گل تر جلو سے دکھا چکا ہے  
 جہاں سے ہوا گرد ازارہی ہے  
 لالے نے اس جگہ تازہ رنگ بکھیرے تھے  
 اس سرسبز زمیں پر سال ہا سال  
 اس سے پہلے زمیں چھٹک کیا کرتی تھی

ہر کجا دل می شود از خود گداز  
 سایہ آئین بود آن جا سرو ناز  
 گر کشائی چشم را بر برگ زرد  
 یاد سبزاں کن یہ صد اندود و درد  
 کاس نہالاں بزم عشرت داشتند  
 سر بہم آوردہ صحبت داشتند  
 عندلچہ گر نواسازی کند  
 و در غم دل نالہ پردازی کند  
 گوش نہ بر نالہ و افغانی او  
 آن گجے آویز در دامن او  
 او یہ تو احوال خواہد و نمود  
 گل در این جا بود، آن جا لالہ بود  
 گر چہ آنکوں باغ صحرا شد ولے  
 سرد این جا بود، آن جا جدولے  
 چشکِ نرگس دل از کف می ریود  
 زلف را از تار سنبل می کشود  
 گل رفاں دل شاد جاے می زدند  
 ہر طرف مستانہ گاہے می زدند  
 چشم ساقی تہدہ می انگینے  
 خون جینا دم یہ دم می رینے  
 دقت محمود احباب خوش می داشتند  
 این روش دیدند و جا بگذاشتند  
 ناگہاں آن بزم خرم بر نکست  
 آن شراب افتاد و آن ساغر نکست

جس جگہ دل خود سے پھسل جاتا ہے  
 اس جگہ سروناز سایہ ڈالے ہوئے تھا  
 اگر (تو) برگ زر پر نظر ڈالتی ہے  
 سانولے رنگ کے محبوہوں کو سیکڑوں رنج و غم کے ساتھ یاد کر  
 کہ وہ نوجوان بزم عشرت میں جاتے تھے  
 مل جل کر کر صحبت رکھتے تھے  
 عندلیب اگر نوا سازی کرتی تھی  
 تو غم دل سے نالہ کو پراثر بناتی تھی  
 اس کے نالہ و فغاں کو سن  
 اس وقت اس کے دامن کو قحط  
 وہ تجھے کھل کر حال بتائے گی  
 اس جگہ گل تھا، اس جگہ لالہ تھا  
 اگرچہ اب باغ صحرا ہو گیا ہے، لیکن  
 اس جگہ سرو تھا، اس جگہ نہر تھی  
 فرس کی پاشتبک ہاتھ سے دل کو اڑالے جاتی تھی  
 زلف کو تار سنبل سے کھاتی تھی  
 گل رخ و لٹاؤ (ہو کر) جام چڑھاتے تھے  
 ہر طرف مستانہ (انداز میں) قدم رکھتے تھے  
 ساقی کی آنکھیں تھتاہٹاتی تھیں  
 دم بدم خون مینا بہاتی تھیں  
 اصحاب اپنا وقت خوشی کے ساتھ گزارتے تھے  
 یہ روش ادب کی اور چل اٹھے  
 نا کہاں وہ خوش و غم بزم اجر گئی  
 وہ شراب بہہ گئی اور وہ ساغر ٹوٹ گیا

چشم گل پوشیده شد، ہم آب رفت  
 سبز تر ویر شد در غواب رفت  
 نے گل و نے لالہ و نے سرو باغ  
 ماندہ ام من با ہزاراں درد و داغ  
 نالہ اے از درد گاہے می سکھم  
 گاہ گاہ از سینہ آہے می سکھم  
 کار دارم با سکوت و غم کشی  
 دم کشے کو تا نمایم دم کشی  
 من ہم از شوق وطن دل مست ام  
 درد عمرے شد کہ لب را بست ام  
 کو داغ و دل کجا و وقت کو  
 تا سکھم ایں گوند درہم گفتگو  
 شہر شہر است استغنائے من  
 شور دارد بے دماغی ہائے من  
 دل ز جوش درد و غم خوں می سکھم  
 مصرعے را گاہ موزوں می سکھم  
 رفت عشق ام غم من دافر است  
 ہر کہ داند شاعر، نا شاعر است  
 سینہ را بخرائش درد اندوہ شہر  
 گرچہ بسیار کن بر یار نہر  
 شہر از بس خوش عمارت بودہ است  
 ہر مکانش قصر جنت بودہ است  
 کوچہ اش دامن دل نگذاشتہ  
 راستہ یک شہر رونق داشتہ

چشم گل چھپ گئی، نہر بھی گئی  
 ہزار ترنیت ہوئی خواب میں چلا گیا  
 نگل، نہ لالہ، نہ سرو بارغ  
 میں رہ گیا ہوں ہزاروں غم اور داغ لیے  
 کبھی درد سے تالہ کھینچتا ہوں  
 کبھی سینے سے آہ کھینچتا ہوں  
 خاموشی اور غم اٹھانے سے کام رکھتا ہوں  
 دم کش 'کہاں ہے کہ میں ہم نوائی کروں  
 میں بھی وطن کے عشق میں رنجیدہ خاطر ہوں  
 درد نہ ختم ہوئی (میں نے) ہونٹوں کو کسی رکھا ہے  
 کہاں دماغ اور کہاں دل اور کہاں وقت  
 کہ اس طرح کی بے رہا گفتگو کروں  
 میری بے نیازی کا شہر میں شہر ہے  
 میری نازک حجابی کی شہرت ہے  
 دل کو جوش، درد اور غم سے ٹھن کرنا ہوں  
 کبھی (جو) ایک مصرعہ موزوں کرتا ہوں  
 مجھے عشق کا جنوں ہے، میرا غم وافر ہے  
 جو مجھے شاعر سمجھتا ہے، نا شاعر ہے  
 شہر کے غم میں سینے کو ڈھکی کر  
 نہر کی یاد بہت آنسو بہا  
 شہر نہایت خوش عمارت تھا  
 اس کا ہر مکان جنت کا محل تھا  
 اس کے کوپے دل کا دامن نہیں چھوڑتے تھے  
 راستے یک شہر رونق رکھتے تھے

رانی و غوثی پہ ہر سو دیدہ ام  
 صد در دولت پہ یک کو دیدہ ام  
 زان بنانا مطلقاً آخار نیست  
 از عزیزان چچ کس دجار نیست  
 ایں ہاں افسانہ می ماند کہ من  
 گوش می کردم ز یاران کہن

### شروع داستان

بود در مغرب زمیں شہرے خوشے  
 خوش سوادے، خوش ہواے، دل کشے  
 ہر طرف عالی بنا کا شانہ اے  
 دار بجتے بود در ہر خانہ اے  
 ساکنائش صرف رعنائی ہمہ  
 ولہرائش محو خورائی ہمہ  
 زادے آں جا اقامت داشتے  
 بے عبادت وقت را نگذاشتے  
 خطر پیش او شاہ گہ می رسید  
 گوہر چدے پہ کوشش می کشید  
 ایں حکایت چوں پہ گوش شاہ خورد  
 اشتیاق خطر دل از جاے برد  
 بر در او رفت و ترک کار کرد  
 قصہ کوتہ خدمت بسیار کرد  
 صبح خاک در پہ مڑگاں بختے  
 شام گہ آہے پہ دستش رختے  
 بعد چدے عرض گستاخانہ کرد  
 مطلق آں عزت گزین پروا نہ کرد

(میں نے) ہر طرف رونق اور خوبصورتی دیکھی تھی  
 ایک کوپے میں سیکڑوں در دولت دیکھے تھے  
 ان عمارتوں کا بالکل پتہ نہیں ہے  
 دوستوں میں سے کوئی بھی صاحب خانہ نہیں ہے  
 اس طرح کا افسانہ باقی رہ گیا ہے جو میں نے  
 پرانے دوستوں سے سنا تھا

### شروع داستان

مغرب زمین میں ایک خوبصورت شہر تھا  
 خوش سواد، خوش ہوا اور دل کش  
 ہر طرف عالی بنیا وغل  
 ہر گھر میں انگور کی بیلیوں کی نمایاں تھیں  
 اس کے باشندے تمام رعنائی میں مصروف  
 اس کے دلیر تمام خوروں کی میں نحو  
 ایک زاہد وہاں اقامت رکھتا تھا  
 (جو) بے عبادت وقت نہیں گزارتا تھا  
 اس کے پاس رات کے وقت نضر آتے تھے  
 صحت کا گوہر اس کے کان میں ڈالتے تھے  
 جب شاہ کے کانوں نے یہ حکایت سنی  
 نضر کے اشتیاق میں (اس کا) دل بے قابو ہو گیا  
 اس کے دروازے پر گیا اور (تمام) مصر و قیہ ترک کر دی  
 اقتضہ بہت زیادہ خدمت کی  
 صبح دروازے کی خاک پکوں سے چٹا  
 شام کے وقت پانی سے اس کا ہاتھ دھلاتا  
 چند دنوں کے بعد بے پاکانہ مرض کی  
 (مگر) اس کو شہ نہیں نے مطلق پروا نہیں کی

باز گفتا وصل محضرم آرزوست  
 دل ہے عشاق دیری گفتگوست  
 صحبت او گر مینر آہم  
 سر پہ اونچ چرخ عزت سایہم  
 از تو بر جاں مینے خواہم گذاشت  
 خود بشاید چشم بر راہم گذاشت  
 گفت ریل محضر بر من جہت است  
 چوں منے را کے دیوانی صحبت است  
 او بہ عزت شہرہ و من خوار و زار  
 او سراپا دگر و من بے اعتبار  
 او بہ چشم خلق عالم آہدہ  
 من سبک پا، بے نوائے غم زدہ  
 محضر با سبزی ست مشہور جہاں  
 چچ نسبت صیتش با گم رہاں  
 روہ سر خود گیر و ترک وادیات  
 مردہ رنگے کو و کو آب حیات  
 چوں از آن مرتاض روئے دل نہ دید  
 شہ بہ نحو چھید و رو درام کشید  
 بر زباں آورد با جاں می دہم  
 با بہ خوں ریز تو فرماں می دہم  
 روز خوش داری اگر تجھ نظر  
 سوئے محضرم شو دل شب راہبر  
 زیں خشونت رنگ روئے او پختہ  
 صرفہ خود در رضائے شاہ دید



پھر کہا میری آرزو حضرت سے ملاقات کی ہے  
 دل بہت دنوں سے گفتگو کا مشتاق ہے  
 اگر مجھے اس کی ملاقات میں حیرا جانے  
 (اپنا) سرملکت کے آسمان پر جھکاؤں  
 تیرا احسان جان پر رکھوں گا  
 (جیسے) غم چاہے کہ میری راہ پر نظر ڈالے  
 کہا حضرت سے رہا مجھ پر تہمت ہے  
 مجھ جیسے کو کب (اس سے) صحبت کا منہ ہے  
 وہ عزت سے شہرہ (رکتا ہے) اور میں خوار و ذلیل  
 وہ سراپا وقار اور میں بے اعتبار  
 وہ دنیا کے لوگوں کی آنکھوں میں آیا ہوا  
 میں بے وقار، ایک غم زدہ فقیر  
 حضرت بیز (رنگ) سے جہاں میں مشہور ہے  
 اسے گمراہوں سے کچھ نسبت نہیں ہے  
 ہا، اپنا راستہ لے اور فضول باتوں کو چھوڑ  
 مردہ رنگ<sup>۱</sup> کہاں اور کہاں آپ حیات  
 جب اس مرتاض<sup>۲</sup> نے حمایت نہیں کی  
 شاہ نے بیچ و تاب کھایا اور تیوری چڑھائی  
 زبان پر لایا یا میں جان و سے دوں گا  
 یا حیرا خون بہانے کا فرمان جاری کرتا ہوں  
 اگر روزِ خوش یہ نظر رکھتا ہے  
 آدھی رات کو حضرت کی طرف مجھے راہ دکھانے والا بن  
 اس خوف سے اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا  
 شاہ کی رضا میں اپنی بھلائی دیکھی

<sup>۱</sup> مردوں کے بچے کہے آج۔

<sup>۲</sup> ریاضت کرنے والے۔

گفت یک چندے چہ عالم واگزار  
و آن کہے بر دیدہ من پا گزار  
گردوت شاید کہ کام دل حصول  
از من الحاج و از آن جانب قبول  
نخضر را افتاد بر وے چوں گذر  
سر نمود آن خنک دامن چشم تر  
کز چیت شد در پئے جان من است  
نخضر می داند چہ فرمان من است  
بہر تو سر بر کشتنم من داشت  
بخت بر کشتنم بگذاشت  
من نہ دانستم کہ ریل تو بلاست  
نخضر را غلت آباد فداست  
امثالست گر چہ این رنگ است ہائے  
وائے بر اخلاص مندانا تو وائے  
نخضر دل جمعی نمود و وعدہ داد  
دید او را پادشاہ و لب کشاد  
کایے چہ در گاہت جہین راستاں  
لفظ کن یک داستان پاستاں  
وز بہر و گردش آن خاک شو  
بہر پانی خاطر م چیزے بگو  
کاس حتم اندیش با یاراں چہ کرد  
با جہاں و با جہاں داراں چہ کرد  
گفت در وقتے از این رو آدم  
شہر دیدم بر در شہ آدم  
داشت آن شہ یال و گوپال خوشے  
شہریاں را بود احوال خوشے

کہا، کچھ دن مجھے میرے حال پر چھوڑ دے  
 اور اس کے بعد میری آنکھوں پر پاؤں رکھ  
 شاید کہ تجھے دل کی مراد حاصل ہو جائے  
 میری طرف سے اٹھا اور اس طرف سے قبولیت  
 خضر کا جب اس کے پاس سے گزر رہا  
 وہ خشک دامن، چشم تر سانسے آیا  
 (کہا) کہ حیرے لیے شاہ میری جان کا درپے ہے  
 سمجھتا ہے کہ خضر میرا تابع ہے  
 حیرتی وجہ سے میرا سرا تار نے کے درپے ہے  
 مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے  
 میں نہیں جانتا تھا کہ تجھ سے رہا مصیبت ہے  
 (تو) غلٹ آباؤں کا خضر راہ ہے  
 تجھ سے تعلق رکھنے کا اگر یہ انجام ہے  
 افسوس، تیرے اخلاص مندوں پر افسوس  
 خضر نے اس کی دل جہی کی اور وعدہ کیا  
 بادشاہ نے اس کو دیکھا اور ہونٹ کھولے  
 اسے کہ حیرتی جہیں راست بازوں کی درگاہ ہے  
 ایک پرانی داستان مہربانی کر کے (ستا)  
 اور آسمان اور اس کی گردش سے خاک ہو  
 میرے دل کی خوشی کے لئے کوئی داستان ستا  
 کہ اس قسم اندیش نے یاروں کے ساتھ کیا کیا  
 جہاں اور جہاں داروں کے ساتھ کیا کیا  
 کہا جس وقت اس راہ سے آیا تھا  
 شہر دیکھا تھا اور شاہ کے در پر گیا تھا  
 وہ شاہ خوب قوت و شوکت رکھتا تھا  
 شہریوں کا حال اچھا تھا

دل کشیدے ہر در و دیوار شہر  
 ہوش بردے کوچہ و بازار شہر  
 صحبت ہر خانہ دیدن داشتہ ست  
 حرف ہر واحد شنیدن داشتہ ست  
 ہر طرف ہانے و ہر جانب گلے  
 نالہ کش ہر نہالے بلبلے  
 صحبت رنگیں چہ ہر کاشانہ اش  
 خانقہ آباد و ہم سے خانہ اش  
 از غراہش چو جھید آمدے  
 و ز رہش بازیدے سرزدے  
 خواہ صوفی، خواہ مستم رو صمد  
 چچ کس خالی ز کینیت نہ بود  
 یک طرف شورے ز حسن سادگاں  
 یک طرف ہنگامے دل دادگاں  
 آہ از طلقان ہنای خداد  
 چچ یک غورشد را روے نہ داد  
 وائے برآں زرد خساران شہر  
 کار ہر کس را چہ ناز و چشم و قبر  
 حسن را در ہر دو کف ششیر بود  
 عشق را در ہر دو پا زنجیر بود  
 بعد چندے رختہ شد دل نہاد  
 اتفاقا باز چوں راہم قرار  
 نے ش و نے شہر و نے کاشانہ بود  
 محمد ہادے بود و یک ویرانہ بود  
 دام دار چند را گسترده دام  
 دیدم و کردم سوال از ہر کدام

شہر کے تمام درو دیوار دل کو کھینچتے تھے  
 شہر کے کوچہ و بازار ہوش اڑا لے جاتے تھے  
 ہر گھر کی محفل دیکھنے کے لائق تھی  
 ہر فرد کی باتیں سننے کے لائق تھیں  
 ہر طرف ہارے اور ہر جانب گل  
 ہر درخت پر پھل پالہ کش  
 اس کے ہر کاشانے میں رنگین محفل  
 غافل آباد اور اس کے سے خانے بھی  
 اس کے سے خانے سے جھپٹے جیسا نکلتا  
 اور اس کی سرائے سے بازید (جیسا) نکلتا  
 خواہ صوفی، خواہ مست مجھے (جو بھی) نظر آیا  
 کوئی بھی کیفیت سے خالی نہ تھا  
 ایک طرف سادگاہوں کے حسن کی شہرت  
 ایک طرف عاشقوں کا ہنگامہ  
 آہ شامی اتر آؤ لوگوں کے سامنے  
 کوئی بھی خورد شدہ کو نہیں پہچنتا تھا  
 شہر کے ان زرد خماروں پر فوس  
 ہر ایک کا واسطہ ناز اور غصہ اور غضب سے (تھا)  
 حسن کے دونوں ہاتھوں میں شمشیر تھی  
 عشق کے دونوں پیروں میں زنجیر تھی  
 کچھ دنوں بعد میں نے دل میں جانے کی غہرائی  
 اٹھا تھا دوبارہ جب (وہ شہر) میری راہ میں آیا  
 نہ شاہ، نہ شہر، نہ کاشانہ تھا  
 تیز ہوا تھی اور ایک ویرانہ تھا  
 چند ماضی گہروں نے جاں بچھلائے ہوئے تھے  
 دیکھا اور ہر ایک سے سوال کیا

بچ یک زان شہر حرفے سر نہ کرد  
 کس بہ یاد شاہ بخشے تر نہ کرد  
 در جگر چاکے و بر دل تازہ ریش  
 عاقبت کردم از آن چا قصہ پیش  
 ہار دیگر شد چو زان سوم گذار  
 یا فہم در جوش بھر بے کنار  
 لچہ لچہ لعلہ لعلہ در خروش  
 تیرہ و نہ دار طوقانے بہ جوش  
 ساحلش پیدا نہ و موجش ہلا  
 لرزہ از وے عنصر را بر دست و پا  
 باز شد چشم بہ مای گیر چند  
 یکے در آب شے ی گلند  
 کشفم ایں چا بود دشت ہولناک  
 دام داراں دام مستردہ بہ خاک  
 سر کنید آن دام داراں را چہ شد  
 نامہ آن صحرائکاں را چہ شد  
 نے بیابان و نہ صیاقے بہ خواب  
 تا نکاہم ی رود آب است آب  
 ہر یکے حیران حرف من بہانہ  
 کس نہ آہا بر زباں حرفے نہ راند  
 ایں زباں ہازم چہ رو افتادہ است  
 طرف حیرانی مرا رو دادہ است  
 شہر آباد است و ہر سو عشرتے ست  
 بر سر ہر کو و ہزن صحبے ست  
 حالیا ایں شہر و شای از تو شد  
 چند روزے کج کلاہی از تو شد

کسی نے اس شہر کی ایک ہات نہیں کی  
 کسی نے شاہ کی یاد میں آنکھوں کو نم نہیں کیا  
 چاک جگر اور تازہ زخمی دل لیے  
 آخر کار وہاں سے آگے کا قصد کیا  
 ایک اور بار جب میرا اس طرف جانا ہوا  
 ایک بھر بے کنار کو جوش میں پایا  
 لپو لپو، لپو لپو، غروش میں  
 ایک بھیا نک طوفان جوش میں  
 اس کا ساحل نظر نہیں (آتا) تھا اور اس کی موج بڑا  
 اس سے خطر کے دست و پا پر لرزہ  
 بعد میں مجھے چند ماہی گیر نظر آئے  
 ہر ایک پانی میں ہنسی ڈالے ہوئے تھا  
 میں نے کہا یہاں ہولناک دشت تھا  
 دام داروں نے جال زمین پر بچھا دیئے  
 بتایا کہ ان دام داروں کا کیا ہوا  
 اچانک ان صحرا شنکاروں کو کیا ہوا  
 نہ بیاباں اور نہ صحیا و سوا ہوا  
 جہاں تک میری نگاہ جاتی ہے پانی ہی پانی ہے  
 ہر ایک میری ہات پر حیراں رہ گیا  
 کوئی بھی ان میں سے زبان پر ایک حرف نہیں لایا  
 اس بار وہ پارہ جو (وہ) راہ پڑی ہے  
 طرف حیرانی سے مجھے واسطہ پڑا ہے  
 شہر آباد ہے اور ہر طرف بیش و عشرت ہے  
 ہر کوچہ و برزن میں محفل ہے  
 اس زمانے میں یہ شہر اور شاہی قلعہ سے ہے  
 چند روز کی کلاہی ۳ قلعہ سے ہے

۱۔ بھنور۔

۲۔ دریا کا تھپڑا۔

۳۔ کچا کھانا، شاہی دربار کا تھپ، بڑی ٹوٹی دال۔

مملکت زیرِ نگین آمد تمام  
 ستے ات پر زر زودند انا ہے نام  
 ایں جہاں شاہا کہن ویرانہ اے ست  
 رونق و آباویش افسانہ اے ست  
 زندگانی کن چناں با ہر کسے  
 کز پس رفتن ہے یاو آئی ہے  
 ایں کہلست و خضر جا بگذاشتہ  
 شاہ شد ورویش و دل برداشتہ



تمام مملکت زیرِ نگیں آئی  
 حیرا سنگہ سونے میں ڈھلا، لیکن ہرائے نام  
 یہ جہاں اے شاہ ایک پرانا ویرانہ ہے  
 اس کی رونقی اور آبادی ایک افسانہ ہے  
 زندگی ہر ایک کے ساتھ ایسے بسر کر  
 کہ جانے کے بعد تو بہت یاد آئے  
 یہ کہا اور غمخیز نے (اس) جگہ کو چھوڑا  
 شاہ دل شکستہ (ہو کر) درویش بن گیا

مسدّس

## مسدس (ترجیع بند) در منقبت

تا فتح شد ز نال نفس بے سرایت است  
دل شکم ز چرخ بہ اقصائے غایت است  
کے از کسم بغیر تو جہم حمایت است  
از خاک بر گزتم آکنوں رعایت است

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت بے نہایت است      ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

درے ست کز بجائے سپہر ستم شعار  
بر دم ز دیدہ ی روم بکر بے کنار  
نے دست بر تدارک و نے آشنا و یار  
چوں موج گشتہ ام ہنگی حیرتی کار

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت بے نہایت است      ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

یک رو بہ سر بیا و بہ خاکم عیاں نگر  
دستم بد بہ سینہ و دل را تہاں نگر  
قشعے کشا و این مژءِ خوں فشاں نگر  
لپٹے ترا و حال من مہمتہ جاں نگر

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت بے نہایت است      ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

آں ای کہ بعد فتح رسل چاہیں تو ای  
نور سپہر و رونقِ روئے زمیں تو ای  
قیومِ عرش و حایِ شرع شہیں تو ای  
یعنی کہ جرمِ پاش و نیایش گزیں تو ای

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت بے نہایت است      ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

### مسدس (ترجیع بند) در منقبت

نالہ سے تاثیر جلی گئی، نفس بے اثر ہے  
 غم زدگی آسمان کی طرف سے اقصائے غایت ہے  
 تیرے سوا کس سے مجھے حمایت کی امید ہے  
 اب مجھے خاک سے اٹھانا مہربانی ہوگی

یا مرتضیٰ علیؑ تیرا کرم بے نہایت ہے      دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے

مدت ہوئی کہ حتم شعرا آسمان کے ظلم سے  
 میری آنکھوں سے ہر دم بھر بے کنار رواں ہے  
 نہ تقدارک کا مقدر ہے اور نہ آفتاب و یار  
 موج کی طرح بالکل اضطراب میں ہوں

یا مرتضیٰ علیؑ تیرا کرم بے نہایت ہے      دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے

ایک بار میری بالیں پر آ اور مجھے خاک پر پڑا ہوا دیکھ  
 میرا ہاتھ سینے پر رکھ اور دل کو چتا ہوا دیکھ  
 آنکھیں کھول اور اس غلوں فشاں حڑ کو دیکھ  
 مہربانی کر اور مجھ تختہ چاس کے حال کو دیکھ

یا مرتضیٰ علیؑ تیرا کرم بے نہایت ہے      دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے

تو وہ ہے کہ ختم رسلؑ کے بعد جائیں تو ہے  
 آسمان کا نور اور روئے زمین کی روشنی تو ہے  
 عرش کو قہانے والا اور شرع حسین کا حامی تو ہے  
 یعنی کہ جرمِ جہنم اور گریہ و زاری (سے کی ہوئی دعا) کو پسند کرنے والا تو ہے

یا مرتضیٰ علیؑ تیرا کرم بے نہایت ہے      دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے

کس را در این زمانہ خیال کمال نیست  
 داریم اضطراب و کسے را خیال نیست  
 یاری گری ز اہل جہاں احوال نیست  
 ایں یک دو روزہ مہلت با جز و ہال نیست

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

تا چند سر پہ سنگ زلم گریہ سرسزم  
 تا کہ پہ آہ و نالہ شبِ خود سرسزم  
 اٹھے کہ در مہانتِ فہم جگر سزم  
 رجم کہ با ثبات پہ کئے ہر سزم

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

از اضطرابِ دل ز نظر ہا قنادر ام  
 بر خاکِ آستانِ خشاں رو نہادر ام  
 تو خود سوارِ دولت ای و من بچادر ام  
 میسہ پائمالِ حوادث چہ چادر ام

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

دل داغ و سیدہ پاک و جگر خوں زخمِ مراست  
 ہنگامِ عجب ز فلک پر سرمِ چاست  
 ناہم اگر نہ بیٹھا تو بس داورسِ کھاست  
 مگھدار نا امید کہ از تو امید ہاست

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقتِ عنایت است

کسی کو اس زمانے میں کمال کی قدر نہیں ہے  
ہم پریشان ہیں اور کسی کو خیال نہیں ہے  
اہل جہاں سے بد کا گمان نہیں ہے  
یہ میری ایک دوروزہ مہلت دہال کے سوا کچھ نہیں ہے

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا دقت ہے

کب تک سر کو چتر پر ماروں، گر یہ سر کروں  
کب تک آہ و نالہ (کر کر کے) اپنی رات کو صبح کروں  
سہرمانی (فرما) کہ غم کو روکنے کی جنت پیدا کروں  
رحم (فرما) کہ مستقل کسی کو نے میں بسر کروں

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا دقت ہے

دل کے اضطراب کی وجہ سے نظروں سے گر گیا ہوں  
کم رجب لوگوں کے آستان کی خاک پر سر جھکائے ہوئے ہوں  
تو خود سوار دولت ہے اور میں پیادہ ہوں  
مت چاہ کہ حوادث سے جاوے کی طرح پامال ہو جاؤں

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا دقت ہے

غم سے میرا دل داغ و سیوہ پاک اور تجرعوں ہے  
فلک (کی وجہ) سے میرے سر پر چپ ہنگامہ بچا ہے  
اگر تیرے سامنے نہ فریاد نہ کروں تو پھر (کوئی اور) داد رس کہاں ہے  
نا امید مت چھوڑ کہ تجھ سے بہت امیدیں ہیں

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا دقت ہے

در کار کن ز رحمت عامت تر  
تا گردیم مال بدل با محبت  
رحم بہ حال عمت افغان تر  
گوشے بہ زاری اسے نظرے بر کلے

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقت عمارت است

امید دارم از تو کہ امداد من کنی  
یک گونہ پاس خاطر ناشاد من کنی  
چوں وقت خاص دست دہد یاد من کنی  
رحمت بہ آہ و نالہ و فریاد من کنی

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقت عمارت است

غمم است بر تو بعد نبیؐ غویٰ صفات  
ذات تو یادی دہد از جلوہ ہائے ذات  
سہل است پیش قدرت تو حل مشکلات  
عاجز نوازی کہ بیایم ز غم نہات

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقت عمارت است

کوہ وقار بود کہ صنوں ہر نصبت  
بہر تلاش ہاں بہ دو ناکس و کسبت  
ذلت پئے منہر میر ایں قد بہست  
بخشائے کہ بدل و بے یار و بے بہست

یا مرتضیٰ علیؑ کرمت ہے نہایت است ہنگام دست گیری و وقت عمارت است

(اپنی) رحمت عام سے رحمت فرما  
 تاکہ میں طالع کو تھم سے بدل دوں  
 فریاد و زاری کرنے والے کے خراب حال پر رحم  
 میری دعا سن، میرے فریاد پر توجہ (دے)

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے

تجھ سے امیدوار ہوں کہ تو میری امداد کرے  
 میری خاطر ناشاد کا یک گونہ پاس کرے  
 جب خاص وقت آئے، مجھے یاد کرے  
 میری آہ و نالہ اور فریاد پر رحم کرے

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے

میں نے کے بعد تجھ پر خوبی صفات غنم ہے  
 حیرتی ذات جلوہ ہائے ذات کی یاد دلاتی ہے  
 حیرے حوصلے کے سامنے مشکوں کا حل سہل ہے  
 عاجز نو آزی کر کہ میں غم سے نہایت پاؤں

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے

(دو) گوہ و کار تھا جو (اب) ہر کم رتبہ کا احسان مند ہے  
 روئی کی تلاش میں کس و ناکس کے دروازے پر ہے  
 میری تھکیے کے لیے اتنی ذلت کافی ہے  
 مہربانی کر کہ (دو) نا امید و بے یار اور بے کس ہے

یا مرتضیٰ علیؑ حیرا کرم بے نہایت ہے دست گیری کا موقع اور عنایت کا وقت ہے



دیوان میر (فارسی) تمام شد

# دیوانِ میر (فارسی)

مع اردو ترجمہ

ترجمہ: افضل احمد سید

میر تقی میر کا یہ فارسی دیوان پہلی مرتبہ اردو ترجمے کے ساتھ مکمل کتابی صورت میں منظر عام پر آ رہا ہے۔ یہ مطالعہ میر کے دشمن میں بہت اہم اضافہ ہے۔ میر ان شاعروں میں ہیں جن کا ہر سخن ایک مقام سے ہے اور ہر چند انھوں نے غالب کی طرح اپنی فارسی شاعری کے بارے میں بلند باتیں کہیں کہیں کیا لیکن جب تک ان کا فارسی کلام ان کے اردو کلام کے شائقین کی دھڑکن میں نہ ہو، تخلیق میر نہ تو مکمل ہوگی اور نہ ہی معتبر۔ میر نے اپنی خودنوشت لکھی میر، اپنی روحانی سرنوشت فیض میر اور اپنا تذکرہ نکات الشعراء فارسی میں پیش کیا اور اب یہ دیوان فارسی شائقین ادب کے لیے ایک سوغات کی شکل میں حاضر ہے۔

مترجم کے بارے میں:

فارسی متن کا ترجمہ جناب افضل احمد سید نے کیا ہے جو خود جدید اردو شاعری میں اعتبار کا رتبہ رکھتے ہیں۔ انگریزی اور فارسی پر ان کی دھڑکن یکساں ہے لیکن ہر چند کہ ان کی اردو شاعری جدید صنعت کی ترجمان ہے، وہ کلاسیکی ادب خصوصاً فارسی شعر و ادب کا شوق و ادراک اور ہماری ادبی تاریخ کے تمام محاورات سے آشنائی رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ ترجمہ نثر میں ہے لیکن ایک شعری کیفیت کے ساتھ ہے جس کے سبب اشعار میر زندہ ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔

سرمدی ایڈیشن: ثناء چیمبر

ISBN 978-0-19-906205-8



9 780199 062058

OXFORD  
UNIVERSITY PRESS

www.oup.com  
www.oup.com/pk

RS. 1500